قصص معارف القرآن

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی شہرۂ آفاق
تفسیر معارف القرآن سے منتخب کردہ انتہائی دلچسپ اور
مستند ترین علمی اور تاریخی واقعات کا خوبصورت مجموعہ

تالیف
مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہٗ

مرتب
مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ)

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

Atif

Marfat.com

ذخیرہ

قصص معارف القرآن

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی شہرآفاق
تفسیر معارف القرآن سے منتخب کردہ انتہائی دلچسپ اور
مستند ترین علمی اور تاریخی واقعات کا خوبصورت مجموعہ

تالیف
مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہٗ

○

مرتب
مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ)

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

Marfat.com

80987

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : قصص معارف القرآن

مصنف : مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

مرتب : مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور)

باہتمام : محمد ناظم اشرف

ناشر : بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور۔
فون ۷۳۵۲۴۸۳

ملنے کے پتے

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = چوک اردو بازار کراچی

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱

ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴،

ادارۃ القرآن = چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی

Marfat.com

﴿قصص معارف القرآن﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	تقریظ	۱۵
۲	عرض ناشر	۱۷
۳	قرآن ایک زندہ معجزہ ہے۔	۱۹
۴	اسلام اور پیغمبر اسلام سے عرب کی دشمنی	۱۹
۵	عرب کے سردار اسعد بن زرارہ کا واقعہ	۲۴
۶	ابو جہل اور ابو سفیان وغیرہ کا واقعہ	۲۵
۷	اسلام حضرت جبیر بن مطعمؓ	۲۶
۸	فرانس کا مشہور مستشرق مارڈریس کا اعتراف	۲۷
۹	ڈاکٹر گستاولی بان کا اعتراف	۲۸
۱۰	مسٹر وڈول کا اعتراف	۲۸
۱۱	مسٹر کونٹ ہنروی کے تاثرات	۲۹
۱۲	ڈاکٹر گبن کا اعتراف	۲۹
۱۳	حضرت ابو حازم تابعی سلیمان بن عبد الملک کے دربار میں	۲۹
۱۴	قصہ سامری	۳۴
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کوہِ طورؑ	۳۴
۱۶	وادی تیہ اور دو قصے	۳۵
۱۷	اللہ کی نافرمانی کا انجام	۳۶

Marfat.com

۱۸	واقعہ مسخ صورت یہود	۳۷
۱۹	قوم اوس و خزرج کی تفصیل	۳۸
۲۰	ہاروت و ماروت کا تفصیلی قصہ	۳۸
۲۱	حضرت علی ابن حسینؓ کا ایک واقعہ	۴۲
۲۲	یہودیوں نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل کر ڈالا	۴۲
۲۳	ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم امتحانات	۴۳
۲۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت مکہ اور بناء بیت اللہ کا واقعہ	۴۸
۲۵	حضرت خلیل اللہ کی درخواست حیات بعد از موت مشاہدہ اور شبہات کا ازالہ	۵۰
۲۶	جنگ بدر کی کیفیت	۵۱
۲۷	غزوہ خندق کا واقعہ	۵۲
۲۸	واقعۂ حضرت مریم علیہا السلام	۵۳
۲۹	واقعہ مباہلہ	۵۵
۳۰	صحابہ کرامؓ کا جذبہ عمل	۵۶
۳۱	واقعۂ حضرت یعقوب علیہ السلام	۵۷
۳۲	تاریخ تعمیر کعبہ	۵۸
۳۳	واقعۂ فاروق اعظمؓ	۶۰
۳۴	غزوۂ اُحد کا مفصل واقعہ	۶۰
۳۵	واقعۂ اُحد میں مسلمانوں کیلئے مخفی جواہر پارے	۶۴
۳۶	حضرت علیؓ کا ایک عجیب واقعہ	۶۷

Marfat.com

۳۷	حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا واقعہ	۶۸
۳۸	حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کا واقعہ	۶۸
۳۹	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان	۶۹
۴۰	آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے مشورے	۶۹
۴۱	توکل کی حقیقت پر ایک واقعہ	۷۰
۴۲	ابو بکر بن فواکؒ کا خوف خدا سے رونا	۷۰
۴۳	ایک بزرگ کا واقعہ	۷۱
۴۴	غیلان بن اسلمہؓ، قیس بن حارث وغیرہ کے واقعات	۷۱
۴۵	آپؐ کی معصومانہ زندگی اور کثرت ازدواج کی حقیقت	۷۲
۴۶	حضور اکرم ﷺ کے نکاح مبارک کے واقعات	۷۴
۴۷	ایک بزرگ کا سبق آموز واقعہ	۷۶
۴۸	غیر فطری طریقہ سے قضاء شہوت کرنے والے کو آگ میں جلایا	۷۷
۴۹	حضرت علیؓ کا واقعہ	۷۷
۵۰	روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی " قد غفر لک "	۷۸
۵۱	جنت میں ملاقات کی چند صورتیں	۷۸
۵۲	رسول اللہ ﷺ کی رفاقت رنگ و نسل پر موقوف نہیں	۷۹
۵۳	حضرت علیؓ کا مقام صدیقیت	۸۱
۵۴	ایک عبرت ناک واقعہ	۸۱
۵۵	حضرت بریرہؓ کی آزادی کا واقعہ	۸۲

Marfat.com

۵۶	حضور اکرم ﷺ کے سلام کا واقعہ	۸۳
۵۷	مسلمان سمجھنے کیلئے علامات اسلام کافی ہیں	۸۴
۵۸	اجماع کی حجیت پر امام شافعیؒ کا واقعہ	۸۴
۵۹	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ	۸۵
۶۰	یہود کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اشتباہ کس طرح ہوا	۸۵
۶۱	ہارون الرشید کے دربار میں ایک مناظرہ	۸۶
۶۲	علماء یہود کی حسرت کا واقعہ	۸۶
۶۳	میمون بن مہران کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک سوال	۸۷
۶۴	حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا واقعہ	۸۷
۶۵	آپ ﷺ کا ایک واقعہ	۸۸
۶۶	خدائی حفاظت	۸۹
۶۷	بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا اجمالی واقعہ	۸۹
۶۸	بنی اسرائیل کا ایک مفصل واقعہ	۹۰
۶۹	قصہ ہابیل و قابیل	۱۰۱
۷۰	علی اسدی کے توبہ کا واقعہ	۱۰۳
۷۱	فتنہ ارتداد کے چند واقعات	۱۰۳
۷۲	حضرت علیؓ کا واقعہ	۱۰۶
۷۳	ایک نصرانی کا کلمہ شہادت کا مذاق اڑانے پر عبرتناک انجام	۱۰۶
۷۴	گناہوں پر اظہار نفرت نہ کرنے پر وعید	۱۰۷

Marfat.com

۷۵	حرم محترم کا احترام	۱۰۷
۷۶	خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز کا عدل و انصاف	۱۰۸
۷۷	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا واقعہ	۱۰۹
۷۸	آنحضرت ﷺ کو اپنی اُمت کا درد	۱۰۹
۷۹	"جھوٹ" پر عذاب دوزخ	۱۱۰
۸۰	کفار قریش کا نبی کریم ﷺ سے عناد و تعصب	۱۱۰
۸۱	حضرت حسن بصریؒ اور امام ابن سیرین کا ایک واقعہ	۱۱۱
۸۲	اللہ تعالیٰ نے آدھی آیت میں فن طب و حکمت جمع کر دیا	۱۱۱
۸۳	عاد و ثمود کی مختصر تاریخ اور حالات	۱۱۲
۸۴	حضرت صالح علیہ السلام کا مفصل واقعہ	۱۱۵
۸۵	عہدہ و منصب ایک امتحان ہے	۱۲۱
۸۶	"سامری" کا زیورات سے بچھڑا بنانا اور بنی اسرائیل کا معبود بنانا	۱۲۱
۸۷	ستر بنی اسرائیل کا انتخاب اور ان کی ہلاکت کا واقعہ	۱۲۲
۸۸	تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات و علامات	۱۲۴
۸۹	عظمت مصطفیٰ ﷺ	۱۲۵
۹۰	شان صدیقی	۱۲۶
۹۱	کوہ طور کا معلق ہونا	۱۲۷
۹۲	ایک عالم مقتدا کی گمراہی کا عبرتناک واقعہ	۱۲۷
۹۳	حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرنا	۱۳۰

Marfat.com

۱۳۱	ذکر میں اعتدال پسندیدہ ہے	۹۴
۱۳۲	حضرت حسن بصریؒ کا حکیمانہ جواب	۹۵
۱۳۲	غزوہ بدر کا تفصیلی واقعہ	۹۶
۱۳۸	غزوہ بدر میں دو عظیم نعمتیں نیند اور بارش	۹۷
۱۴۰	دار الندوہ میں قریشی سرداروں کا اجتماع اور ابلیس لعین	۹۸
۱۴۴	کفار کو شکست کے غم کیساتھ مال ضائع کرنے کی مذید حسرت	۹۹
۱۴۵	جہاد کا حکم فتنہ کفر کو مٹانے کیلئے ہے	۱۰۰
۱۴۵	ابو جہل کا غرور و تکبر	۱۰۱
۱۴۶	شیطان کا سراقہ بن مالک کی صورت میں آنا اور پھر بھاگ نکلنا	۱۰۲
۱۴۸	ایفائے عہد کا ایک عجیب واقعہ	۱۰۳
۱۴۹	ستر سرداران کو کفار قیدیوں سے متعلق صحابہ کرام کی رائے اور شان رحمت للعالمین	۱۰۴
۱۵۱	حضرت عباسؓ کا اظہار اسلام اور ان کی خصوصیت	۱۰۵
۱۵۳	آنحضرت ﷺ کا معاہدہ کی پابندی کرنا	۱۰۶
۱۵۳	"غزوہ حنین" کے متعلق چند واقعات	۱۰۷
۱۵۹	حنین کی فتح اور ہوازن و ثقیف کے سرداروں کا مسلمان ہونا	۱۰۸
۱۶۲	عرب جاہلیت کی ایک رسم بد اور اس سے بچنے کی ہدایت	۱۰۹
۱۶۴	غزوہ تبوک کا بیان	۱۱۰
۱۶۷	حضرت کعب بن مالکؓ کا جہاد سے تخلف کا تفصیلی واقعہ	۱۱۱
۱۷۸	حضرت یونس علیہ السلام کا مفصل واقعہ	۱۱۲

Marfat.com

۱۸۲	ابو موسیٰ اور ابو مالک کا رزق سے متعلق ایک واقعہ	۱۱۳
۱۸۳	حضرت موسیٰ کا رزق سے متعلق ایک واقعہ	۱۱۴
۱۸۴	کافروں کو ان کی نیکیوں کا دنیا ہی میں بدلہ دے دیا جاتا ہے	۱۱۵
۱۸۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ	۱۱۶
۱۸۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ	۱۱۷
۱۸۶	مہمان کے لقموں کو دیکھنا آداب ضیافت کے خلاف ہے	۱۱۸
۱۸۶	دھوکہ کی سزا	۱۱۹
۱۸۶	استقامت کا درجہ کرامت سے بالاتر ہے	۱۲۰
۱۸۷	حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا کا نکاح	۱۲۱
۱۸۸	حضرت یوسف علیہ السلام کا عوام الناس سے احساس ہمدردی	۱۲۲
۱۸۸	نظر بد کا اثر حق ہے	۱۲۳
۱۸۹	حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام اور اس کی حقیقت	۱۲۴
۱۹۰	موقع تہمت سے بھی بچنا چاہئے	۱۲۵
۱۹۰	حضرت یعقوب علیہ السلام کے شدید امتحان کی ایک وجہ	۱۲۶
۱۹۱	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ایک واقعہ	۱۲۷
۱۹۲	مامون کے دربار کا ایک واقعہ	۱۲۸
۱۹۴	شہد میں شفا ہے	۱۲۹
۱۹۴	حضرت اکثم بن صیفیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ	۱۳۰
۱۹۶	مختصر واقعہ معراج بروایت ابن کثیر	۱۳۱

Marfat.com

۱۳۲	واقعہ معراج کے متعلق ایک غیر مسلم کی شہادت	۱۹۸
۱۳۳	بنی اسرائیل کے چند واقعات	۲۰۰
۱۳۴	ایک واقعہ عجیبہ	۲۰۲
۱۳۵	یاد رکھنے کے قابل ایک حکایت	۲۰۴
۱۳۶	دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک عمل اور اسکے متعلق چند واقعات	۲۰۴
۱۳۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات	۲۰۶
۱۳۸	بیماری اور تنگدستی دور کرنے کا ایک نسخہ اکسیر	۲۰۷
۱۳۹	اصحاب کہف کے متعلق ایک عجیب واقعہ	۲۰۸
۱۴۰	اصحاب کہف کا مختصر واقعہ	۲۰۹
۱۴۱	اصحاب کہف کا حال اہل شہر پر منکشف ہو جانا	۲۱۲
۱۴۲	قصہ ء حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام	۲۱۴
۱۴۳	حضرت ابن عباسؓ کا ایک واقعہ	۲۱۸
۱۴۴	حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق ایک روایت	۲۱۹
۱۴۵	خروج دجال نزول عیسیٰ اور خروج یاجوج ماجوج کے متعلق حالات و واقعات	۲۲۰
۱۴۶	مامون رشید کا ایک واقعہ	۲۲۴
۱۴۷	عمر بن خطابؓ کا واقعہ قبولیت ایمان	۲۲۵
۱۴۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی بندش کا واقعہ	۲۲۷
۱۴۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل واقعہ	۲۲۸
۱۵۰	سامری کون تھا	۲۵۶

Marfat.com

۱۵۱	حضرت ابن عباسؓ کی قرآن فہمی کا واقعہ	۲۵۷
۱۵۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہؓ کا واقعہ	۲۵۸
۱۵۳	مقدمہ کا وہ واقعہ جو حضرت داؤدؑ اور پھر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش ہوا	۲۵۹
۱۵۴	قصہ حضرت ایوب علیہ السلام	۲۶۰
۱۵۵	حضرت ذوالکفل نبی تھے یا ولی اور ان کا عجیب قصہ	۲۶۴
۱۵۶	بنی اسرائیل کے ایک شخص "کفل" کا واقعہ	۲۶۷
۱۵۷	قصہ حضرت یونس علیہ السلام	۲۶۷
۱۵۸	قصہ افک و بہتان	۲۷۰
۱۵۹	حضرت سعد بن عبادہؓ کا غایت عشق و محبت	۲۷۷
۱۶۰	ایک واقعہ عجیبہ	۲۷۸
۱۶۱	حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک واقعہ	۲۷۹
۱۶۲	واقعہ غزوہ احزاب	۲۷۹
۱۶۳	غزوہ بنو قریظہ	۳۰۱
۱۶۴	حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ کا سفر بصرہ	۳۰۶
۱۶۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ	۳۱۱
۱۶۶	حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک واقعہ	۳۱۲
۱۶۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا عجیب واقعہ	۳۱۳
۱۶۸	سیل عرم اور سد مآرب کا واقعہ	۳۱۴
۱۶۹	ایک کاہن کا قصہ اور قوم سبا کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا	۳۱۶

Marfat.com

۱۷۰	گوشہ شہر سے آنے والے شخص کا قصہ	۳۱۷
۱۷۱	ایک جنتی اور اس کا کافر ملاقاتی	۳۱۸
۱۷۲	حضرت الیاس علیہ السلام کا واقعہ	۳۱۹
۱۷۳	دو عجیب واقعے	۳۲۱
۱۷۴	رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار مکہ کی طرف سے ایک پیش کش	۳۲۳
۱۷۵	جنات کے ایمان لانے کا واقعہ	۳۲۷
۱۷۶	واقعہ حدیبیہ	۳۲۸
۱۷۷	واقعہ فاروق اعظمؓ و جبیر بن مطعمؓ	۳۴۳
۱۷۸	معجزہ شق القمر	۳۴۴
۱۷۹	مرض وفات میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی ہدایات	۳۴۵
۱۸۰	اموال بنو نضیر کی تقسیم کا واقعہ	۳۴۶
۱۸۱	حضرات صحابہ خصوصاً انصار کے ایثار کے چند واقعات	۳۴۷
۱۸۲	کینہ اور حسد سے پاک ہونا جنتی ہونیکی علامت ہے	۳۴۹
۱۸۳	بنو قینقاع کی جلاوطنی	۳۵۱
۱۸۴	بنی اسرائیل کے ایک راہب کا واقعہ	۳۵۳
۱۸۵	حضرت جویریہ کا قبول اسلام	۳۵۴
۱۸۶	آنحضرت ﷺ کا سفر طائف	۳۵۵
۱۸۷	ایک صحابی جن کا واقعہ	۳۵۹
۱۸۸	حضرت رافع بن عمیر کے اسلام بسبب جنات	۳۵۹

Marfat.com

۱۸۹	ایک نصرانی راہب کا واقعہ	۳۶۰
۱۹۰	چند عجیب واقعات	۳۶۱
۱۹۱	حسن انسانی کا ایک عجیب واقعہ	۳۶۲
۱۹۲	اصحاب فیل کا واقعہ	۳۶۳

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

عزیز مکرم جناب مولانا خالد محمود سلمہ نے "معارف القرآن" میں آئے ہوئے بہت سے واقعات اور قصوں کو جمع کر کے یہ کتاب تیار کی ہے۔ جو اُمید ہے کہ انشاء اللہ قارئین کیلئے نافع ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو مفید بنائے اور قبول فرمائے۔ آمین

واللہ ولیّ التوفیق

محمد تقی عثمانی

جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۸ رمضان ۱۴۲۲ھ

Marfat.com

قصص معارف القرآن

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿عرض ناشر﴾

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور لازوال کتاب جس کے سمجھنے سن سمجھانے کے لیے ہر دور میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ حفاظت کے مطابق مختلف مفسرین کو قرآن کی خدمت پر مامور فرمایا۔ دور صحابہؓ میں حضرت ابن عباسؓ کو فن تفسیر میں جو ممتاز مقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر دور میں خود پسندی اور رائے زنی کرنے والے بزعم خویش مفسر بھی پیدا ہوتے رہے جبکہ ایسے نام نہاد مفسر گمراہی کا باعث تو بنے مگر دین کی کوئی خدمت سرانجام نہ دے سکے۔ بعض مفسرین نے محض سائنسی انکشافات کو قرآن سے ثابت کیا تو کچھ نے صرف تہذیب و عمرانیات کو اس کتاب مبین سے اخذ کرنے کی کوشش کی، اور کچھ نام نہاد مفسرین نے تو اس کتاب انقلاب کو محض ایک سیاسی ہدایت نامہ بنا چھوڑا، لیکن بطور معیار اور کسوٹی کے چند تفاسیر ہر دور میں ہر قسم کے زیغ وضلال سے مبرا ہیں، جن میں سرفہرست تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی اور تفسیر مظہری وغیرہ شامل ہیں پھر ماضی قریب میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی معجز نماں تفسیر ''بیان القرآن'' ایسے علوم و معارف پر مشتمل ہے کہ جس کے مطالعے کے بعد بحر العلوم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے یہ کلمات تحسین ارشاد فرمائے ''کہ بیان القرآن کے مطالعے کے بعد معلوم ہوا کہ علوم اُردو میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں''۔ پھر انہیں تلخیص مذکورہ بالا مستند تفاسیر کی روشنی میں حضرت تھانویؒ کے نامور خلیفہ اور صحبت یافتہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر ''معارف القرآن'' کے نام سے تفسیر تحریر فرمائی جو بلاشبہ اُردو زبان کی مستند ترین تفسیر ہونے کا اعزاز رکھتی ہے، نیز تفاسیر سلف کی مکمل جھلک جدید مسائل کے حل کی روشنی میں اپنے اندر

Marfat.com

لئے ہوئے ہے۔ جس کی مقبولیت علماء و عوام کے ہر طبقے میں رہی ہے اور ایک علمی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس میں واعظانہ نصائح بھی ہیں توفقیہانہ نکتہ وری بھی، صوفیانہ اسرار بھی ہیں تو عارفانہ حکمتیں بھی، غرض کئی خوبیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی عظیم الشان اور ضخیم تفسیر میں حضرت مفتی صاحبؒ نے جابجا مختلف عبرت انگیز اور سبق آموز واقعات تحریر فرمائے ہیں جن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر قسم کے رطب ویابس سے پاک مستند ترین حوالوں سے نقل کئے گئے ہیں۔

ایسے واقعات جن میں پچھلی نسلوں کا تذکرہ ہے وہاں سبق حاصل کرنے والوں کیلئے تبصرہ بھی ہیں کہ وہ ان واقعات پر غور کریں اور "خذما صفا و دع ما کدر" کے قاعدے کو سامنے رکھتے ہوئے اچھی باتوں پر عمل کریں اور برے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

میرے رفیق عزیزم برادرم مولانا محمد کفیل خان صاحب سلمہ مدرس جامعہ اشرفیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ سب سے پہلے انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ان واقعات کو یکجا کیا جائے اور پھر انہوں نے باقاعدہ شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ سے اس بات کی تحریری اجازت طلب کی۔ حضرت کی طرف سے تحریری اجازت ملنے کے بعد عزیز مولانا خالد محمود سلمہ نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان واقعات کو جمع کیا۔ اب یہ مختلف تاریخی اور ادبی واقعات کا گرانقدر ذخیرہ آپ کے علمی ذوق کی تسکین کیلئے حاضر خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ناظم اشرف

مدیر بیت العلوم

Marfat.com

قرآن ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے

شیخ جلال الدین سیوطیؒ مفسر جلالین نے اپنی کتاب خصائصِ کبریٰ میں رسول اللہ ﷺ کے دو معجزوں کے متعلق بحوالہء حدیث لکھا ہے کہ قیامت تک باقی ہیں' ایک قرآن کا معجزہ' دوسرا یہ کہ رسولِ کریم ﷺ سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایامِ حج میں تینوں جمرات پر لاکھوں آدمی تین روز تک مسلسل کنکریاں پھینکتے ہیں پھر کوئی اُن کنکریوں کے ڈھیر کو یہاں سے اُٹھاتا بھی نظر نہیں آتا' اور ایک مرتبہ پھینکی ہوئی کنکر کو دوبارہ استعمال کرنا بھی ممنوع ہے' اس لیے ہر حاجی اپنے لیے مزدلفہ سے کنکریاں نئی لے کر آتا ہے' اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ جمرات کے گرد ایک ہی سال میں ٹیلہ لگ جاتا' جس میں جمرات چھپ جاتے اور چند سال میں تو پہاڑ ہو جاتا' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے کہ جس جس شخص کا حج قبول ہو اس کی کنکریاں اٹھالی جائیں' تو اب اس جگہ صرف اُن کم نصیبوں کی کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں' جن کا حج قبول نہیں ہوا' اس لیے اس جگہ پڑی ہوئی کنکریاں بہت کم نظر آتی ہیں' اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پہاڑ کھڑا ہو گیا ہوتا۔ (معارف ص ۱۴۳)

اسلام اور پیغمبر اسلام سے عرب کی دشمنی

عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو مغلوب کرنے میں جس طرح اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا' وہ کسی لکھے پڑھے آدمی سے مخفی نہیں' شروع میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے گنے چنے رفقاء کو طرح طرح کی ایذائیں دے کر چاہا کہ وہ کلمہ اسلام کو چھوڑ دیں' مگر جب دیکھا کہ ''یاں وہ نشہ

Marfat.com

نہیں جسے ترشی اُتار دے" تو خوشامد کا پہلو اختیار کیا عرب کا سردار عتبہ ابن ربیعہ قوم کا نمائندہ بن کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا' اور عرب کی پوری دولت و حکومت اور بہترین حسن و جمال کی لڑکیوں کی پیش کش اس کام کے لیے کی کہ آپ اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں' آپ نے اس کے جواب میں قرآن کی چند آیتیں سنا دینے پر اکتفاء فرمایا' جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ و مقابلہ کے لیے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریشِ عرب نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگائی' جان و مال' اولاد' آبرو سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کے لیے تیار ہوئے' یہ سب کچھ کیا' مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا' اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کر دیتا کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجز اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا' بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل ہونے کا اعتراف کیا' اور جو ان میں سے منصف مزاج تھے انھوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا' پھر اُن میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے' اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبد مناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے باوجود اعتراف کے محروم رہے' قریش عرب کی تاریخ ان واقعات پر شاہد ہے' میں اس میں سے چند واقعات اس جگہ بیان کرتا ہوں' جس سے اندازہ ہو سکے کہ پورے عرب نے اس کلام کے بے مثل' بے نظیر ہونے کو تسلیم کیا' اور اس کی مثال پیش کرنے کو اپنی رسوائی کے خیال سے چھوڑ دیا' جب رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا چرچا مکہ سے باہر حجاز کے دوسرے مقامات میں ہونے لگا' اور حج کا موسم آیا تو قریشِ مکہ کو اس کی فکر ہوئی کہ اب اطرافِ عرب سے حجاج آئیں گے' اور رسولِ کریم

Marfat.com

ﷺ کا یہ کلام سنیں گے، تو فریفتہ ہو جائیں گے اور غالب خیال یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے، اس کے انسداد کی تدبیر سوچنے کے لیے قریش نے ایک اجلاس منعقد کیا، اس اجلاس میں عرب کے بڑے بڑے سردار موجود تھے، اُن میں ولید بن مغیرہ عمر میں سب سے بڑے اور عقل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، سب نے ولید بن مغیرہ کو یہ مشکل پیش کی کہ اب اطرافِ ملک سے لوگ آئیں گے، اور ہم سے محمد ﷺ کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا کہیں؟ ہمیں آپ کوئی ایسی بات بتلایئے کہ ہم سب وہ ہی بات کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ خود ہمارے بیانات میں اختلاف ہو جائے، ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ہی کہو کیا کہنا چاہیے؟

لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں ہم سب یہ کہیں کہ محمد ﷺ معاذ اللہ مجنون ہیں، اُن کا کلام مجنونانہ بڑ ہے، ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ایسا ہرگز نہ کہنا، کیونکہ یہ لوگ جب اُن کے پاس جائیں گے، اور اُن سے ملاقات و گفتگو کریں گے، اور ان کو ایک فصیح و بلیغ عاقل انسان پائیں گے تو اُنھیں یقین ہو جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم ان کو یہ کہیں کہ وہ ایک شاعر ہیں ولید نے اس سے بھی منع کیا اور کہا کہ جب لوگ انکا کلام سنیں گے وہ تو شعر و شاعری کے ماہر ہیں، انھیں یقین ہو جائے گا کہ یہ شعر نہیں اور نہ آپ ﷺ شاعر ہیں، نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ سب لوگ تمھیں جھوٹا سمجھیں گے، پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ تو پھر ہم ان کو کاہن قرار دیں، جو شیاطین و جنات سے سُن کر غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں، ولید نے کہا یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جب لوگ اُن کا کلام سنیں گے تو پتہ چل جائیگا کہ یہ کلام کسی کاہن کا نہیں ہے، وہ پھر بھی تمھیں ہی جھوٹا سمجھیں گے، اس کے بعد قرآن کے بارے میں جو ولید بن مغیرہ کے تاثرات تھے اُن کو ان الفاظ میں بیان کیا:

"خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی شعر و شاعری اور اشعارِ عرب

Marfat.com

سے میرے برابر واقف نہیں' خدا کی قسم! اس کلام میں خاص حلاوت ہے' اور ایک خاص رونق ہے جو میں کسی شاعر یا فصیح و بلیغ کے کلام میں نہیں پاتا"

پھر اُن کی قوم نے دریافت کیا کہ آپ ہی بتلایئے پھر ہم کیا کریں ؟ اور اُن کے بارے میں لوگوں سے کیا کہیں ؟ ولید نے کہا میں غور کرنے کے بعد کچھ جواب دوں گا' پھر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ اگر کچھ کہنا ہی ہے تو تم اُن کو ساحر کہو کہ اپنے جادو سے باپ بیٹے اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔ قوم اس پر مطمئن اور متفق ہو گئی' اور سب سے یہی کہنا شروع کیا' مگر خدا کا چراغ کہیں پھونکوں سے بجھنے والا تھا؟ اطرافِ عرب کے لوگ آئے قرآن سنا اور بہت سے مسلمان ہو گئے' اور اطرافِ عرب میں اسلام پھیل گیا (خصائص کبریٰ)

اسی طرح ایک قریشی سردار نضر بن حارث نے ایک مرتبہ اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا:

"اے قومِ قریش! آج تم ایک مصیبت میں گرفتار ہو کہ اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کہ محمد ﷺ تمھاری قوم کے ایک نوجوان تھے اور تم سب اُن کی عادات و اخلاق کے گرویدہ اور اپنی قوم میں اُن کو سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار جانتے اور کہتے تھے اب جب کہ انؐ کے سر میں سفید بال آنے لگے' اور انھوں نے ایک بے مثل کلام اللہ کی طرف سے پیش کیا تو تم ان کو جادوگر کہنے لگے' خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں' ہم نے جادوگروں کو دیکھا اور برتا ہے' اُن کے کلام سنے ہیں' اور طریقوں کو سمجھا ہے' وہ بالکل اس سے مختلف ہیں۔

80987

Marfat.com

اور کبھی تم اُن کو کاہن کہنے لگے' خدا کی قسم! وہ کاہن بھی نہیں' ہم نے بہت سے کاہنوں کو دیکھا اور اُن کے کلام سنے ہیں' ان کو ان کے کلام سے کوئی مناسبت نہیں'

اور کبھی تم اُن کو شاعر کہنے لگے' خدا کی قسم! وہ شاعر بھی نہیں' ہم نے خود شعر' شاعری کے تمام فنون کو سیکھا سمجھا ہے' اور بڑے بڑے شعراء کے کلام ہمیں یاد ہیں اُن کے کلام سے اُس کو کوئی مناسبت نہیں' پھر کبھی تم ان کو مجنون بتاتے ہو' خدا کی قسم! وہ مجنون بھی نہیں' ہم نے بہت سے مجنونوں کو دیکھا بھالا' اُن کی بکواس سنی ہے، ان کے مختلف اور مختلط کلام سنے ہیں' یہاں یہ کچھ نہیں' اے میری قوم تم انصاف کے ساتھ اُن کے معاملہ میں غور کرو' یہ سرسری ٹلا دینے کی چیز نہیں"

(خصائص کبریٰ ص ۱۱۴ ج ۱)

حضرت ابو ذر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی اُنیس ایک مرتبہ مکہ معظمہ گیا' اُس نے واپس آ کر مجھے بتلایا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے' میں نے پوچھا کہ وہاں کے لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ بھائی نے کہا کہ کوئی ان کو شاعر کہتا ہے' کوئی کاہن بتلاتا ہے' کوئی جادوگر کہتا ہے' میرا بھائی اُنیس خود بڑا شاعر اور کہانت وغیرہ سے واقف آدمی تھا' اس نے مجھ سے کہا کہ جہاں تک میں نے غور کیا لوگوں کی یہ سب باتیں غلط ہیں اُن کا کلام نہ شعر ہے نہ کہانت ہے' نہ مجنونانہ کلمات ہیں' بلکہ مجھے وہ کلام صادق نظر آتا ہے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھائی سے یہ کلمات سن کر میں نے مکہ کا سفر کیا' اور مسجدِ حرام میں آ کر پڑ گیا تیس روز میں نے اس طرح گزارے کہ سوائے زمزم کے پانی

Marfat.com

کے میرے پیٹ میں کچھ نہیں گیا' اس تمام عرصہ میں نہ مجھے بھوک کی تکلیف معلوم ہوئی نہ کوئی ضعف محسوس کیا۔ (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)

واپس گئے تو لوگوں سے کہا کہ میں نے روم اور فارس کے فصحاء و بلغاء کے کلام بہت سنے ہیں' اور کاہنوں کے کلمات اور حمیرؔ کے مقالات بہت سُنے ہیں' محمد ﷺ کے کلام کی مثال میں نے آج تک کہیں نہیں سنی' تم سب میری بات مانو' اور آپ ﷺ کا اتباع کرو' چنانچہ فتحِ مکہ کے سال میں اُن کی پوری قوم کے تقریباً ایک ہزار آدمی مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے' (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)

اسلام اور آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل اور اخنس بن شریق وغیرہ بھی لوگوں سے چھپ کر قرآن سنا کرتے' اور اس کے عجیب و غریب' بے مثل و بے نظیر اثرات سے متاثر ہوتے تھے' مگر جب قوم کے کچھ لوگوں نے ان کو کہا کہ جب تم اس کلام کو ایسا بے نظیر پاتے ہو تو اس کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ تو ابو جہل کا جواب یہ تھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ بنی عبد مناف میں اور ہمارے قبیلہ میں ہمیشہ سے رقابت اور معاصرانہ مقابلہ چلتا رہتا ہے' وہ جس کام میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں' اب جب کہ ہم اور وہ دونوں برابر حیثیت کے مالک ہیں تو اب وہ یہ کہنے لگے کہ ہم میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ہم اس میں کیسے اُنکا مقابلہ کریں' میں تو کبھی اس کا اقرار نہ کروں گا۔ (خصائص)

عرب کے سردار اسعد بن زرارہ کا اقرار

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عرب کے سردار اسعد بن زرارہ نے آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے سامنے اقرار کیا کہ:

"ہم نے خواہ مخواہ محمد ﷺ کی مخالفت کر کے اپنے رشتے ناتے

Marfat.com

توڑے' اور تعلقات خراب کیے' میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں
کہ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں' ہرگز جھوٹے نہیں' اور جو کلام
وہ لائے ہیں وہ بشر کا کلام نہیں ہو سکتا"۔ (خصائص' ص ۱۱۶ ج ۱)

ابو جہل اور ابو سفیان وغیرہ کا واقعہ

علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل اور ابو سفیان اور اخنس بن شریق رات کو اپنے اپنے گھروں سے اس لیے نکلے کہ چھپ کر رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنیں' ان میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ نکلا ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی اور علیحدہ علیحدہ گوشوں میں چھپ کر قرآن سننے لگے' تو اس میں ایسے محو ہوئے کہ ساری رات گذر گئی' جب صبح ہو گئی تو سب واپس ہوئے' اتفاقاً راستہ میں مل گئے' اور ہر ایک نے دوسرے کا قصہ سُنا' تو سب آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' کہ تم نے یہ بُری حرکت کی' اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے' کیونکہ اگر عرب کے عوام کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ سب مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ کہہ سن کر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے' اگلی رات آئی تو پھر اُن میں سے ہر ایک کے دل میں یہی ٹیس اٹھی کہ قرآن سُنیں' اور پھر اسی طرح چھپ چھپ کر ہر ایک نے قرآن سنا' یہاں تک کہ رات گذر گئی' اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ واپس ہوئے' تو پھر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' اور اس کے ترک پر سب نے اتفاق کیا' مگر تیسری رات آئی تو پھر قرآن کی لذت و حلاوت نے انھیں چلنے اور سننے پر مجبور کر دیا' پھر پہنچے اور رات بھر قرآن سن کر لوٹنے لگے' تو پھر راستہ میں اجتماع ہو گیا' تو اب سب نے کہا کہ آؤ آپس میں معاہدہ کر لیں کہ آئندہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے' چنانچہ اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی' اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے' صبح کو

Marfat.com

اخنس بن شُریق نے اپنی لاٹھی اٹھائی' اور پہلے ابو سفیانؓ کے پاس پہنچا' کہ بتلاؤ اس کلام کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ اُس نے دبے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا' تو اخنسؓ نے کہا کہ بخدا میری بھی یہی رائے ہے' اس کے بعد وہ ابو جہل کے پاس پہنچا' اور اُس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد ﷺ کے کلام کو کیسا پایا؟

ابو جہل نے کہا کہ صاف بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان اور بنو عبد مناف کے خاندان میں ہمیشہ سے چشمک چلی آتی ہے' قوم کی سیادت و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں' انھوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے اُن سے بڑھ کر یہ کام کر دکھایا' انھوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہیں رہے' یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں۔

ان حالات میں اُن کے خاندان سے یہ آواز اٹھی کہ ہمارے میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے' اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ ہم کیسے کریں' اس لیے ہم نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے اُن کا مقابلہ کریں گے' اور ہرگز ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ (خصائص' ص ۱۱۵ ج ۱)

اسلام حضرت جبیر بن مطعمؓ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے واقعہ پیش آیا کہ اتفاقاً انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا' جب آپ ﷺ آخری آیات پر پہنچے تو جُبیرؓ کہتے ہیں کہ میرا دل گویا اُڑنے لگا' اور یہ سب سے پہلا دن تھا کہ میرے دل میں اسلام نے اثر کیا' وہ آیات یہ ہیں:

Marfat.com

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَo اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ o اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَo ط

سورہ الطور

"کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ' یا وہی ہیں بنانے والے' یا انھوں نے بنائے ہیں آسمان اور زمین! کوئی نہیں' پر یقین نہیں کرتے' کیا اُن کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں"

فرانس کا مشہور مستشرق مارڈریس کا اعتراف

فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈریس جس کو حکومتِ فرانس کی وزارتِ معارف نے قرآن حکیم کی باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا اس نے اعتراف کیا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے :۔

"بے شک قرآن کا طرزِ بیان خالق جلّ وعلا کا طرزِ بیان ہے' بلاشبہ جن حقائق و معارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ ایک کلامِ الٰہی ہی ہو سکتا ہے' اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں شک و شبہ کرنے والے بھی جب اس کی تاثیر عظیم کو دیکھتے ہیں تو تسلیم و اعتراف پر مجبور ہوتے ہیں' پچاس کروڑ مسلمان جو سطحِ زمین کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں اُن میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیحی مشن میں کام کرنے والے بالاجماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ جس مسلمان نے اسلام اور قرآن کو سمجھ لیا وہ کبھی مرتد ہوا یا قرآن کا منکر ہو گیا۔"

Marfat.com

ڈاکٹر گستاولی بان کا اعتراف

ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب تمدنِ عرب میں صفائی سے اس حیرت انگیزی کا اعتراف کیا' اُن کے الفاظ کا ترجمہ اُردو میں یہ ہے :

"اس پیغمبرِ اسلام اس نبی اُمیّ علیہ السلام کی بھی ایک حیرت انگیز سرگذشت ہے' جس کی آواز نے ایک قومِ ناہنجار کو جو اُس وقت تک کسی ملک گیر کے زیرِ حکومت نہ آئی تھی رام کیا' اور اس درجہ پر پہنچادیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیرو زبر کر ڈالا' اور اس وقت بھی وہی نبی اُمی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگانِ خدا کو کلمہ ٔ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔"

مسٹر وڈول کا اعتراف

مسٹر وڈول جس نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا ہے لکھتا ہے کہ :

"جتنا بھی ہم اس کتاب (یعنی قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اُسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے' لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی ہے' متحیّر بنا دیتی ہے' اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے' اس کا طرزِ بیان باعتبار اس کے مضامین واغراض کے عفیف' عالی شان اور تہدید آمیز ہیں اور جابجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں' غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پُر زور اثر دکھاتی رہے گی" (شہادۃ الاقوام' ص ۱۳)

Marfat.com

مسٹر کونٹ ہنروی کے تاثرات

"عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہو جو بالکل اُمّی تھا' تمام مشرق نے اقرار کر لیا ہے کہ نوعِ انسانی لفظاً و معنیً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے' یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کر دیا' اُن کو خدا کا معترف ہونا پڑا' یہ وہی کلام ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پڑھے تو اس کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے' اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اُسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا"

(شہادۃ الاقوام ص ۱۴)

ڈاکٹر گبن کا اعتراف

"قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی رُوح ہے' قانونِ اساسی ہے' اور صرف اصولِ مذہب ہی کے لیے نہیں' بلکہ احکامِ تعزیرات کے لیے اور قوانین کے لیے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے' جن سے نوعِ انسان کی زندگی وابستہ ہے' جن کو حیاتِ انسانی کی ترتیب و تنسیق سے گہرا تعلق ہے' حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے' یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی"۔

حضرت ابو حازم تابعی سلیمان بن عبد الملک کے دربار میں

مسند دارمی میں سند کے ساتھ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبد الملک ،

Marfat.com

مدینہ طیبہ پہنچے اور چند روز قیام کیا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ طیبہ میں اب کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو؟ لوگوں نے بتلایا' ہاں ابو حازمؒ ایسے شخص ہیں' سلیمانؒ نے اپنا آدمی بھیج کر اُن کو بلوالیا' جب وہ تشریف لائے تو سلیمانؒ نے کہا کہ اے ابو حازم یہ کیا بے مروتی اور بے وفائی ہے؟ ابو حازمؒ نے کہا' آپ نے میری کیا بے مروتی اور بے وفائی دیکھی ہے؟ سلیمان نے کہا کہ مدینہ کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے' آپ نہیں آئے' ابو حازم نے کہا' امیر المومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہے' آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا' ایسے حالات میں خود ملاقات کے لیے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' بے وفائی کیسی؟

سلیمان نے جواب سنکر ابن شہاب زہری اور حاضرین مجلس کی طرف التفات کیا' تو امام زہریؒ نے فرمایا کہ ابو حازم نے صحیح فرمایا' آپ نے غلطی کی۔

اس کے بعد سلیمان نے رُوئے سخن بدل کر کچھ سوالات شروع کیے اور کہا اے ابو حازم! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا ہے' اس لیے آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں۔

سلیمان نے تسلیم کیا' اور پوچھا کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟ فرمایا کہ نیک عمل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسے کوئی مسافر سفر سے واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے' اور بُرے عمل کرنے والا اس طرح پیش ہوگا' جیسا کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر آقا کے پاس حاضر کیا جائے۔

سلیمان یہ سُن کر رو پڑے اور کہنے لگے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا صورت تجویز کر رکھی ہے' ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے اعمال کو

Marfat.com

اللہ کی کتاب پر پیش کرو تو پتہ لگ جائے گا۔

سلیمان نے دریافت کیا کہ قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟ فرمایا اس آیت سے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِی نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِی جَحِیْمٍ

"یعنی بلا شبہ نیک عمل کرنے والے جنت کی نعمتوں میں ہیں'

اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں"

سلیمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی ہے' وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے' فرمایا

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے"۔

سلیمان نے پوچھا اے ابو حازم اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ کون عزت والا ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو مروت اور عقلِ سلیم رکھنے والے ہیں۔

پھر پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ۔

پھر دریافت کیا کہ کونسی دعاء زیادہ قابلِ قبول ہے؟ تو فرمایا کہ جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اس کی دعاء اپنے محسن کے لیے اقرب الی القبول ہے۔

پھر دریافت کیا کہ صدقہ کونسا افضل ہے؟ تو فرمایا کہ مصیبت زدہ سائل کے لیے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہو سکے' اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذا پہنچائے۔

پھر دریافت کیا کہ کلام کونسا افضل ہے؟ تو فرمایا کہ جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمھاری کوئی حاجت ہو اور امید وابستہ ہو اسکے سامنے بغیر کسی رورعایت کے حق بات کہہ دینا۔

Marfat.com

پھر دریافت کیا کہ کونسا مسلمان سب سے زیادہ ہوشیار ہے؟ فرمایا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو' اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ہو۔

پھر پوچھا کہ مسلمانوں میں کون شخص احمق ہے؟ فرمایا وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے' جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس نے دوسرے کی دنیا درست کرنے کے لیے اپنا دین بیچ دیا' سلیمان نے کہا کہ صحیح فرمایا۔

اس کے بعد سلیمان نے اور واضح الفاظ میں دریافت کیا کہ ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابو حازمؒ نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے' سلیمان نے کہا' کہ نہیں' آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابو حازمؒ نے فرمایا: اے امیر المومنین تمھارے آباؤاجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی' اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا' اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے' کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں' اور ان کو کیا کہا جاتا ہے۔

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابو حازمؒ کی اس صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابو حازم تم نے یہ بہت بُری بات کہی ہے' ابو حازمؒ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو' بُری بات نہیں کہی' بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں' لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ۔

یہی وہ بات ہے جس کے لیے یہ طویل حکایت امام قرطبی نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں درج فرمائی ہے۔

سلیمان نے پھر سوال کیا کہ اچھا اب ہمارے درست ہونے کا کیا طریقہ

Marfat.com

ہے؟ فرمایا کہ تکبر چھوڑو' مروت اختیار کرو' اور حقوق والوں کو ان کے حقوق انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔

سلیمان نے کہا کہ ابو حازم کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں' فرمایا: خدا کی پناہ سلیمان نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا کہ اس لیے کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ میں تمھارے مال و دولت اور عزت و جاہ کی طرف کچھ مائل ہو جاؤں' جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے۔

پھر سلیمان نے کہا کہ اچھا آپ کی کوئی حاجت ہو تو بتلایئے کہ ہم اس کو پورا کریں؟ فرمایا: ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنم سے نجات دلا دو اور جنت میں داخل کر دو' سلیمان نے کہا کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں' فرمایا کہ پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں۔

آخر میں سلیمان نے کہا کہ اچھا میرے لیے دعا کیجیے' تو ابو حازم نے یہ دعا کی' یا اللہ اگر سلیمان آپ کا پسندیدہ ہے تو اس کے لیے دنیا و آخرت کی بہتری کو آسان بنا دے' اور اگر وہ آپ کا دشمن ہے تو اس کے بال پکڑ کر اپنی مرضی اور محبوب کاموں کی طرف لے آ۔

سلیمان نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمادیں' ارشاد فرمایا کہ مختصر یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت و جلال اس درجہ میں رکھو' کہ وہ تمھیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے' اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

سلیمان نے اس مجلس سے فارغ ہونے کے بعد ۱۰۰ اگنیاں بطور ہدیہ کے ابو حازم کے پاس بھیجیں' ابو حازم نے ایک خط کے ساتھ اُن کو واپس کر دیا' خط میں لکھا تھا کہ اگر یہ سو دینار میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک خون اور خنزیر کا گوشت اس سے بہتر ہے' اور اگر اس لیے بھیجا ہے کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو مجھ

Marfat.com

جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں' اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

قصہ سامری

یہ قصہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل بقول بعض' مصر میں واپس آ کر رہنے لگے' یا بقول بعض کسی اور مقام پر ٹھہر گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے عرض کیا' کہ اب ہم بالکل مطمئن ہو گئے' اگر کوئی شریعت ہمارے لیے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بنائیں' موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم کوہِ طور پر آ کر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو' ایک کتاب تم کو دیں گے' آپ نے ایسا ہی کیا' اور توراۃ آپ کو مل گئی' مگر دس روز مزید عبادت میں مشغول رہنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزہ رکھنے کے بعد افطار فرما لیا تھا' اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کا رائحہ (جو خلوِ معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتا ہے) پسند ہے' اس لیے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں تاکہ وہ رائحہ پھر پیدا ہو جائے' اس طرح یہ چالیس روزے پورے ہو گئے' موسیٰ علیہ السلام تو یہاں رہے' اور وہاں ایک شخص سامری نامی تھا' اس نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑے کا قالب بنا کر اس کے اندر وہ مٹی جو اس نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اٹھا کر اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی تھی ڈال دی۔ اس بچھڑے میں جان پڑ گئی' اور جہلاء بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعۂ کوہِ طور

اس کا قصہ اس طرح ہوا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لا کر

Marfat.com

پیش کی' کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے' تو بعض گستاخ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دے کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم کو یقین آجائے گا' موسیٰ علیہ السلام نے باذنِ الٰہی فرمایا کہ کوہ طور پر چلو' یہ بات بھی ہو جائے گی' بنی اسرائیل نے اس کام کے لیے ستر آدمی منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر روانہ کیے' وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سُنا' تو اُس وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی' خدا جانے کون بول رہا ہوگا' اگر خدا کو دیکھ لیں تو بے شک مان لیں' چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا' اس لیے اس گستاخی پر اُن پر بجلی آپڑی اور سب ہلاک ہو گئے۔

وادی تیہ اور دو قصے

دونوں قصے وادی تیہ میں واقع ہوئے' وادی تیہ کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملکِ شآم ہے' حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے' اور یہاں ہی رہ پڑے' اور ملک شام میں عمالقہ نامی قوم کا تسلط ہو گیا' فرعون جب غرق ہو گیا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے' تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کرو' اور اپنی اصلی جگہ کو اُن کے قبضہ سے چھڑالو' بنی اسرائیل اس ارادہ پر مصؔر سے چلے' اور اُن کی حدود میں پہنچ کر جب عمالقہ کے زور و قوت کا حال معلوم ہوا تو ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس انکار کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگرداں و پریشان پھرتے رہے' گھر پہنچنا بھی نصیب نہ ہوا۔

یہ میدان کچھ بہت بڑا رقبہ نہ تھا' بلکہ مصؔر' اور شام' کے درمیان پانچ چھ کوس یعنی تقریباً دس میل کا رقبہ تھا' روایت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وطن مصؔر جانے کے لیے دن بھر سفر کرتے' اور رات کو کسی منزل پر اُترتے صبح کو دیکھتے کہ جہاں سے چلے تھے

Marfat.com

وہیں ہیں، اسی طرح چالیس سال سرگرداں و پریشاں اس میدان میں پھرتے رہے، اسی لیے اس میدان کو وادی تیہ کہا جاتا ہے، تیہ کے معنی ہیں سرگردانی اور پریشانی کے۔

یہ وادی تیہ ایک کھلا میدان تھا، نہ اس میں کوئی عمارت تھی نہ درخت، جس کے نیچے دھوپ اور سردی اور گرمی سے بچا جا سکے، اور نہ یہاں کوئی کھانے پینے کا سامان تھا، نہ پہننے کے لیے لباس، مگر اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے اسی میدان میں اُن کی تمام ضروریات کا انتظام فرمادیا، بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سفید رقیق ابر کا سایہ کر دیا، اور بھوک کا تقاضا ہوا تو من وسلویٰ نازل فرمادیا، یعنی درختوں پر ترنجبین جو ایک شیریں چیز ہے بکثرت پیدا کر دی، یہ لوگ اس کو جمع کر لیتے، اسی کو مَنّ کہا گیا ہے، اور بٹیریں اُن کے پاس جمع ہو جاتیں، اُن سے بھاگتیں نہ تھیں، یہ اُن کو پکڑ لیتے، اور ذبح کر کے کھاتے اسی کو "سلویٰ" کہا گیا ہے یہ لوگ دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیتے چونکہ ترنجبین کی کثرت معمول سے زائد تھی، اور بٹیروں کا وحشت نہ کرنا یہ بھی معمول کے خلاف ہے، لہٰذا اس حیثیت سے دونوں چیزیں خزانہ غیب سے قرار دی گئیں ان کو پانی کی ضرورت پیش آتی تو موسیٰ علیہ السلام کو ایک پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا گیا اس پتھر سے چشمے پھوٹ پڑے جیسا کہ دوسری آیات قرآنی میں مذکور ہے ان لوگوں نے رات کی اندھیری کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایک روشنی عمودی شکل میں ان کے محلّہ کے درمیان قائم فرمادی، کپڑے میلے ہوئے اور پھٹنے لگے اور لباس کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بطور اعجاز یہ صورت کر دی کہ اُن کے کپڑے میلے ہوں نہ پھٹیں، اور بچوں کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ ان کے بدن کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہیں۔

اللہ کی نافرمانی کا انجام

یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں

Marfat.com

ہوا' بنی اسرائیل کے لیے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لیے مقرر تھا' اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے' اور مچھلی کے شوقین تھے اُس حکم کو نہ مانا' اور شکار کیا' اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخِ صورت کا عذاب نازل ہوا' تین دن کے بعد وہ سب مر گئے۔

واقعہ مسخِ صورت یہود

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہود نے اول اول تو اس طرح کے حیلے کر کے مچھلیاں پکڑیں' پھر ہوتے ہوتے عام طور پر شکار کھیلنے لگے' تو ان میں دو جماعتیں ہو گئیں' ایک جماعت علماء و صلحاء کی تھی' جنھوں نے ان کو ایسا کرنے سے روکا' یہ باز نہ آئے تو اُن سے برادرانہ تعلقات قطع کر کے بالکل الگ ہو گئے' اور بستی کے دو حصے کر لیے' ایک میں یہ نافرمان لوگ رہ گئے' دوسرے میں علماء و صلحاء رہے' ایک روز اُن کو یہ محسوس ہوا کہ جس حصہ میں یہ نافرمان لوگ رہتے تھے ادھر بالکل سناٹا ہے تو وہاں جا کر دیکھا تو سب کے سب بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے تھے' اور حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ اُن کے جوان بندر بنا دیئے گئے تھے اور بوڑھے خنزیر کی شکل میں منتقل کر دیئے گئے تھے' اور مسخ شدہ بندر اپنے رشتہ دار اور تعلق والے انسانوں کو پہچانتے تھے' اُن کے قریب آ کر روتے تھے۔

اس معاملہ میں صحیح بات وہ ہے جو خود رسولِ کریم ﷺ سے بروایت عبداللہ بن مسعودؓ صحیح مسلم میں منقول ہے' کہ بعض لوگوں نے اپنے زمانے کے بندروں اور خنزیروں کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا یہ وہی مسخ شدہ یہودی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں مسخ صورت کا عذاب نازل کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں چلتی' (بلکہ چند روز میں ہلاک ہو کر ختم ہو جاتے

Marfat.com

ہیں) اور پھر فرمایا کہ بندر اور خنزیر دنیا میں پہلے سے بھی موجود تھے (اور آج بھی ہیں، مگر مسخ شدہ بندروں اور خنزیروں سے اُن کا کوئی جوڑ نہیں)۔

قوم اوس و خزرج کی تفصیل

اہلِ مدینہ میں دو قومیں تھیں: اوسؔ و خزرجؔ، اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی، اور کبھی کبھی قتال کی نوبت بھی آجاتی تھی، اور مدینہؔ کے گرد و نواح میں یہودیوں کی دو قومیں بنی قریظہؔ اور بنی نضیرؔ آباد تھیں، اوسؔ و بنی قریظہؔ کی باہم دوستی تھی، اور خزرجؔ و بنی نضیرؔ میں باہم یارانہ تھا، جب اوسؔ و خزرجؔ میں باہم لڑائی ہوتی تو دوستی کی بناء پر بنو قریظہ تو اوسؔ کے مددگار ہوتے، اور بنو نضیرؔ خزرجؔ کی طرفداری کرتے، تو جہاں اوسؔ و خزرجؔ مارے جاتے اور خانماں آوارہ ہوتے ان کے دوستوں اور حامیوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی، اور ظاہر ہے کہ بنو قریظہ کے قتل و اخراج میں بنو نضیر کا بھی ہاتھ ہوتا، اور ایسا ہی بالعکس، البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں قید ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال پر راضی کر کے اس قیدی کو رہائی دلا دیتے، اور کوئی پوچھتا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو اس کو جواب دیتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر واجب ہے، اور اگر کوئی قتل و قتال میں معین و مددگار بننے پر اعتراض کرتا تو کہتے کہ کیا کریں دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے۔

ہاروت و ماروت کا تفصیلی قصہ

ایک زمانے میں جس کی پوری تعیین میں کوئی محققانہ رائے اس وقت سامنے نہیں، دنیا میں اور خصوصاً بابلؔ میں جادو کا بہت چرچا تھا، اور اس کے عجیب اثرات کو دیکھ کر جاہلوں کو اس کی حقیقت اور انبیاء کرام کے معجزات کی حقیقت میں اختلاط و

Marfat.com

اشتباہ ہونے لگا' اور بعض لوگ جادوگروں کو مقدس اور قابلِ اتباع سمجھنے لگے' اور بعض لوگ جادو کو نیک کام سمجھ کر اس کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے لگے' جیسا موجودہ دور میں مسمریزم کے ساتھ لوگوں کا معاملہ ہو رہا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس اشتباہ اور غلطی کے رفع کرنے کے لیے بابل میں دو فرشتے ہاروت و ماروت نامی اس کام کے لیے بھیجے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کے شعبوں سے مطلع کر دیں تاکہ اشتباہ جاتا رہے' اور جادو پر عمل کرنے نیز جادوگروں کے اتباع کرنے سے اجتناب کر سکیں' اور جس طرح انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو معجزات و دلائل سے ثابت کر دیا جاتا ہے' اسی طرح ہاروت و ماروت کے فرشتہ ہونے پر دلائل قائم کر دیئے گئے' تاکہ ان کے احکامات و ارشادات کی تعمیل و اطاعت ممکن ہو۔

اور یہ کام انبیاء کرام سے اس لیے نہیں لیا گیا کہ اول تو انبیاء اور جادوگروں میں امتیاز و فصل کرنا مقصود تھا' ایک حیثیت سے گویا انبیاء کرام ایک فریق کا درجہ رکھتے تھے' اس لیے حکم فریقین کے علاوہ کوئی اور ثالث ہونا مناسب تھا۔

دوسرے اس کام کی تکمیل بغیر جادو کے الفاظ کی نقل و حکایت کے عادۃً ہو نہ سکتی تھی' اگرچہ نقل کفر کفر نباشد کے عقلی و نقلی مسلمہ قاعدہ کے مطابق ایسا ہو سکتا تھا' مگر چونکہ حضرات انبیاء کرام مظہرِ ہدایت ہوتے تھے' اس لیے ان سے یہ کام لینا مناسب نہ سمجھا گیا' لہٰذا فرشتوں کو اس کام کے لیے تجویز کیا گیا' کیونکہ کارخانہ تکوین میں جو خیر و شر سب پر مشتمل ہوتا ہے' ان فرشتوں سے ایسے کام بھی لیے جاتے ہیں جو مجموعہ عالم کے اعتبار سے توبوجہ مصالحِ عامہ خیر ہوں' لیکن لزوم مفسدہ کے سبب فی ذاتہٖ شر ہوں' جیسے کسی ظالم و جابر یا موذی جانور وغیرہ کی نشوونما اور غور و پرداخت! کہ تکوینی اعتبار سے تو درست و محمود ہے' اور تشریعی لحاظ سے نادرست و مذموم' بخلاف انبیاء کرام علیہم السلام کے کہ ان سے خاص تشریعیات کا کام ہی لیا جاتا

Marfat.com

ہے جو خصوصاً و عموماً خیر ہی خیر ہوتا ہے' اور گو کہ یہ نقل و حکایت مذکورہ غرض کے لحاظ سے ایک تشریعی کام ہی تھا' لیکن پھر بھی بوجہ احتمال قریب اس امر کے کہ کہیں یہ نقل و حکایت بھی جادو پر عمل کا سبب نہ بن جائے' جیسا کہ واقع میں ہوا' تو حضرات انبیاء کو اس کا سبب بواسطہ نقل بنانا بھی پسند نہیں کیا گیا۔

البتہ کلیات شرعیہ سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بھی اس مقصود کی تکمیل کر دی گئی' ان کلیات کے جزئیات کی تفصیلات بوجہ احتمال فتنہ انبیاء کرام کے ذریعہ بیان نہیں کی گئیں' اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً انبیاء کرام نے یہ بتایا ہے کہ رشوت لینا حرام ہے' اور اس کی حقیقت بھی بتلا دی' لیکن یہ جزئیات نہیں بتلائے' کہ ایک طریقہ رشوت کا یہ ہے کہ صاحبِ معاملہ سے یوں چال کر کے فلاں بات کہے' وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس طرح کی تفصیلات بیان کرنے سے تو لوگ اور ترکیبیں سیکھ سکتے ہیں' یا مثلاً اقسامِ سحر ہی میں مثال فرض کیجیے کہ قواعد کلیہ سے یہ بتلا دیا گیا ہے کہ دستِ غیب کا عمل جس میں تکیہ کے نیچے یا جیب میں رکھے ہوئے روپے مل جائیں ناجائز ہے' لیکن یہ نہیں بتلایا کہ فلاں عمل پڑھنے سے اس طرح روپے ملنے لگتے ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ فرشتوں نے بابل میں آ کر اپنا کام شروع کر دیا' کہ سحر کے اصول و فروع ظاہر کر کے لوگوں کو اس کے عملِ بد سے بچنے کی اور ساحرین سے نفرت و دوری رکھنے کی تنبیہ اور تائید کی' جیسے کوئی عالم دیکھے کہ جاہل لوگ اکثر نادانی سے کفریہ کلمات بک جاتے ہیں' اس لیے وہ تقریراً یا تحریراً ان کلمات کو جو اس وقت شائع ہیں جمع کر کے عوام کو مطلع کر دے کہ دیکھو یہ کلمات بچنے کے لائق ہیں ان سے احتیاط رکھنا۔

جب فرشتوں نے کام شروع کیا تو وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی آمد و رفت ان کے پاس شروع ہوئی' اور وہ درخواست کرنے لگے کہ ہم کو بھی ان اصول و فروع

Marfat.com

سے مطلع کر دیجیے تاکہ ناواقفی سے کسی اعتقادی یا عملی فساد میں مبتلا نہ ہو جائیں' اس وقت فرشتوں نے بطور احتیاط و تبلیغ اور بنظرِ اصلاح یہ التزام کیا کہ اصول و فروع بتانے سے قبل یہ کہدیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارے یہ بتانے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں ان چیزوں پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی حفاظت واصلاح کرتا ہے' کہ شر سے آگاہ ہو کر اس سے بچے' اور کون اپنا دین خراب کرتا ہے کہ اس شر پر مطلع ہو کر وہی شر خود اختیار کر لے' جس کا انجام کفر ہے' خواہ کفر عملی ہو یا اعتقادی' دیکھو ہم تم کو نصیحت کیے دیتے ہیں کہ اچھی نیت سے اطلاع حاصل کرنا اور پھر اسی نیت پر ثابت قدم رہنا' ایسا نہ ہو کہ ہم سے تو یہ کہہ کر سیکھ لو کہ میں بچنے کے لیے پوچھ رہا ہوں' اور پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو جاؤ' اور ایمان برباد کر لو۔

اب ظاہر ہے کہ وہ اس سے زیادہ خیر خواہی اور کیا کر سکتے تھے' غرض جو کوئی ان سے اس طرح عہد و پیمان کر لیتا وہ اس کے روبرو جادو کے سب اصول و فروع بیان کر دیتے تھے' کیونکہ ان کا کام ہی یہ تھا' اب اگر کوئی عہد شکنی کر کے اپنے ارادہ و اختیار سے کافر و فاجر بنے وہ جانے۔ چنانچہ بعضے اس عہد پر قائم نہ رہے' اور اس جادو کو مخلوق کی ایذا رسانی کا ذریعہ بنا لیا' جو فسق تو یقیناً ہے' اور بعضے طریقے اس کے استعمال کے کفر بھی ہیں' اس طرح سے فاجر کافر بن گئے۔

اس ارشادِ اصلاحی اور پھر مخاطب کے خلاف کرنے کی مثال اس طرح ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص کسی جامع معقول و منقول' عالم باعمل کے پاس جائے کہ مجھ کو قدیم یا جدید فلسفہ پڑھا دیجیے' تاکہ خود بھی ان شبہات سے محفوظ رہوں جو فلسفہ میں اسلام کے خلاف بیان کیے جاتے ہیں' اور مخالفین کو بھی جواب دے سکوں' اور اس عالم کو یہ احتمال ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو دھوکہ دے کر پڑھ لے' اور پھر خود ہی خلافِ شرع عقائد باطلہ کو تقویت دینے میں اس کو استعمال کرنے لگے' اس احتمال کی وجہ سے اس کو

Marfat.com

نصیحت کرے کہ ایسا مت کرنا اور وہ وعدہ کر لے' اور اس لیے اس کو پڑھا دیا جاوے' لیکن وہ شخص فلسفہ کے خلافِ اسلام نظریات و عقائد ہی کو صحیح سمجھنے لگے تو ظاہر ہے کہ اس کی اس حرکت سے اس معلم پر کوئی ملامت یا برائی عائد نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس اطلاعِ سحر سے ان فرشتوں پر بھی نہ کسی شبہ کی گنجائش ہے نہ وسوسہ کی۔

اور اس فرض کی تکمیل کے بعد غالباً وہ فرشتے آسمان پر بلا لیے گئے ہوں گے' واللہ اعلم بحقیقہ الحال (بیان القرآن)

حضرت علیؓ کا ایک واقعہ

قرطبی نے اس جگہ ایک واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو کوئی آدمی وعظ کہہ رہا تھا' آپ نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وعظ و نصیحت کر رہا ہے' آپ نے فرمایا نہیں' یہ کوئی وعظ و نصیحت نہیں کرتا' بلکہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں سو پہچانو' پھر اس شخص کو بلوا کر پوچھا کہ کیا تم قرآن و حدیث کے ناسخ منسوخ احکام کو جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں میں نہیں جانتا' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہماری مسجد سے نکل جاؤ' آئندہ کبھی یہاں وعظ نہ کہو۔

یہودیوں نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا

زمانہ اسلام سے پہلے جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تو روم کے نصاریٰ نے ان سے انتقام لینے کی خاطر عراق کے ایک مجوسی ا۔ بادشاہ کے ساتھ مل کر اپنے بادشاہ طیطوس کی سرکردگی میں شام کے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان کو قتل و غارت کیا اور تورات کے نسخے جلا ڈالے' بیت المقدس میں نجاسات اور

Marfat.com

خنزیر ڈال دیئے' اس کی عمارت کو خراب و ویران کر دیا' بنی اسرائیل کی قوت و شوکت کو بالکل پامال اور ختم کر دیا' آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک تک بیت المقدس اسی طرح ویران و منہدم پڑا تھا۔

فاروق اعظمؓ کے عہد میں جب شام و عراق فتح ہوئے تو آپ کے حکم سے بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی' زمانہ دراز تک پورا ملکِ شام و بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا' پھر ایک عرصہ کے بعد بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا' اور تقریباً سو سال یورپ کے عیسائیوں کا اس پر قبضہ رہا' تا آنکہ چھٹی صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے پھر اس کو فتح کیا۔

فاروق اعظمؓ کے عہد میں جب شام و عراق فتح ہوئے تو آپ کے حکم سے بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی، زمانہ دراز تک پورا ملک شام و بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پھر ایک عرصہ کے بعد بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اور تقریباً سو سال یورپ کے عیسائیوں کا اس پر قبضہ رہا، تا آنکہ چھٹی صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے پھر اس کو فتح کیا۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم امتحانات

حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت کا خلعتِ خاص عطا فرمایا جائے' اس لیے ان کو سخت امتحانات سے گذارا گیا' پوری قوم کی قوم حتیٰ کہ اپنا خاندان سب کے سب بت پرستی میں مبتلا تھے سب کے عقائد و رسوم سے مختلف

بعض مفسرین نے اس مجوسی بادشاہ کا نام بخت نصر بتلایا اس سے معروف بخت نصر تو اس لیے مراد نہیں ہو سکتا کہ اس کا زمانہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہے، یہ ممکن ہے کہ بعد میں کسی دوسرے بادشاہ کو بخت نصر ثانی کہنے لگے ہوں۔ (محمد شفیع)

Marfat.com

ایک دین حنیف ان کو عطا کیا گیا' اور اس کی تبلیغ اور قوم کو اس کی طرف دعوت دینے کا بار گراں آپ پر ڈالا گیا' آپ نے پیغمبرانہ جرأت وہمت کے ساتھ بے خوف وخطر قوم کو خدائے وحدہ، لاشریک لہ' کی طرف بلایا' بت پرستی کی شرمناک رسم کی خرابیاں مختلف عنوانات سے بیان کیں' عملی طور پر بتوں کے خلاف جہاد کیا' پوری قوم کی قوم آمادہء جنگ وجدال ہو گئی' بادشاہِ وقت نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دینے کا فیصلہ کر لیا' اللہ کے خلیلؑ نے اپنے مولا کی رضامندی کے لیان سب بلاؤں پر راضی ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال دینے کے لیے پیش کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کو امتحان میں کامیاب پایا تو آگ کو حکم دیا:

قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ	"ہم نے حکم دیدیا کہ اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور ذریعہ سلامتی بن جا۔"

جس وقت یہ حکم خداوندی آتشِ نمرود کے متعلق آیا تو حکم کے الفاظ عام تھے' کسی خاص آگ کی تعیین کر کے حکم نہیں دیا گیا تھا' اس لیے پوری دنیا میں جہاں آگ موجود تھی اس حکم خداوندی کے آتے ہی اپنی اپنی جگہ ہر آگ ٹھنڈی ہو گئی' اور نارِ نمرود بھی اس زمرہ کا فرد بن کر ٹھنڈی پڑ گئی۔

قرآن میں لفظ بَرْدًا کے ساتھ سَلَامًا کا اضافہ اس لیے فرمایا گیا کہ کسی چیز کی ٹھنڈک حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو وہ بھی برف کی طرح تکلیف دہ بلکہ مہلک ہو جاتی ہے' اگر لفظ سلاماً ارشاد نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ آگ برف کی طرح ایسی ٹھنڈی ہو جاتی جو جائے خود ایک عذاب بن جاتی جیسے جہنم میں ایک عذاب زمہریر کا بھی ہے۔

اس امتحان سے فارغ ہو کر دوسرا امتحان یہ لیا گیا کہ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر جائیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے

Marfat.com

خداوندی کی تڑپ میں قوم ووطن کو بھی خیرباد کہہ دیا۔اور مع اہل وعیال ہجرت کر کے شام میں چلے آئے!

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
فرزند و عیال و خانماں راچہ کند

اب قوم ووطن کو چھوڑ کر ملکِ شام میں قیام کیا ہی تھا کہ یہ حکم ملا کہ بی بی ھاجرہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شیر خوار بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر یہاں سے بھی کوچ کریں۔ (ابن کثیر)

جبرئیل امین آئے اور دونوں کو ساتھ لے کر چلے' راستہ میں جہاں کوئی سرسبز جگہ آتی تو حضرت خلیلؑ فرماتے کہ یہاں ٹھہرا دیا جائے' جبرئیل فرماتے کہ یہاں کا حکم نہیں' منزل آگے ہے' جب وہ خشک پہاڑ اور گرم ریگستان آجاتا جہاں آگے کسی وقت بیت اللہ کی تعمیر اور شہر مکہ کی بستی بسانا مقدر تھا' اس ریگستان میں آپ کو اتار دیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کے خلیل اپنے پروردگار کی محبت میں مسرور و مگن اسی چٹیل میدان اور بے آب و گیاہ جنگل میں بی بی کو لے کر ٹھہر جاتے ہیں' لیکن یہ امتحان اسی پر ختم نہیں ہو جاتا' بلکہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ بی بی اور بچے کو یہیں چھوڑ دیں' اور خود ملکِ شام کو واپس ہو جائیں' اللہ کا خلیل حکم پاتے ہی اس کی تعمیل میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے' اور شام کی طرف روانہ ہو جاتا ہے' تعمیل حکم میں اتنی تاخیر بھی گوارہ نہیں کہ بیوی کو یہ اطلاع ہی دے دے کہ مجھے چونکہ خدا کا یہ حکم ملا ہے اس لیے میں جا رہا ہوں' حضرت ہاجرہ علیہا السلام جب آپ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پکارتی ہیں' مگر آپ جواب نہیں دیتے' پھر پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس لق ودق میدان میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ اس کا بھی جواب نہیں دیتے' مگر وہ بی بی بھی خلیل اللہ کی بی بی تھیں سمجھ گئیں کہ ماجرا کیا ہے' اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

کوئی حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں' حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی جب حکم خدا وندی کا علم ہو گیا' تو نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ جایئے جس مالک نے آپ کو چلے جانے کا حکم فرمایا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔

اب حضرت ہاجرہؑ اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ اس لق ودق جنگل میں وقت گذارنے لگتی ہیں' پیاس کی شدت پانی کی تلاش پر مجبور کرتی ہے' بچے کو کھلے میدان میں چھوڑ کر' صفاو مروہ کی پہاڑیوں پر بار بار چڑھتی اترتی ہیں کہ کہیں پانی کے آثار نظر آئیں' یا کوئی انسان نظر آجائے جس سے کچھ معلومات حاصل کریں' سات مرتبہ کی دوڑ دھوپ کے بعد مایوس ہو کر بچے کے پاس لوٹ آتی ہیں' صفاو مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑنا اسی کی یادگار کے طور پر قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے احکام حج میں ضروری قرار دیا گیا ہے' حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنی دوڑ دھوپ ختم کرنے اور مایوس ہونے کے بعد جب بچے کے پاس آتی ہیں تو رحمتِ خداوندی نازل ہوتی ہے' جبرئیل امین آتے ہیں' اور اس خشک ریگستان کی زمین سے پانی کا ایک چشمہ نکال دیتے ہیں' جس کا نام آج زمزم ہے' پانی کو دیکھ کر اوّل جانور آجاتے ہیں' پھر جانوروں کو دیکھ کر انسان پہنچتے ہیں' اور مکہ کی آبادی کا سامان ہو جاتا ہے' ضروریاتِ زندگی کی کچھ آسانیاں مہیا ہو جاتی ہیں۔

نو مولود بچہ جن کو آج حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہا جاتا ہے نشو ونما پاتے ہیں اور کام کاج کے قابل ہو جاتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام باشاراتِ ربانی گاہ گاہ تشریف لاتے ہیں' اور بی بی و بچہ کو دیکھ جاتے ہیں' اس وقت پھر اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کا تیسرا امتحان لیتے ہیں' یہ بچہ اس بے کسی اور بے سروسامانی میں پروان چڑھا' اور بظاہر اسباب باپ کی تربیت اور شفقت سے بھی محروم رہا' اب والد ماجد کو بظاہر یہ حکم ملتا ہے اس بچے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دو' ارشاد قرآنی ہے :

Marfat.com

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِنِّیٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی، قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیٓ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ○

"جب بچہ اس قابل ہو گیاکہ باپ کے ساتھ کام کاج میں کچھ مدد دے سکے تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے بیٹے میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں، تو بتلا کہ تیرا کیا خیال ہے؟ فرزند سعید نے عرض کیا کہ ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجیے آپ مجھے بھی اسکی تعمیل میں انشاء اللہ ثابت قدم پائیں گے۔

اس کے بعد کا واقعہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لیے منیٰ کے جنگل میں لے گئے، اور اپنی طرف سے حکم حق جل وعلا شانہ، کی پوری تعمیل کر دی، مگر وہاں مقصود بچے کو ذبح کرانا نہیں بلکہ شفیق باپ کا امتحان کرنا تھا، واقعہ خواب کے الفاظ میں غور کیا جائے کہ اس میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر دیا، بلکہ ذبح کا عمل کرتے دیکھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر دکھایا اور اس عمل کو بذریعہ وحی منام دکھلانے میں بھی شاید یہی مصلحت ہو کہ بذریعہ کلام حکم ذبح دینا منظور نہ تھا، اسی وجہ سے ارشاد یہ ہوا کہ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا، کہ خوابِ میں جو کچھ دیکھا تھا آپ نے اس کو پورا کر دیا، جب اس میں وہ پورے اُترے، تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے اس کا فدیہ نازل فرما کر اس کی قربانی کا حکم دے دیا اور یہ سنتِ ابراہیمی آنے والی دنیا کے لیے دائمی سنت بن گئی۔ یہ کڑے اور سخت امتحانات تھے جن میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو گذارا گیا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرتِ مکہ اور بناء بیت اللہ کا واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں ائمہ تفسیر حضرت مجاہدؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکِ شام میں مقیم تھے' اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شیر خوار بچے تھے' جس وقت حق تعالیٰ کا ان کو یہ حکم ملا کہ ہم خانہ کعبہ کی جگہ آپ کو بتلاتے ہیں' آپ اس کو پاک صاف کر کے طواف و نماز سے آباد رکھیں' اس حکم کی تعمیل کے لیے جبریل امین براق لے کر حاضر ہوئے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور اسمٰعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ حضرت ھاجرہ کے ساتھ سفر کیا راستہ میں جب کسی بستی پر نظر پڑتی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جبریل امین سے دریافت کرتے کہ کیا ہمیں یہاں اُترنے کا حکم ملا ہے' تو حضرت جبریل امین علیہ السلام فرماتے کہ نہیں آپ کی منزل آگے ہے' یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کی جگہ سامنے آئی' جس میں کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا' اس خطہ زمین کے آس پاس کچھ لوگ بستے تھے جن کو عمالین کہا جاتا تھا' بیت اللہ اس وقت ایک ٹیلہ کی شکل میں تھا' حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس جگہ پہنچ کر جبریل امین سے دریافت کیا کہ کیا ہماری منزل یہ ہے' تو فرمایا کہ ہاں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مع اپنے صاجزادے اور حضرت ہاجرہ کے یہاں اُتر گئے' اور بیت اللہ کے پاس ایک معمولی چھپر ڈال کر حضرت اسمٰعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کو یہاں ٹھہرا دیا' ان کے پاس ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا' اور ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت یہاں ٹھہرنے کا حکم نہ تھا وہ اس شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ کو حوالہ بخدا کر کے واپس ہونے لگے' جانے کی تیاری دیکھ کر حضرت ہاجرہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس لق ودق میدان میں چھوڑ کر آپ کہاں جاتے ہیں' جس میں نہ کوئی مونس و مددگار ہے نہ زندگی کی ضروریات۔

Marfat.com

حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ و سلامہ، نے کوئی جواب نہ دیا، اور چلنے لگے، حضرت ہاجرہؑ ساتھ اٹھیں، پھر بار بار یہی سوال دُہرایا، حضرت خلیلؑ اللہ کی طرف سے کوئی جواب نہ تھا، یہاں تک کہ خود ان کے دل میں بات پڑی، اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں چھوڑ چلے جانے کا حکم دیا ہے، تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے۔

اس کو سُن کر حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ پھر آپ شوق سے جائیں، جس نے آپ کو یہ حکم دیا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہ کرے گا، ابراہیم علیہ السلام حکم خداوندی کی تعمیل میں یہاں سے چل کھڑے ہوئے مگر شیر خوار بچہ اور اس کی والدہ کا خیال لگا ہوا تھا، جب راستہ کے موڑ پر پہنچے جہاں سے حضرت ہاجرہؑ نہ دیکھ سکیں تو ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی جو سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۵، ۳۷ میں اس طرح مذکور ہے:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِناً وَّ اجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ
(سورہ ابراہیم)

"اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے"

پھر دعا میں عرض کیا:

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○

"یعنی اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے محترم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کا اہتمام رکھیں، تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجیئے، اور ان کو پھل کھانے کو دیجیئے تاکہ یہ لوگ شکر کریں"۔

Marfat.com

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی درخواست حیات بعد الموت کا مشاہدہ اور شبہات کا ازالہ

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کا مشاہدہ کرا دیجیئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس درخواست کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو ہماری قدرت کاملہ پر یقین نہیں کہ وہ ہر چیز پر حاوی ہے، ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا واقعی حال عرض کیا کہ یقین تو کیسے نہ ہوتا، کیونکہ آپ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہر لحظہ ہر آن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں اور غور و فکر کرنے والے کے لیے خود اس کی ذات میں اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی یقینی ہو اس میں اس کے خیالات منتشر رہتے ہیں، کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا؟ یہ ذہنی انتشار سکونِ قلب اور اطمینان میں خلل انداز ہوتا ہے، اس لیے یہ مشاہدہ کی درخواست کی گئی ہے کہ احیاء موتی کی مختلف صورتوں اور کیفیتوں میں ذہنی انتشار واقع نہ ہو کر قلب کو سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔

حق تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرما کر ان کے مشاہدہ کی بھی ایک ایسی عجیب صورت تجویز فرمائی جس میں منکرین کے تمام شبہات و خدشات کے ازالہ کا بھی مشاہدہ ہو جائے، وہ صورت یہ تھی کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ چار پرندے جانور اپنے پاس جمع کر لیں، پھر اُن کو پاس رکھ کر ہلالیں کہ وہ ایسے ہل جائیں کہ آپ کے بُلانے سے آجایا کریں اور ان کی پوری طرح شناخت بھی ہو جائے یہ شبہ نہ رہے کہ شاید کوئی دوسرا پرندہ آگیا ہو، پھر ان چاروں کو ذبح کر کے اور ہڈیوں اور پروں سمیت اُن کا خوب قیمہ سا کر کے اس کے حصے کر دیں، اور پھر اپنی تجویز سے مختلف پہاڑوں پر اس قیمہ کا ایک ایک حصہ

Marfat.com

رکھ دیں، پھر اُن کو بلائیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے زندہ ہو کر دوڑے دوڑے آپ کے پاس آجائیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں بسند ابن المنذر حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسا ہی کیا، پھر ان کو پکارا تو فوراً ہڈی سے ہڈی، پر سے پر، خون سے خون، گوشت سے گوشت مل ملا کر سب اپنی اپنی اصلی ہیئت میں زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آگئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم قیامت کے روز اسی طرح سب اجزاء واجساد کو جمع کر کے ایک دم سے ان میں جان ڈال دوں گا۔

جنگ بدر کی کیفیت

جنگ بدر کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ جس میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو (۷۰۰) اونٹ اور ایک سو (۱۰۰) گھوڑے تھے' دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو (۳۰۰) سے کچھ اوپر تھے' جن کے پاس کُل ستر (۷۰) اونٹ' دو (۲) گھوڑے' چھ (۶) زرہیں اور آٹھ (۸) تلواریں تھیں۔ اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا' جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہو رہے تھے' اور مسلمان اپنے سے دُوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے' اور کامل توکل واستقلال سے خدا کے وعدہ ''اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِائَةٌ'' صَابِرَةٌ'' یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْن'' پر اعتماد کر کے فتح ونصرت کی امید رکھتے تھے' اگر ان کی پوری تعداد جو تین گنی تھی منکشف ہو جاتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا' اور یہ فریقین کا دُوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا' ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی' جیسا کہ سورہ

Marfat.com

انفال میں آئے گا۔

بہر حال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلے میں ان پیش گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں اس طرح کامیاب کرنا' آنکھیں رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ (فوائد علامہ عثمانی")

غزوہ خندق کا واقعہ

بدر و اُحد میں مشرکین مکہ کی مسلسل شکست اور مسلمانوں کے خلاف ہر جدوجہد میں ناکامی کے ساتھ مسلمانوں کی مسلسل ترقی اور اسلام کی روزافزوں اشاعت نے قریش مکہ اور تمام غیر مسلموں میں ایک بوکھلاہٹ پیدا کر دی تھی۔ جس سے وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو رہے تھے۔ جس کا نتیجہ ایک عام سازش کی صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سب کا ایک متحدہ محاذ مسلمانوں کے خلاف بن گیا اور سب نے مل کر مدینہ پر یکبارگی حملہ اور فیصلہ کن جنگ کی ٹھان لی اور ان کا بے پناہ لشکر اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹاڈالنے کا عزم لے کر مدینہ پر چڑھ آیا' جس کا نام قرآن میں غزوہ احزاب اور تاریخ میں غزوہ خندق ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ مشورہ سے یہ طے فرمایا تھا کہ غنیم کے راستہ میں مدینہ سے باہر خندق کھودی جائے۔

بیہقی اور ابو نعیم اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ خندق کھودنے کا کام مجاہدین اسلام صحابہ کرام کے سپرد ہوا تو چالیس چالیس ہاتھ لمبی خندق دس دس آدمیوں کے سپرد تھی' یہ خندق کئی میل لمبی اور خاصی گہری اور چوڑی تھی' جس کو غنیم عبور نہ کر سکے اور کھدائی کے لیے تکمیل جلد سے جلد کرنا تھی' اس لیے جان نثار صحابہ کرام بڑی محنت سے اس میں مشغول تھے۔ کہ قضائے حاجت اور کھانے وغیرہ کی ضروریات کے لیے یہاں سے ہٹنا مشکل ہو رہا تھا' مسلسل بھوکے رہ کر یہ کام انجام دیا جا

Marfat.com

رہا تھا' اور یقیناً کام ایسا تھا کہ آجکل کی جدید آلات والی پلٹن بھی ہوتی تو اس تھوڑے وقت میں اس کام کا پورا کرنا آسان نہ ہوتا' مگر یہاں ایمانی طاقت کام کر رہی تھی جس نے بآسانی تکمیل کرادی۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک فرد کی حیثیت سے اس کھدائی کے کام میں شریک تھے' اتفاقاً خندق کے ایک حصہ میں پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی' جن حضرات کے حصہ میں خندق کا یہ ٹکڑا تھا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے عاجز ہو گئے' تو حضرت سلمان فارسیؓ کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا کہ اب حضورؐ کا کیا حکم ہے؟ آپ اسی وقت موقع پر تشریف لائے اور کدال آہنی خود دست مبارک میں لے کر ایک ضرب لگائی تو اس چٹان کے ٹکڑے ہو گئے اور ایک آگ کا شعلہ برآمد ہوا' جس سے دور تک اس کی روشنی پھیل گئی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس روشنی میں حیرہ ملک فارس کے محلات و عمارات دکھلائی گئیں' پھر دوسری ضرب لگائی' اور پھر ایک شعلہ برآمد ہوا تو فرمایا کہ اس کی روشنی میں مجھے رومیوں کے سرخ سرخ محلات و عمارات دکھلائی گئیں' پھر تیسری ضرب لگائی اور روشنی پھیلی تو فرمایا کہ اس میں مجھے صنعاء یمن کے عظیم محلات دکھلائے گئے اور فرمایا کہ میں تمھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ میری امت ان تمام ممالک پر غالب آئے گی۔

واقعہ حضرت مریم علیہا السلام

انبیاء سابقین کی شریعت میں ایک طریقہ عبادت کا یہ بھی تھا کہ اپنی اولاد میں سے کسی بچے کو اللہ کے لیے مخصوص کر دیں کہ اس سے دنیا کی کوئی خدمت نہ لیں' حضرت مریم کی والدہ نے اسی قاعدہ کے مطابق اپنے حمل کے متعلق یہ منت مان لی کہ اس کو خاص بیت المقدس کی خدمت کے لیے رکھوں گی' دنیا کے کام میں نہ لگاؤں گی'

Marfat.com

مگر جب حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ خیال کر کے افسوس کیا کہ لڑکی تو یہ کام نہیں کر سکتی، مگر حق تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے اس لڑکی ہی کو قبول فرمالیا' اور اس کی شان ساری دنیا کی لڑکیوں سے ممتاز کر دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ماں کو اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک گونہ ولایت حاصل ہے' کیونکہ اگر ماں کو بچے پر ولایت حاصل نہ ہوتی تو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نذر نہ مانتیں' اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں کو بھی حق ہے کہ اپنے بچے کا نام خود تجویز کرے۔ (جصاص)

فتقبلها ربها بقبول حسن و انبتها نباتا حسنا وكفلها زكريا كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا قال يمريم انى لك هذا قالت هو من عند الله ان الله يرزق من يشآء بغير حساب

"پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس زکریا حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا کہا اے مریم کہاں سے آیا تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس"

حاصل یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر مسجد بیت المقدس میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین و عابدین سے جن میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے، جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لیے مانا ہے' اس لیے میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی' سو اس کو لائی ہوں، آپ لوگ رکھیے۔

حضرت عمران اس مسجد کے امام تھے اور حالت حمل میں ان کی وفات

Marfat.com

ہو چکی تھی' ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے' لڑکی کے باپ بھی تھے اور مسجد بیت المقدس کے امام بھی' اس لیے بیت المقدس کے مجاورین اور عابدین میں سے ہر شخص ان کو لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا' حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں' اور وہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے، اس لیے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہے' مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی اور متفق نہیں ہوئے' آخر قرعہ اندازی پر اتفاق قرار پایا' اور صورت قرعہ کی بھی عجیب و غریب خلاف عادت ٹھہری' جس کا بیان آگے آئے گا، اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے۔

چنانچہ حضرت مریمؑ ان کو مل گئیں اور انھوں نے بعض روایات کے مطابق ایک انّا کو نوکر رکھ کر دودھ پلوایا' اور بعض روایات میں ہے کہ دودھ پینے کی ان کو حاجت ہی نہیں ہوئی' غرض وہ خود اٹھنے بیٹھنے لگیں' ان کو مسجد کے متعلق ایک عمدہ مکان میں لاکر رکھا' جب کہیں جاتے اس کو قفل لگاکر جاتے' پھر آکر کھول لیتے۔

واقعہ مباہلہ

آپؐ نے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی' اور خود بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لیے تیار ہو کر تشریف لائے، شرحبیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا نبی ہے' نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت ہے' بربادی یقینی ہے، اس لیے نجات کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو' ساتھیوں نے کہا کہ تمھارے نزدیک نجات کی کیا صورت ہے؟ اس نے کہا کہ میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ نبی کی رائے کے موافق صلح کی جائے' چنانچہ اسی پر سب کا اتفاق

Marfat.com

ہو گیا' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر دی' جس کو انھوں نے بھی منظور کر لیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج)

صحابہ کرام کا جذبہ عمل

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو قرآنی احکام کے اولین مخاطب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ شاگرد اور احکام قرآنی کی تعمیل کے عاشق تھے' اس آیت کے نازل ہونے پر ایک ایک نے اپنی محبوب چیزوں پر نظر ڈالی' اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواستیں ہونے لگیں' انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار حضرت ابو طلحہؓ تھے، مسجد نبویؐ کے بالکل مقابل اور متصل ان کا باغ تھا' جس میں ایک کنواں بیر حاء کے نام سے موسوم تھا' اب اس باغ کی جگہ تو باب مجیدی کے سامنے اصطفا منزل کے نام سے ایک عمارت بنی ہوئی ہے جس میں زائرین مدینہ قیام کرتے ہیں، مگر اس کے شمال مشرق کے گوشے میں یہ بیر حا اسی نام سے اب تک موجود ہے' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور بیر حاء کا پانی پیتے۔ تھے' آپ کو اس کنویں کا پانی پسند تھا' حضرت طلحہؓ کا یہ باغ بڑا قیمتی اور زرخیز اور ان کو اپنی جائیداد میں سب سے زیادہ محبوب تھا' اس آیت کے نازل ہونے پر وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے تمام اموال میں بیر حاء مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں' آپ جس کام میں پسند فرمائیں اس کو صرف فرما دیں' آپ نے فرمایا کہ وہ تو عظیم الشان منافع کا باغ ہے میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو آپ اپنے اقرباء میں تقسیم کر دیں' حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشورہ کو قبول فرما کر اپنے اقرباء اور چچا

Marfat.com

زاد بھائیوں میں تقسیم فرمادیا' (یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خیرات صرف وہ نہیں جو عام فقراء اور مساکین پر صرف کی جائے' اپنے اہل و عیال اور عزیز اور رشتہ داروں کو دینا بھی بڑی خیرات اور موجب ثواب ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ اپنا ایک گھوڑا لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنی املاک میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، آپ نے اس کو قبول فرما لیا' لیکن ان سے لے کر انھی کے صاحبزادے اسامہؓ کو دے دیا، زید بن حارثہ اس پر کچھ دلگیر ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر میں واپس آ گیا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ اللہ نے تمھارا یہ صدقہ قبول کر لیا ہے۔

(تفسیر مظہری بحوالہ ابن جریر و طبری وغیرہ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کنیز سب سے زیادہ محبوب تھی' آپ نے اس کو لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک کنیز تھی جس سے وہ محبت کرتے تھے' اس کو اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔

واقعہ حضرت یعقوب علیہ السلام

قصہ یہ ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا' آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفا دیں تو سب سے زیادہ جو کھانا مجھ کو محبوب ہے اس کو چھوڑ دوں گا' ان کو شفا ہو گئی' اور سب سے زیادہ محبوب آپ کو اونٹ کا گوشت تھا اس کو ترک فرما دیا:

(اخرجه الحاكم وغيره بسند صحيح عن

Marfat.com

ابن عباس کذافی روح المعانی و اخرجه
الترمذی فی سورة الرعد مرفوعاً)

تاریخ تعمیر کعبہ

بیہقیؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعہ ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں، ان حضرات نے حکم کی تعمیل کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر اول بیت وضع للناس ہے، یعنی سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر)

ضعفه ابن کثیر بابن لهیعه ولایخفی انه لیس بمتروك الحدیث مطلقا ولا سیما فی هذا المقام فان الروایة قد تأیدت باشارات الکتاب۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی یہ تعمیر کعبہ نوح علیہ السلام کے زمانے تک باقی تھی، طوفان نوح میں منہدم ہوئی، اور اس کے نشانات مٹ گئے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا، پھر ایک مرتبہ کسی حادثہ میں اس کی تعمیر منہدم ہوئی تو قبیلہ جرہم کی ایک جماعت نے اس کی تعمیر کی، پھر ایک مرتبہ منہدم ہوئی تو عمالقہ نے تعمیر کی، اور پھر منہدم ہوئی تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں تعمیر کی، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے قائم فرمایا، لیکن قریش

Marfat.com

نے اس تعمیر میں بناء ابراہیمی سے کسی قدر مختلف تعمیر کی تھی کہ ایک حصہ بیت اللہ کا بیت اللہ سے الگ کر دیا جس کو حطیم کہا جاتا ہے' اور خلیل اللہ علیہ السلام کی بناء میں کعبہ کے دو دروازے تھے' ایک داخل ہونے کے لیے دوسرا پشت کی جانب باہر نکلنے کے لیے قریش نے صرف مشرقی دروازہ کو باقی رکھا' تیسرا تغیر یہ کیا کہ دروازہ بیت اللہ کی سطح زمین سے کافی بلند کر دیا تاکہ ہر شخص آسانی سے اندر نہ جا سکے' بلکہ جس کو وہ اجازت دیں وہی جا سکے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے اس کو بالکل بناء ابراہیمی کے مطابق بنا دوں' قریش نے جو تصرفات بناء ابراہیمی کے خلاف کیے ہیں ان کی اصلاح کر دوں' لیکن نو مسلم ناواقف مسلمانوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے اسی لیے سر دست اس کو سی حال پر چھوڑ تا ہوں' اس ارشاد کے بعد اس دنیا میں آپ کی حیات زیادہ نہیں رہی۔

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ ن زبیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنے ہوئے تھے' خلفائے راشدین کے عد جس وقت مکہ مکرمہ پر ان کی حکومت ہوئی تو انھوں نے بیت اللہ منہدم کر کے رشاد نبوی اور بناء ابراہیمی کے مطابق بنا دیا' مگر عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مکہ معظمہ پر بند روزہ تھی، ظالم الامتہ حجاج بن یوسف نے مکہ پر فوج کشی کر کے ان کو شہید کیا اور کومت پر قبضہ کر کے اس کو گوارا نہ کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک ن کی مدح و ثناء کا ذریعہ بنا رہے' اس لیے لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ فل غلط تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جس حالت پر چھوڑا تھا ہمیں اسی الت پر اس کو رکھنا چاہیے' اس بہانے سے بیت اللہ کو پھر منہدم کر کے اسی طرح کی میر بنا دی جو زمانہ جاہلیت میں قریش نے بنائی تھی' حجاج بن یوسف کے بعد آنے والے ض مسلم بادشاہوں نے پھر حدیث مذکور کی بناء پر یہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ کو از سر نو

Marfat.com

حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق بنادیں' لیکن اس زمانہ کے امام حضرت امام مالک بن انس نے یہ فتویٰ دیا کہ اب بار بار بیت اللہ کو منہدم کرنا اور بنانا آگے آنیوالے بادشاہوں کے لیے بیت اللہ کو ایک کھلونا بنادے گا' ہر آنے والا بادشاہ اپنی نام آوری کے لیے یہی کام کرے گا' اس لیے اب جس حالت میں بھی ہے اس حالت میں چھوڑ دینا مناسب ہے تمام امت نے اس کو قبول کیا' اسی وجہ سے آج تک وہی حجاج بن یوسف ہی کی تعمیر باقی ہے' البتہ شکست وریخت اور مرمت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

واقعہ فاروق اعظمؓ

ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں ایک غیر مسلم لڑکا ہے جو بڑا اچھا کاتب ہے' اگر اس کو آپ اپنا میر منشی بنالیں تو بہتر ہو' اس پر فاروق اعظمؓ نے فرمایا:

قد اتخذت اذا بطانة من دون المؤمنين

"یعنی اس کو میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت کو راز دار بنالوں گا جو نص قرآن کے خلاف ہے۔"

غزوہ احد کا مفصل واقعہ

رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں جنگ ہوئی' جس میں کفار مکہ کے ستر نامور اشخاص مارے گئے' اور اسی قدر گرفتار ہوئے' اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے جو حقیقتاً عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی قریش کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا جو سردار مارے گئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیں

Marfat.com

چین سے نہ بیٹھیں گے' اور اہل مکہ سے اپیل کی کہ ان کا تجارتی قافلہ جو مال شام سے لایا ہے وہ سب اسی مہم پر خرچ کیا جائے' تاکہ ہم محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں۔ سب نے منظور کیا' اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے' حتیٰ کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تاکہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں۔ جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا' تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے' یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا' اس سے بھی رائے لی گئی' جو حضور ﷺ کی رائے کے موافق تھی مگر بعض پرجوش مسلمان جنھیں بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوقِ شہادت بے چین کر رہا تھا مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے' تاکہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے' کثرتِ رائے اسی طرف ہو گئی۔

اس عرصہ میں آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے تو اس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم نے آپؐ کو آپؐ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر جنگ کرنے پر مجبور کیا' یہ غلط ہوا' اس لیے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کا منشاء نہ ہو تو یہیں تشریف رکھیے، فرمایا:

> "ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگا لے پھر بدون قتال کیے ہوئے بدن سے اتارے"

اس جملہ میں نبی اور غیر نبی کا فرق واضح ہو رہا ہے کہ نبی کی ذات سے کبھی کمزوری کا اظہار نہیں ہو سکتا اور اس میں امت کے لیے بھی ایک بڑا سبق ہے۔

Marfat.com

جب آپؐ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے' تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے' مگر منافق عبداللہ بن ابی تقریباً تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں' کیوں ہم خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں' اس کے ساتھیوں میں زیادہ تو منافقین ہی تھے' مگر بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ کر ساتھ لگ گئے تھے۔

آخر آپ کل سات سو سپاہیوں کی جمعیت لے کر میدان جنگ میں پہنچ گئے' آپ نے بہ نفس نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں' صف آرائی اس طرح کی کہ احد کو پشت کی جانب رکھا' اور دوسرے انتظامات اس طرح کیے کہ حضرت مصعب بن عمیر کو علم (جھنڈا) عنایت کیا' حضرت زبیر بن عوامؓ کو رسالہ کا افسر مقرر کیا' حضرت حمزہؓ کو اس حصہ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے' پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئے' اس لیے پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین کیا اور حکم دیا کہ وہ پشت کی جانب ٹیلہ پر حفاظت کا کام سر انجام دیں' لڑنے والوں کی فتح و شکست سے تعلق نہ رکھیں' اور اپنی جگہ سے نہ ہٹیں' عبداللہ بن جبیرؓ ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے' قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لیے انھوں نے بھی ترتیب سے صف آرائی کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صف آرائی اور فوجی قواعد کے لحاظ سے نظم و ضبط کو دیکھ کر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ امت کے رہبر کامل' مقدس نبی ہونے کے ساتھ سپہ سالارِ اعظم کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہیں' آپ نے جس انداز میں مورچے قائم کیے اور لڑائی کا نظم قائم کیا' اس وقت کی دنیا اس سے نا آشنا تھی اور آج جبکہ فن حرب ایک مستقل سائنس کی حیثیت اختیار کر گیا ہے وہ بھی آپ کے فوجی قواعد اور نظم و ضبط کو سراہتا ہے' اسی حقیقت کو دیکھ کر ایک مسیحی مورخ

Marfat.com

بول اٹھا:

"برخلاف اپنے مخالفین کے جو محض ہمت و شجاعت ہی رکھتے تھے محمد ﷺ نے کہنا چاہیے کہ فن حرب کی بھی نئی راہ نکالی مکہ والوں کی بے دھڑک اور اندھادھند لڑائی کے مقابلہ میں خوب دور اندیشی اور سخت قسم کے نظم و ضبط سے کام لیا"

یہ الفاظ بیسویں صدی کے ایک مورخ ٹام انڈر کے ہیں جو اس نے لائف آف محمد ﷺ میں بیان کی۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی' ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا' یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی' مسلمان سمجھے کہ فتح ہو گئی' مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ادھر جن تیراندازوں کو نبی کریم ﷺ نے پشت کی جانب حفاظت کے لیے بٹھایا تھا انھوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے' حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم ﷺ کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا' مگر چند آدمیوں کے سوا دوسروں نے کہا کہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل تو موقّت تھی اب ہمیں سب کے ساتھ مل جانا چاہیے' اس موقع سے خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہ تھے اور اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے' بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درہ سے حملہ کر دیا' عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو ہمت و شجاعت سے روکنا چاہا' مگر مدافعت نہ کر سکے، اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا' دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے' وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے اس طرح لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا اور مسلمان اس غیر متوقع صورت حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ان کا ایک بڑا حصہ پراگندہ ہو کر میدان سے چلا گیا' تاہم کچھ صحابہؓ ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے

Marfat.com

تھے' اتنے میں کہیں سے یہ افواہ اڑ گئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے، اس خبر نے صحابہ کے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کر دیے اور باقی ماندہ لوگ بھی ہمت ہار کر بیٹھ گئے اس وقت نبی کریم ﷺ کے گرد و پیش صرف دس بارہ جاں نثار رہ گئے تھے اور آپ خود بھی زخمی ہو گئے تھے' شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی کہ عین وقت پر صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ بسلامت تشریف رکھتے ہیں' چنانچہ وہ ہر طرف سے سمٹ کر پھر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو بہ سلامت پہاڑی کی طرف لے گئے' اس شکست کے بعد مسلمان حد درجہ پریشان رہے اور عارضی شکست چند اسباب کا نتیجہ تھی' قرآن مجید نے ہر سبب پر نپے تلے الفاظ میں تبصرہ کیا اور آئندہ کے لیے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی۔

غزوہ احد میں مسلمانوں کے لیے مخفی جواہر پارے

۱۔ پہلی بات جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کفار قریش اس جنگ میں عورتوں کو بھی لائے تھے' تاکہ مردوں کو پسپائی سے روک سکیں' نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ عورتیں ہندہ زوجہ ابوسفیان کی سربراہی میں اشعار گا کر مردوں کو جوش دلا رہی ہیں۔

ان تقبلوا نعانق ونفرش النمارق

او تدبروا نفارق فراق وافق

"مطلب یہ تھا کہ اگر مقابلہ پر ڈٹے رہے اور فتح پائی تو ہم تم کو گلے لگائیں گے' اور تمھارے لیے نرم بستر بچھائیں گے، لیکن اگر تم نے پیٹھ موڑی تو ہم تم کو بالکل چھوڑ دیں گے۔"

خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ دعائیہ جاری تھے :

اللھم بك اصول و بك اقاتل حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل

Marfat.com

"اے اللہ میں تجھ ہی سے قوت حاصل کرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی دین کے لیے قتال کرتا ہوں اور اللہ ہی کافی ہے وہ بڑا اچھا کارساز ہے۔"

اس دعا کا ایک ایک لفظ تعلق مع اللہ کی تاکید اور مسلمانوں کے تمام افعال و اعمال حتیٰ کہ جنگ و قتال کو بھی دیگر اقوام کے جنگ و قتال سے ممتاز کر رہا ہے۔

۲۔ دوسری چیز قابل غور یہ ہے کہ اس غزوہ میں بعض صحابہؓ نے بہادری و شجاعت ' و جان نثاری اور فدائیت کے وہ نقوش چھوڑے کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے ' حضرت ابو دجانہؓ نے اپنے جسم کو حضور ﷺ کے لیے ڈھال بنا لیا تھا کہ ہر آنے والا تیر اپنے سینہ پر کھاتے تھے ' حضرت طلحہؓ نے بھی اسی طرح اپنے بدن کو چھلنی کرا لیا تھا 'لیکن حضور کی رفاقت کو نہیں چھوڑا ' حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن النضرؓ جنگ بدر سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے ان کو اس کا افسوس تھا ' آرزو کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں اگر کوئی موقع ہاتھ آیا تو اپنے دل کی حسرت پوری کروں گا۔

جب کچھ دن کے بعد جنگ اُحد کا واقعہ پیش آیا تو انس بن النضرؓ شریک ہوئے ' مسلمان جب منتشر ہو گئے تھے اور کفار قریش کا سیلاب اُمنڈ رہا تھا تو یہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے ' اتفاقاً حضرت سعدؓ سے ملاقات ہوئی ' سعدؓ بھی منتشر ہونے والوں میں جا رہے تھے ' پکار کر کہا: "سعد! کہاں چلے جا رہے ہو؟ میں تو اُحد کے اس دامن میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں"۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شدید قتال کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (ابن کثیر)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان منتشر ہو گئے تو اس وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ حضرات رہ گئے تھے جن میں حضرت طلحہؓ بھی

Marfat.com

تھے' کفار قریش کا سیلاب امڈ رہا تھا' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' کون ان کی خبر لے گا؟ حضرت طلحہؓ بول اٹھے، ''میں یا رسول اللہ ﷺ'' ایک دوسرے انصاری صحابی نے کہا: ''میں حاضر ہوں'' انصاری کو آپ نے جانے کا حکم دیا' وہ قتال کے بعد شہید ہو گئے' پھر ایک ریلہ آیا' آپ نے پھر وہی سوال کیا' حضرت طلحہؓ نے وہی جواب دیا' اور بے تاب ہو رہے تھے کہ حضورؐ حکم دیں تو میں آگے بڑھوں' حضورؐ نے پھر کسی دوسرے انصاری صحابی کو بھیج دیا' اور حضرت طلحہؓ کی تمنا پوری نہیں ہوئی' اسی طرح سات بار حضور نے کہا اور ہر مرتبہ حضرت طلحہؓ کو اجازت نہیں دی گئی اور دوسرے صحابہ کو اجازت دی جاتی تھی وہ شہید ہو جاتے تھے۔

جنگ بدر میں باوجود قلت تعداد کے مسلمانوں کو فتح ہوئی' غزوہ احد میں بدر کی بہ نسبت کثرت تھی' پھر بھی شکست ہوئی' اس میں بھی مسلمانوں کے لیے عبرت ہے کہ مسلمان کو کبھی کثرت ساز و سامان پر نہیں جانا چاہیے' بلکہ فتح کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھے' اور اسی سے اپنے تعلق کو مضبوط رکھے۔

جنگ یرموک کے موقع پر جب محاذ جنگ سے حضرت عمرؓ کو مزید فوجی کمک بھیجنے کے لیے لکھا گیا اور قلت تعداد کی شکایت کی گئی تو تحریر فرمایا:

قد جاء نی کتابکم تستمد و ننی وانی ادلکم علی من
هو اعز نصرًا و احصن جندا الله عزوجل فاستنصروه
فان محمدا صلی الله علیه وسلم قد نصر فی یوم بدر
فی اقل من عدتکم فاذاجاکم کتابی هذا فقاتلو هم
ولا تراجعونی (بحوالہ مسند احمدؒ) ابن کثیر

''میرے پاس تمھارا خط آیا جس میں تم نے زیادہ فوجی مدد طلب کی ہے لیکن میں تم کو ایک ایسی ذات کا پتہ دیتا ہوں جو نصرت

Marfat.com

کے لحاظ سے سب سے زیادہ غالب اور فوج کے لحاظ سے زیادہ محفوظ ہے وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ لہذا تم اسی سے مدد طلب کرو محمد ﷺ کو بدر میں باوجود قلت عدد کے مدد دی گئی' جب میرا یہ خط تم کو پہنچے تو ان پر ٹوٹ پڑو اور مجھ سے اس سلسلہ میں کوئی مراجعت نہ کرو"۔

اس واقعہ کے راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کو یہ خط ملا ہم نے اللہ کا نام لے کر کفار کے لشکر کثیر پر یکبارگی حملہ کیا جس میں ان کو شکست فاش ہوئی' حضرت فاروق اعظمؓ کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کی فتح و شکست' قلت و کثرت پر دائر نہیں ہوتی بلکہ اللہ پر توکل اور اس کی مدد پر موقوف ہے' جیسا کہ قرآن کریم نے غزوہ حنین کے بارے میں اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ارشاد ہے۔

یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً

"یعنی غزوہ حنین کو یاد کرو جب کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا' تو یہ کثرت تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی"۔

حضرت علی ابن حسینؓ کا ایک عجیب واقعہ

امام بیہقیؒ نے حضرت سیدنا علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گرا تمام کپڑے بھیگ گئے' غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا' تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی، والکاظمین الغیظ یہ سنتے ہی خاندان نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا' بالکل خاموش ہو گئے' اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ والعافین عن الناس پڑھ

Marfat.com

دیا' تو فرمایا کہ میں نے تجھے دل سے معاف بھی کر دیا' کنیز بھی ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنادیا' واللہ یحب المحسنین جس میں احسان اور حسنِ سلوک کی ہدایت ہے۔ حضرت علی بن حسینؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

(روح المعانی بحوالہ بیہقی)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تحمل

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں' حضرت امام اعظمؒ نے غصہ کو ضبط فرمایا' اور اس کو کچھ نہیں کہا' اور گھر پر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے' دروازے پر دستک دی' یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا' اپنی نیکیاں مجھے دیدیں' میں اس احسان کا بدلہ کرنے کے لیے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں' امام صاحبؒ کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا' آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا' حضرت امام صاحبؒ سے معافی مانگی' اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کر لی۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کا واقعہ

ایک معاملہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کا حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا' انھوں نے مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے حالات کے متعلق ایک خط لکھ دیا تھا' جب حضور ﷺ پر بذریعہ وحی اس کی حقیقت کھلی اور خط پکڑا گیا تو صحابہ کرام میں حاطب ابن ابی بلتعہ کے خلاف سخت غیظ و غضب تھا' فاروق اعظمؓ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے

Marfat.com

کہ اس منافق کی گردن ماردوں' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ منافق نہیں مومن مخلص ہیں مگر یہ غلطی ان سے سرزد ہو گئی' اس لیے اس کو معاف فرمایا' اور فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ نے تمام حاضرین بدر کے متعلق مغفرت اور معافی کا حکم نافذ کر دیا ہے" (یہ روایت حدیث کی سب معتبر کتب میں موجود ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے حضرت عثمان غنیؓ اور بعض صحابہ کرام پر غزوہ احد کے اسی واقعہ کا ذکر کر کے طعن کیا کہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جس چیز کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا اس پر طعن کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ (صحیح بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے مشورے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں دریا میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم اس میں کود پڑیں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد جیسے دور دراز مقام کی طرف چلنے کا ارشاد فرمائیں گے تو ہم آپکے ساتھ ہونگے ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب کفار سے مقابلہ کریں' بلکہ ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کے ساتھ آپ سے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

اسی طرح غزوہ احد میں اس بارہ میں مشورہ کیا کہ کیا مدینہ شہر کے اندر رہ کر مدافعت کریں یا شہر سے باہر نکل کر' عام طور سے صحابہ کرامؓ کی رائے باہر نکلنے کی

Marfat.com

ہوئی' تو آپ نے اسی کو قبول فرمایا' غزوہ خندق میں ایک خاص معاہدہ پر صلح کرنے کا معاملہ در پیش آیا' تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے اس معاہدہ کو مناسب نہ سمجھ کر اختلاف کیا' آپ نے انھی دونوں کی رائیں قبول فرمائیں' حدیبیہ کے ایک معاملہ میں مشورہ لیا تو صدیق اکبرؓ کی رائے پر فیصلہ فرمادیا۔ قصہ افک میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا' یہ سب معاملات وہ تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بذریعہ وحی کوئی خاص جانب متعین نہیں کی گئی تھی۔

توکل کی حقیقت پر ایک واقعہ

رسول کریم ﷺ نے خود ایک واقعہ میں آیت حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:

عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں کا مقدمہ آیا آپ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا' یہ فیصلہ جس شخص کے خلاف تھا اس نے فیصلہ نہایت سکون سے سنا اور یہ کہتے ہوئے چلنے لگا کہ حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لاؤ اور فرمایا:

ان اللّٰہ یلوم علی العجز و لکن علیك بالکیس

فاذا غلبك امر فقل حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل

"یعنی اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے کو ناپسند کرتا ہے بلکہ تم کو چاہیے کہ تمام ذرائع اختیار کرو پھر بھی عاجز ہو جاؤ اس وقت کہو حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل"

ابو بکر بن فواکؒ کا خوفِ خدا سے رونا

ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر بن فواکؒ بیمار تھے

Marfat.com

میں ان کی عیادت کو گیا' مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے' میں نے کہا کہ گھبرایئے نہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء وعافیت دیں گے' وہ فرمانے لگے کہ کیا تم یہ سمجھے کہ میں موت کے خوف سے روتا ہوں' بات یہ نہیں مجھے مابعد الموت کا خوف ہے کہ وہاں کوئی عذاب نہ ہو (قرطبی)

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا گذر ایک عابد زاہد کے پاس ہوا' جو ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کے ایک طرف قبرستان تھا اور دوسری طرف گھروں کا کوڑا کباڑ وغیرہ تھا' گذرنے والے بزرگ نے کہا کہ دنیا کے دو خزانے تمھارے سامنے ہیں ایک انسانوں کا خزانہ جس کو قبرستان کہتے ہیں' دوسرا مال و دولت کا خزانہ جو فضلات اور گندگی کی صورت میں ہے' یہ دونوں خزانے عبرت کے لیے کافی ہیں۔ (ابن کثیر)

غیلان بن سلمہؓ قیس بن حارث وغیرہ کے واقعات

ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفیؓ مسلمان ہوئے اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہوگئیں تھیں' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کرلیں' باقی کو طلاق دے کر آزاد کردیں' غیلان بن اسلمہ ثقفی نے حکم کے مطابق چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کرلی۔

(مشکوۃ شریف ص ۲۷۴ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

مسند احمد میں اسی روایت کے تکملہ میں ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے اس کا ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ اس کا تعلق بھی نسوانی حقوق سے ہے وہ یہ کہ :

Marfat.com

غیلان بن اسلمہ نے حکم شرعی کے مطابق چار عورتیں رکھ لی تھیں، مگر فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں انھوں نے ان کو بھی طلاق دیدی، اور اپنا کل مال و سامان اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا' فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو حاضر کر کے فرمایا کہ تم نے ان عورتوں کو اپنی میراث سے محروم کرنے کے لیے یہ حرکت کی ہے جو سراسر ظلم ہے اس لیے فوراً ان کی طلاق سے رجعت کرو اور اپنا مال بیٹوں سے واپس لو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ تمھیں سخت سزا دی جائے گی۔

قیس بن الحارث اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دے دو۔ (ابو داؤد ص ۳۰۴)

اور مسند امام شافعیؒ میں نوفل بن معاویہؓ دیلمی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ایک عورت کو طلاق دینے کا حکم دیا' یہ واقعہ مشکوۃ شریف (ص ۲۷۴) میں بھی شرح السنتہ سے نقل کیا ہے۔

آپ ﷺ کی معصومانہ زندگی اور کثرتِ ازدواج کی حقیقت

آپ ﷺ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گذری کہ پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحب اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کر کے عمر کے پچیس سال تک انھی کے ساتھ گذارہ کیا' وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غار حرا میں مشغول عبادت رہتے تھے' دوسرے نکاح جتنے ہوئے پچاس سالہ عمر شریف کے بعد ہوئے' یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوانِ شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا' کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے' آپ کے دشمنوں نے آپ پر ساحر، شاعر' مجنون' کذاب' مفتری جیسے الزامات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی' لیکن آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو۔

ان حالات میں کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ جوانی کے پچیس سال اس زہد و تقویٰ اور لذائذ دنیا سے یک سوئی میں گذارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر میں آپؐ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا' اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اس کے سوا نہیں بتلائی جا سکتی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے' اور اس کثرت ازدواج کی حقیقت کو بھی سن لیجیئے کہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ رہیں' ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا' مگر حضرت سودہؓ تو آپ کے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت عائشہؓ صغر سنی کی وجہ سے اپنے والد کے گھر ہی رہیں، پھر چند سال کے بعد ۲ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی' اس وقت آپ کی عمر چون سال ہو چکی ہے' اور دو بیویاں اس عمر میں آکر جمع ہوئی ہیں' یہاں سے تعدد ازدواج کا معاملہ شروع ہوا' اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا' پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اور صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی، ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں، پھر ۴ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا' پھر ۵ھ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح

Marfat.com

ہوا' اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی' اور اتنی بڑی عمر میں آکر چار بیویاں جمع ہوئیں' حالانکہ امت کو جس وقت چار بیویوں کی اجازت ملی تھی اس وقت ہی آپ کم از کم چار نکاح کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا' ان کے بعد ۶ھ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے اور ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور پھر ۷ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پھر اسی سال حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مبارک کے واقعات

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ان سے نکاح کر لیا تھا' وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپ کے گھر تشریف لائیں' ان کے بچوں کی آپ نے پرورش کی' اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہیے' آپ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں' اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی' ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا' ایک بار آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالے میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا' آپ نے فرمایا:

سم اللہ و کل بیمینك و کل مما یلیك

"اللہ کا نام لے کر کھا' داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا" (بخاری مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ایک جہاد میں قید ہو کر آئی تھیں

Marfat.com

دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آگئیں' اور ثابت بن قیس یاان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں ان کو لگادیا گیا'لیکن انھوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کر لیا کہ اتنا اتنا مال تم کو دیدوں گی مجھے آزاد کر دو' یہ معاملہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں' اور مالی امداد چاہی' آپ نے فرمایااس سے بہتر بات نہ بتادوں ؟ وہ یہ کہ میں تمھاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں' انھوں نے بخوشی منظور کر لیا' تب آپؐ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمالیا' ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہؓ کی ملکیت میں آچکے تھے' کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے، جب صحابہ کو پتہ چلا کہ جویریہؓ آپ کے نکاح میں آگئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کر دیئے، سبحان اللہ' حضرات صحابہ کرام کے ادب کی کیا شان تھی' اس جذبے کے پیش نظر کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے' ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں' سب کو آزاد کر دیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں۔

فلقد اعتق بتزويجه اياها مائة اهل بيت من
بنى المصطلق فما اعلم امرأة اعظم بركة
علىٰ قومها منها

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جویریہؓ سے نکاح کر
لینے سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے' میں
نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر
اپنی قوم کے لیے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ابتداء اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا' اور پھر دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے قافلہ کے دوسرے

Marfat.com

افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے تھے، وہاں ان کا شوہر نصرانی ہوگیا' اور چند دن کے بعد مر گیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے واسطہ سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا' جسے انھوں نے قبول کر لیا' اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا' دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں' اور حضرت ابو سفیان اس وقت اس گروہ کے سر خیل تھے جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا' اور وہ مسلمانوں کو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے اور انھیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے' جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے :

هو الفحل لا يجدع انفه

"یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوانمرد ہیں

ان کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی"

مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل کرنا آسان نہیں' ادھر تو ہم ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

ایک بزرگ کا سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ ایک مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انھوں نے فوراً اسے بجھا دیا اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگایا اور روشنی کی' لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک وہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی

Marfat.com

ملکیت تھی اور اس کی روشنی استعمال کرنا درست تھا اب یہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی ہر چیز میں وارثوں کا حق ہو گیا لہذا سب وارثوں کی اجازت ہی سے ہم یہ چراغ ستعمال کر سکتے ہیں اور وہ سب یہاں موجود نہیں ہیں' لہذا اپنے پیسوں سے تیل منگا کر روشنی کی۔

غیر فطری طریقہ سے قضاء شہوت کرنے والے کو آگ میں جلادیا

محمد بن المنکدر کی روایت سے ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ یہاں عرب کے ایک علاقہ میں ایک مرد ہے جس کے ساتھ عورت والا کام کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان میں حضرت علیؓ بھی تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایک گناہ ہے جس کا ارتکاب سوائے ایک قوم کے کسی نے نہیں کیا اور اللہ جل شانہ نے اس قوم کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ سب کو معلوم ہے، میری رائے ہے کہ اسے آگ میں جلادیا جائے' دوسرے صحابہ نے بھی اس پر اتفاق کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے آگ میں جلادینے کا حکم دیدیا۔

حضرت علیؓ کا واقعہ

ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ضر ہوئے اور دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر یں' جب یہ حکم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا کہ تم جانتے ہو ھاری ذمہ داری کیا ہے؟ اور تمھیں کیا کرنا ہے؟ سن لو اگر! تم دونوں ان میاں بیوی کو

Marfat.com

یکجار کھنے اور باہم مصالحت کرا دینے پر متفق ہو جاؤ تو ایسا ہی کر لو' اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان میں مصالحت نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی' اور تم دونوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کر لو' یہ سن کر عورت بولی کہ مجھے یہ منظور ہے' یہ دونوں حکم قانون الٰہی کے موافق جو فیصلہ کر دیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف مجھے منظور ہے۔

لیکن مرد نے کہا کہ جدائی اور طلاق تو میں کسی حال گوارا نہ کروں گا' البتہ حکم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مالی تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں تمہیں بھی ان حکمین کو ایسا ہی اختیار دینا چاہیے جیسا عورت نے دیدیا۔

روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی "قد غفرلك"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا' اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا' اور زار زار روتے ہوئے یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لیے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی قد غفرلك یعنی مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط)

جنت میں ملاقات کی چند صورتیں

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت کعب بن اسلمیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے ساتھ رات گذارتے تھے، ایک رات تہجد کے وقت کعب اسلمیؓ نے آنحضرت ﷺ کے لیے وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ ضروریات لا کر رکھی، تو آپ ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا: مانگو کیا مانگتے ہو، کعب اسلمی نے عرض کیا، میں جنت میں آپ کی صحبت چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا اور کچھ ؟ تو انھوں نے عرض کیا اور کچھ نہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو "اعنی علی نفسك بكثرة السجود" یعنی تمھارا مقصد حاصل ہو جائے گا لیکن اس میں تم بھی میری مدد اس طرح کرو کہ کثرت سے سجدے کیا کرو، یعنی نوافل کی کثرت کرو۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات کی شہادت دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور یہ کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور میں پانچ وقت کی نماز کا بھی پابند ہوں اور زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں، اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مر جائے وہ انبیاءؑ، صدیقینؓ اور شہداء کے ساتھ ہوگا بشرطیکہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی رفاقت رنگ و نسل پر موقوف نہیں

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حبشی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے حسن صورت اور حسین رنگ میں بھی ممتاز ہیں، اور نبوت و رسالت میں بھی، اب اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لے آؤں جس پر آپ ایمان رکھتے ہیں، اور وہی عمل کروں جو آپ کرتے ہیں، تو کیا میں بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں!

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ضرور (تم اپنی حبشیانہ بدصورتی سے نہ گھبراؤ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت میں کالے رنگ کے حبشی سفید اور حسین ہو جائیں گے اور ایک ہزار سال کی مسافت سے چمکیں گے' اور جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اس کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتی ہے اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

یہ سن کر مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حسنات کی اتنی سخاوت ہے تو ہم پھر کیسے ہلاک ہو سکتے یا عذاب میں کیسے گرفتار ہو سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (یہ بات نہیں) حقیقت یہ ہے کہ قیامت میں بعض آدمی اتنا عمل اور حسنات لے کر آئیں گے کہ اگر ان کو پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ بھی ان کے بوجھ کا تحمل نہ کر سکے' لیکن اس کے مقابلہ میں جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آتی ہیں اور ان سے موازنہ کیا جاتا ہے تو انسان کا عمل ان کے مقابلہ میں ختم ہو جاتا ہے' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنی رحمت سے نوازیں۔

اس حبشی کے سوال و جواب ہی پر سورہ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی: ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا حبشی نے حیرت سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں گی؟

آپ نے فرمایا: "ہاں ضرور"۔ یہ سن کر حبشی نو مسلم نے رونا شروع کیا' یہاں تک کہ روتے روتے وہیں جان دیدی' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کا مقام صدیقیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا (آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں کسی ایسی چیز کی عبادت نہیں کر سکتا جس کو نہ دیکھا ہو' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے آنکھوں سے تو نہیں دیکھا' لیکن ان کے قلوب نے حقائقِ ایمان کے ذریعہ دیکھ لیا ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

این ما تکونوا یدرککم الموت الخ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ جہاد سے رکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بھی بچ سکتے ہیں' اس لیے فرمایا کہ موت ایک دن آ کر رہے گی' خواہ تم جہاں کہیں بھی ہو وہیں موت آئے گی، جب یہ بات ہے تو تمھارا جہاد سے منہ پھیرنا بیکار ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں ایک عبرت ناک واقعہ بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم عن مجاہد لکھا ہے' کہ پہلی اُمتوں میں ایک عورت تھی' اس کو جب وضع حمل کا وقت شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا' تو اس نے اپنے ملازم کو آگ لینے کے لیے بھیجا' وہ دروازہ سے نکل ہی رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی ظاہر ہوا اور اس نے پوچھا کہ اس عورت نے کیا جنا ہے؟ ملازم نے جواب دیا کہ ایک لڑکی ہے' تو اس آدمی نے کہا کہ آپ یاد رکھیے! یہ لڑکی سو مردوں سے زنا کرے گی' اور آخر ایک مکڑی سے مرے گی' ملازم یہ سن کر واپس ہوا اور فوراً ایک چھری لے کر اس لڑکی کا پیٹ چاک کر دیا' اور سوچا کہ اب یہ مر گئی ہے تو بھاگ گیا' مگر پیچھے لڑکی کی ماں نے ٹانکے لگا کر اس کا پیٹ جوڑ دیا' یہاں تک کہ وہ لڑکی جوان ہو گئی' اور خوب صورت

Marfat.com

اتنی تھی کہ اس شہر میں وہ بے مثال تھے' اور اس ملازم نے بھاگ کر سمندر کی راہ لی' اور کافی عرصہ تک مال و دولت کماتا رہا' اور پھر شادی کرنے کے لیے واپس شہر آیا، اور یہاں اس کو ایک بڑھیا ملی' تو اس سے ذکر کیا کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس سے زیادہ خوب صورت اس شہر میں کوئی اور نہ ہو' اس عورت نے کہا کہ فلاں لڑکی سے زیادہ کوئی خوب صورت نہیں ہے' آپ اسی سے شادی کر لیں' آخر کار کوشش کی اور اس سے شادی کر لی' تو اس لڑکی نے مرد سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں' لیکن ایک لڑکی کا میں پیٹ چاک کر کے بھاگ گیا تھا' پھر اس نے پورا واقعہ سنایا' یہ سن کر وہ بولی کہ وہ لڑکی میں ہی ہوں' یہ کہہ کر اس نے اپنا پیٹ دکھایا' جس پر نشان موجود تھا' یہ دیکھ کر اس مرد نے کہا کہ اگر تو وہی عورت ہے تو تیرے متعلق دو باتیں بتلاتا ہوں' ایک یہ کہ تو سو مردوں سے زنا کرے گی، اس پر عورت نے اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے' لیکن تعداد یاد نہیں' مرد نے کہا تعداد سو ہے' دوسری بات یہ کہ تو مکڑی سے مرے گی۔

مرد نے اس کے لیے ایک عالی شان محل تیار کرایا، جس میں مکڑی کے جالے کا نام تک نہ تھا' ایک دن اسی میں لیٹے ہوئے تھے کہ دیوار پر ایک مکڑی نظر آئی' عورت بولی کیا مکڑی یہی ہے جس سے تو مجھے ڈراتا ہے؟ مرد نے کہا ہاں! اس پر وہ فوراً اٹھی اور کہا کہ اس کو تو میں فوراً مار دوں گی' یہ کہہ کر اس کو نیچے گرایا اور پاؤں سے مسل کر ہلاک کر دیا۔ مکڑی تو ہلاک ہو گئی لیکن اس کے زہر کی چھینٹیں اس کے پاؤں اور ناخنوں پر پڑ گئیں' جو اس کی موت کا پیغام بن گئیں۔ (ابن کثیر)

حضرت بریرہؓ کی آزادی کا واقعہ

رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آزاد کردہ کنیز سے یہ

Marfat.com

سفارش فرمائی کہ اس نے جو اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی ہے اور وہ اس کی محبت میں پریشان پھرتے ہیں دوبارہ نکاح کر لے ؛ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش ہے تو میری طبیعت اس پر بالکل آمادہ نہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں سفارش ہی ہے' بریرہؓ جانتی تھیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف اصول کوئی ناگواری نہ ہوگی' اس لیے صاف عرض کر دیا کہ تو پھر میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی' آپ نے خوش دلی کے ساتھ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے سلام کا واقعہ

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا "السلام علیک یا رسول اللہ" آپ ﷺ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا: "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" پھر ایک صاحب آئے اور انھوں نے سلام میں یہ الفاظ کہے: "السلام علیک یا رسول اللہ و رحمتہ اللہ" آپ ﷺ نے جواب میں ایک اور کلمہ بڑھا کر فرمایا "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" پھر ایک صاحب آئے انھوں نے اپنے سلام ہی میں تینوں کلمے بڑھا کر کہا: "السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" آپ نے جواب میں ایک کلمہ "وعلیک" ارشاد فرمایا، ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' پہلے جو حضرات آئے آپ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعاء کے ارشاد فرمائے' اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا تو آپ نے "وعلیک" پر اکتفا فرمایا' آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لیے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے' تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کر دیئے' اس لیے ہم نے قرآنی تعلیم کے مطابق تمھارے سلام کا جواب بالمثل دینے پر اکتفاء کر لیا' اس

Marfat.com

روایت کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مختلف اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

مسلمان سمجھنے کے لیے علامات اسلام کافی ہیں

ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے ملا جب کہ یہ حضرات جہاد کے لیے جا رہے تھے' یہ آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا' اس نے حضرات صحابہؓ کو سلام کیا' جو عملاً اس چیز کا اظہار تھا' کہ میں مسلمان ہوں' صحابہ کرامؓ نے سمجھا کہ اس وقت اس نے محض اپنی جان و مال بچانے کے لیے یہ فریب کیا ہے کہ مسلمانوں کی طرح سلام کر کے ہم سے بچ نکلے' چنانچہ انھوں نے اس کو قتل کر دیا' اور اس کی بکریوں کو مال غنیمت قرار دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص آپ کو اسلامی طرز پر سلام کرے تو بغیر تحقیق کے یہ نہ سمجھو کہ اس نے فریب کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور اس کے مال کو مالِ غنیمت سمجھ کر حاصل نہ کرو۔ (ابن کثیر)

اجماع کی حجیت پر امام شافعی کا واقعہ

حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے؟ آپ نے قرآن سے دلیل معلوم کرنے کے لیے تین روز تک مسلسل تلاوت قرآن کو معمول بنایا' ہر روز دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ پورا قرآن ختم کرتے تھے' بالآخر سورہ نساء کی آیت ۱۱۵ ذہن میں آئی' اور اس کو علماء کے سامنے بیان کیا تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجت پر یہ دلیل کافی ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے، ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے، اس نے شراب نہیں پی، لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (بحر محیط، صفحہ ۳۷۵ جلد ۳)

یہود کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اشتباہ کس طرح ہوا

ولکن شبہ لھم کی تفسیر میں امام تفسیر حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصہ یوں پیش آیا کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے' حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے' ابلیس نے یہود کے اس دستہ کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے تیار کھڑا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا' اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لیے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر جنت میں میرے ساتھ ہو' ان میں سے ایک آدمی نے اس غرض کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا' آپ نے اس کو اپنا کرتہ' عمامہ عطا کیا' پھر اس پر آپ کی مشابہت ڈال دی گئی' اور جب وہ باہر نکل آیا تو یہود اسے پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا (قرطبی)

بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے ایک شخص طیطلانوس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مکان میں نہ ملے، اس لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا تھا اور یہ شخص جو گھر سے نکلا تو حضرت عیسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام کا ہمشکل بنادیا گیا تھا' یہود یہ سمجھے کہ یہی عیسیٰ ہے اور اس اپنے آدمی کو لیجا کر قتل کر دیا۔ (مظہری)

ہارون الرشید کے دربار میں ایک مناظرہ

علامہ آلوسیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک نصرانی طبیب نے حضرت علی بن الحسین واقدی سے مناظرہ کیا' اور ان سے کہا کہ تمھاری کتاب میں ایسا لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جزو ہیں' اور دلیل میں یہ آیت پڑھ دی' جس میں "روح منہ" کے الفاظ ہیں۔

علامہ واقدی نے ان کے جواب میں ایک دوسری آیت پڑھ دی وسخرلکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منہ (اس آیت میں کہا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی اللہ سے ہے' اور منہ کے ذریعہ سے سب چیزوں کی نسبت اللہ کی طرف کردی گئی ہے) اور فرمایا کہ "روح منہ" کا اگر مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جزو ہیں' تو اس آیت کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ کا جزو ہے ؟ یہ جواب سن کر نصرانی طبیب لا جواب ہو اور مسلمان ہو گیا

علماء یہود کی حسرت کا واقعہ

ایک مرتبہ چند یہود، حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تمھارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا ایک جشن عید مناتے۔ فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ وہ کونسی آیت ہے۔ انھوں نے یہی آیت۔ الیوم اکملت لکم دینکم پڑھ دی۔

Marfat.com

حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی۔ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا ایک عرفہ دوسرے جمعہ۔

میمون بن مہران کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک سوال

ایک مرتبہ میمون بن مہران نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ ہم ایک ایسے ملک میں آباد ہیں جہاں اہلِ کتاب زیادہ رہتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور ان کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو جواب میں یہ دونوں آیتیں پڑھ کر سنا دیں۔ ایک وہ جس میں مشرکات کے نکاح کو حرام فرمایا ہے۔ دوسری آیت مائدہ جس میں اہلِ کتاب کی عورتوں کی حلت بیان کی ہے۔

میمون بن مہران نے کہا یہ دونوں آیتیں تو میں بھی قرآن میں پڑھتا ہوں اور جانتا ہوں۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کے پیشِ نظر میرے لیے حکم شرعی کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پھر یہی دونوں آیتیں پڑھ کر سنا دیں۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا۔ جس کا مطلب علماء امت نے یہ قرار دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال ہونے پر بھی اطمینان نہیں تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا واقعہ

جصاص نے احکام القرآن میں شقیق بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو۔ حضرت حذیفہؓ

Marfat.com

نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لیے حرام ہے، تو پھر امیر المؤمنین فاروقِ اعظمؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت و پاکدامنی نہیں ہے۔ اس لیے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانہ میں اس راہ سے فحش اور بدکاری داخل نہ ہو جائے اور امام محمد بن حسنؒ نے کتاب الآثار میں اس واقعہ کو بروایت امام ابو حنیفہؒ اس طرح نقل کیا ہے کہ دوسری مرتبہ فاروق اعظمؓ نے جب حضرت حزیفہؓ کو خط لکھا تو اس کے یہ الفاظ تھے :۔

اعزم عليك ان لا تضع كتابي حتى تخلي سبيلها فاني اخاف ان يقتديك المسلمون فيختاروا

یعنی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دے کر آزاد کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کی اقتدا کریں

نساء اهل الذمة لجمالهن و كفىٰ بذلك فتنة لنساء المسلمين (کتاب الآثار صفحہ ۱۵۶)

اور اہلِ ذمہ اہلِ کتاب کی عورتوں کو اُن کے حسن و جمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر ترجیح دینے لگیں تو مسلمان عورتوں کے لیے اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو گی۔

آپ ﷺ کا ایک واقعہ

کسی جہاد میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے صحابہ کرام مختلف حصوں میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر آرام کرنے لگے۔ رسول کریم ﷺ تن تنہا ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنے ہتھیار ایک درخت پر لٹکا دیئے دشمنوں میں سے ایک گاؤں والا موقع غنیمت جان کر جھپٹا اور آتے ہی رسول

Marfat.com

کریم ﷺ کی تلوار پر قبضہ کرلیا۔ اور آپ پر وہ تلوار کھینچ کر بولا من یمنعك منی اب بتلایئے کہ آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے بے دھڑک فرمایا کہ "اللہ عزوجل" گاؤں والے نے پھر وہی کلمہ دہرایا۔ من یمنعك منی، آپ ﷺ نے پھر اسی بے فکری کے ساتھ فرمایا "اللہ عزوجل"۔ دو تین مرتبہ اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی، یہاں تک کہ غیبی قدرت کے رعب نے اس کو مجبور کر کے تلوار کو میان میں داخل کر کے رکھ دیا۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو بلایا اور یہ واقعہ سنایا۔ یہ گاؤں والا ابھی تک آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ (ابن کثیر)

خدائی حفاظت

کعب بن اشرف یہودی نے ایک مرتبہ رسولِ کریم ﷺ کو اپنے گھر میں بلا کر قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی اطلاع کر دی اور ان کی ساری سازش خاک میں مل گئی (ابن کثیر) اور حضرت مجاہد، عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم ﷺ کسی معاملہ کے لیے یہود بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا کر باتوں میں مشغول کیا اور دوسری طرف عمرو بن جحش کو اس کام پر مقرر کر دیا کہ دیوار کے پیچھے سے اوپر چڑھ کر پتھر کی ایک چٹان آپ ﷺ کے اوپر ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کے ارادہ پر مطلع فرمایا اور آپ ﷺ فوراً وہاں سے اُٹھ گئے۔ (ابن کثیر)

بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا اجمالی واقعہ

وہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کا لشکر غرقِ دریا ہو گئے اور موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے نجات پاکر حکومتِ مصر کے مالک بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید انعام اور ان کے آبائی وطن ملک شام کو بھی اُن کے قبضہ میں واپس دلانے کے لیے بذریعہ موسیٰ علیہ السلام ان کو یہ حکم دیا کہ وہ جہاد کی نیت سے ارضِ مقدسہ یعنی ملک شام میں داخل ہوں اور ساتھ ہی ان کو یہ خوشخبری بھی سنادی کہ اس جہاد میں فتح ان کی ہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس زمین کو ان کے حصہ میں لکھ دیا ہے۔ وہ ضرور ان کو مل کر رہے گی۔ مگر بنی اسرائیل اپنی طبعی خصوصیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے انعامات، غرقِ فرعون اور فتح مصر وغیرہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لینے کے باوجود یہاں بھی عہد و میثاق پر پورے نہ اُترے اور جہادِ شام کے اس حکم الٰہی کے خلاف ضد کر کے بیٹھ گئے، جس کی سزا اُن کو قدرت کی طرف سے اس طرح ملی کہ چالیس سال تک ایک محدود علاقہ میں محصور و مقید ہو کر رہ گئے کہ بظاہر نہ ان کے گرد کوئی حصار تھا، نہ ان کے ہاتھ پاؤں کسی قید میں جکڑے ہوئے تھے۔ بلکہ کھلے میدان میں تھے اور اپنے وطن مصر کی طرف واپس چلے جانے کے لیے ہر روز صبح سے شام تک سفر کرتے تھے۔ مگر شام کو پھر وہیں نظر آتے تھے جہاں سے صبح چلے تھے۔ اسی دوران حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات ہو گئی اور یہ لوگ اسی طرح وادی تیہ میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔ ان کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے پیغمبران کی ہدایت کے لیے بھیجے۔

چالیس برس اس طرح پورے ہونے کے بعد پھر ان کی باقی ماندہ نسل نے اس وقت کے پیغمبر کی قیادت میں جہاد شام وبیت المقدس کا عزم کیا اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہوا کہ یہ ارض مقدس تمہارے حصہ میں لکھ دی گئی ہے۔

بنی اسرائیل کا ایک مفصّل واقعہ

واقعہ اس کا جو ائمہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس اور عکرمہ اور علی بن

Marfat.com

ابی طلحہ وغیرہ سے منقول ہے یہ ہے کہ اس وقت ملک شام اور بیت المقدس پر قوم عمالقہ قبضہ تھا جو قوم عاد کی کوئی شاخ اور بڑے ڈیل ڈول اور ہیبت ناک قدو قامت کے لوگ تھے، جن سے جہاد کر کے بیت المقدس فتح کرنے کا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ملا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے اپنی قوم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جانا بیت المقدس پر تھا۔ جب نہر اردن سے پار ہو کر دنیا کے قدیم ترین شہر ریحا پر پہونچے، تو یہاں قیام فرمایا اور بنی اسرائیل کے انتظام کے لیے بارہ سرداروں کا انتخاب کرنا قرآن کریم کی پچھلی آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ ان سرداروں کو آگے بھیجا تاکہ وہ ان لوگوں اور محاذ جنگ کی کیفیات معلوم کر کے آئیں جو بیت المقدس پر قابض ہیں اور جن سے جہاد کرنے کا حکم ملا ہے۔ یہ حضرات بیت المقدس پہنچے تو شہر سے باہر قوم عمالقہ کا کوئی آدمی مل گیا اور وہ اکیلا ان سب کو گرفتار کر کے لے گیا اور اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا کہ یہ لوگ ہم سے جنگ کرنے کے قصد سے آئے ہیں۔ شاہی دربار میں مشورہ ہوا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے یا کوئی دوسری سزا دی جائے۔ بالآخر رائے اس پر ٹھہری کہ ان کو آزاد کر دیں تاکہ یہ اپنی قوم میں جا کر عمالقہ کی قوت و شوکت پر ایسے عینی گواہ ثابت ہوں کہ کبھی ان کی طرف رخ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔

اس موقع پر اکثر کتب تفسیر میں اسرائیلی روایات کی لمبی چوڑی کہانیاں درج ہیں جن میں اس ملنے والے شخص کا نام عوج بن عنق بتلایا ہے اور اس کی بے پناہ قدو قامت اور قوت و طاقت کو ایسی مبالغہ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کسی سمجھ دار آدمی کو اس کا نقل کرنا بھی بھاری ہے۔

امام تفسیر ابن کثیر نے فرمایا کہ عوج بن عنق کے جو قصے ان اسرائیلی

Marfat.com

روایات میں مذکور ہیں نہ عقل ان کو قبول کر سکتی ہے اور نہ شرع میں ان کا کوئی جواز ہے۔بلکہ یہ سب کذب وافتراء ہے۔بات صرف اتنی ہے کہ قوم عمالقہ کے لوگ چونکہ قوم عاد کے بقایا ہیں۔ جن کے ہیبت ناک قدو قامت کا خود قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا ہے۔اس قوم کا ڈیل ڈول اور قوت وطاقت ضرب المثل تھی۔ان میں کا ایک آدمی قوم بنی اسرائیل کے بارہ آدمیوں کے گرفتار کر کے لیجانے پر قادر ہو گیا۔

بہر حال بنی اسرائیل کے بارہ سردار عمالقہ کی قید سے رہا ہو کر اپنی قوم کے پاس مقام اریحا پر پہونچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس عجیب وغریب قوم اور اس کی ناقابلِ قیاس قوت وشوکت کا ذکر کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر توان سب باتوں کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فتح وکامیابی کی بشارت سنادی تھی۔بقول اکبر ؎

مجھ کو بے دِل کر دے ایسا کون ہے
یاد مجھ کو انتم الاعلون ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام توان کی قوت وشوکت کا حال سن کر اپنی جگہ کوہ استقامت بنے ہوئے اقدامِ جہاد کی فکر میں لگے رہے۔ مگر خطرہ یہ ہو گیا کہ بنی اسرائیل کو اگر حریف مقابل کی اس بے پناہ طاقت کا علم ہو گیا تو یہ لوگ پھسل جائیں گے۔ اس لیے ان بارہ سرداروں کو ہدایت فرمائی کہ قومِ عمالقہ کے یہ حالات بنی اسرائیل کو ہر گز نہ بتائیں،بلکہ راز رکھیں، مگر ہوا یہ کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دوستوں سے خفیہ طور پر اس کا تذکرہ کر دیا۔ صرف دو آدمی جن میں سے ایک کا نام یوشع بن نون اور دوسرے کا کالب بن یوقنا تھا،انھوں نے موسوی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس راز کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔

اور ظاہر ہے کہ بارہ میں سے جب دس نے راز فاش کر دیا تو اس کا پھیل

Marfat.com

جانا قدرتی امر تھا۔ بنی اسرائیل میں جب ان حالات کی خبریں شائع ہونے لگیں تو لگے رونے، پیٹنے اور کہنے لگے کہ اس سے اچھا یہی تھا کہ قوم فرعون کی طرح ہم بھی غرقِ دریا ہو جاتے۔ وہاں سے بچا لا کر ہمیں یہاں مروایا جا رہا ہے۔ انھیں حالات میں بنی اسرائیل نے یہ الفاظ کہے :۔

یاموسیٰ ان فیھا قوما جبارین و انا لن
ندخلھا حتی یخرجو ا منھا

یعنی اے موسیٰؑ اس شہر میں بڑی زبردست قوم آباد ہے جن کا مقابلہ ہم سے نہیں ہو سکتا اس لیے جب تک وہ لوگ آباد ہیں موجود ہیں ہم وہاں جانے کا نام نہ لیں گے ۔

اگلی آیات میں ہے کہ دو شخص ڈرنے والے تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا انھوں نے بنی اسرائیل کی یہ گفتگو سن کر بطور نصیحت ان کو کہا کہ تم پہلے ہی کیوں ڈرتے مرتے ہو، ذرا قدم اٹھا کر شہر بیت المقدس کے دروازہ تک تو چلو، ہمیں یقین ہے کہ تمھارا اتنا ہی عمل تمھاری فتح کا سبب بن جائے گا اور دروازہ بیت المقدس میں داخل ہوتے ہی تم غالب ہو جاؤ گے اور دشمن شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ یہ دو شخص جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہی بارہ میں سے دو سردار ہیں جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر عمالقہ کا پورا حال بنی اسرائیل کو بتایا تھا۔ یعنی یوشع بن نون، اور کالب بن یوقنا۔

قرآن کریم نے اس جگہ ان دونوں بزرگوں کی دو صفتیں خاص طور پر ذکر فرمائی ہیں۔ ایک الذین یخافون یعنی یہ لوگ جو ڈرتے ہیں۔ اس میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کس سے ڈرتے ہیں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ڈرنے کے لائق سارے

Marfat.com

عالم میں صرف ایک ہی ذات ہے۔ یعنی اللہ جل شانہ کیونکہ ساری کائنات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی مشیت و اذن کے بغیر کوئی نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ ادنیٰ نقصان اور جب ڈرنے کے لائق ایک ہی ذات ہے اور وہ متعین ہے تو پھر اس کے تعین کی ضرورت نہ رہی۔

دوسری صفت ان بزرگوں کی قرآنِ کریم نے یہ بتلائی کہ انعم الله علیھما یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس شخص میں جہاں کوئی خوبی اور بھلائی ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام و عطا ہے۔ ورنہ ان بارہ سرداروں میں قوائے ظاہرہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور قوائے ظاہرہ وباطنہ اور عقل و ہوش اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت و معیت یہ ساری ہی چیزیں سبھی کو حاصل تھیں۔ اس کے باوجود وہ سب پھسل گئے اور یہی دو اپنی جگہ جمے رہے تو معلوہوا کہ اصل ہدایت انسان کے قوائے ظاہرہ وباطنہ اس کی سعی و عمل کے تابع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ البتہ اس انعام کے لیے سعی و عمل شرط ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل و ہوش اور دانائی و ہوشیاری عطا فرمائی ہو وہ اپنی ان طاقتوں پر ناز نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے رشد و ہدایت طلب کرے عارف رومی نے خوب فرمایا ہے ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی برادری کو یہ نصیحت فرمائی کہ عمالقہ کی ظاہری قوت و شوکت سے نہ گھبرائیں۔ اللہ پر توکل کر کے بیت المقدس کے دروازہ تک چلے چلیں تو فتح اور غلبہ ان کا ہے ان بزرگوں کا یہ فیصلہ کہ دروازہ تک پہنچنے کے بعد ان کو غلبہ ضرور حاصل ہو جائے گا اور دشمن شکست کھا کر

Marfat.com

بھاگ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ قوم عمالقہ کے جائزہ لینے کی بنا پر ہو کہ وہ لوگ بڑے ڈیل ڈول اور طاقت و قوت کے باوجود دل کے کچے ہیں جب حملہ کی خبر پائیں گے تو ٹھہر نہ سکیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرمانِ الٰہی جو بطور بشارت فتح موسیٰ علیہ السلام سے سن چکے تھے۔ اس پر یقین کامل ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا ہو۔

مگر بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ سنی تو اِن دونوں بزرگوں کی کیا سنتے پھر وہی جواب اور زیادہ بھونڈے انداز سے دیا کہ فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قعدون۔ یعنی آپ اور آپ کے اللہ میاں ہی جان کر اُن سے مقاتلہ کر لیں۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ بنی اسرائیل کا یہ کلمہ اگر استہزاء کے طور پر ہوتا تو صریح کفر تھا۔ اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ رہنا۔ ان کے لیے میدان تیہ میں دعائیں کرنا۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔ اس کا امکان نہ تھا۔

اس لیے ائمہ مفسرین نے اس کلمہ کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ آپ جائیے اور اُن سے مقاتلہ کیجئے۔ آپ کا رب آپ کی مدد کرے گا۔ ہم تو مدد کرنے سے قاصر ہیں اس معنے کے اعتبار سے یہ کلمہ کفر کی حد سے نکل گیا۔ اگرچہ یہ جواب نہایت بھونڈا اور دل آزار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ کلمہ ضرب المثل بن گیا۔

غزوہ بدر میں نہتے اور بھوکے مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک ہزار مسلح نوجوانوں کا لشکر آ کھڑا ہوا۔ اور رسول اکرم ﷺ یہ دیکھ کر اپنے رب سے دعائیں مانگنے لگے۔ تو حضرت مقداد بن اسود صحابی آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم ہے ہم ہرگز وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔ کہ فاذھب انت و ربك فقاتلا انا ھھنا قعدون۔ بلکہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں سے اور سامنے سے اور پیچھے سے مدافعت کریں گے۔ آپ بے فکر

Marfat.com

ہو کر مقابلہ کی تیاری فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور صحابہ کرامؓ میں بھی جوشِ جہاد کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مقداد بن اسود کے اس کارنامہ پر مجھے بڑا رشک ہے۔ کاش یہ سعادت مجھے بھی حاصل ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ایسے نازک موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کورا جواب دے کر اپنے سب عہد و میثاق توڑ ڈالے۔

قوم بنی اسرائیل کے سابقہ حالات و واقعات اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملات کا جائزہ لینے والا اگر سرسری طور پر بھی اس کو سامنے رکھے جو قوم بنی اسرائیل صدیوں سے فرعون کی غلامی میں طرح طرح کی ذلتیں اور عذاب برداشت کر رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور ان کی برکت سے ان کو خدائے عزوجل نے کہاں سے کہاں پہنچایا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اللہ جل شانہ کی قدرتِ کاملہ کے کیسے کیسے مظاہر آئے۔ فرعون اور قومِ فرعون کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ہاتھوں اپنے قائم کیے ہوئے دربار میں شکست فاش ہوئی۔ جن ساحروں پر ان کا بھروسہ تھا۔ وہی اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دم بھرنے لگے۔ پھر اس خدائی کا دعویٰ کرنے والا فرعون اور شاہی محلات میں بسنے والے آل فرعون سے خدائے عزوجل کی قدرت قاہرہ نے کس طرح تمام محلات و مکانات اور ان کے ساز و سامان کو بیک وقت خالی کرا لیا۔ اور کس طرح بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے اسے غرق کر دیا اور کس طرح معجزانہ طور پر بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔ اور کس طرح وہ دولت جس پر فرعون یہ کہہ کر فخر کرتا تھا۔

الیس لی ملک مصر وھذہ الانھار تجری من تحتی

اللہ تعالیٰ نے پورا ملک اور اس کی پوری ملک بغیر کسی قتل و قتال

Marfat.com

کے بنی اسرائیل کو عطا فرمادی۔

ان تمام واقعات میں اللہ جل شانہ کی قدرت قاہرہ کے مظاہر اس قوم کے سامنے آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کو اول غفلت و جہالت سے پھر فرعون کی غلامی سے نجات دلانے میں کیا کیا روح فرسا مصائب برداشت کیں۔ ان سب چیزوں کے بعد جب اس قوم کو خدائی امداد وانعامات کے وعدوں کے ساتھ ملکِ شام پر جہاد کرنے کا حکم ملا تو ان لوگوں نے اپنی اس دنائت کا اظہار کیا اور کہنے لگے۔ اذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قعدون۔ دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ ان حالات اور اس کے بعد قوم کی ان حرکات کا اس پر کیا اثر ہو گا۔ مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول ہیں، کہ کوہِ استقامت بنے ہوئے اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔

قوم کی مسلسل عہد شکنی اور وعدہ فراموشی سے عاجز آکر اپنے رب کے سامنے صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔ (انی لااملك الانفسی واخی) یعنی مجھے تو اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں۔ قوم عمالقہ پر جہاد کی مہم کو کس طرح سر کیا جائے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے قوم بنی اسرائیل میں کم از کم دو سردار یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا جنھوں نے پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کا ثبوت دیا تھا اور قوم کو سمجھانے اور صحیح راستہ پر لانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مسلسل کوشش کی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا بھی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ صرف اپنا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اس کا سبب وہی قوم بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور نافرمانی تھی کہ صرف حضرت ہارون علیہ السلام بوجہ نبی و پیغمبر ہونے کے معصوم تھے اور ان کا طریقہ حق پر قائم رہنا یقینی تھا باقی یہ دونوں سردار معصوم بھی نہ تھے۔ اس انتہائی غم و غصہ کے عالم میں صرف اس کا ذکر کیا

Marfat.com

جس کا حق پر قائم رہنا یقینی تھا۔ اس اظہار کے ساتھ کہ مجھے اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی فافرق بيننا وبين القوم الفسقين یعنی ہم دونوں اور ہماری قوم کے درمیان آپ ہی فیصلہ فرما دیجیے۔ اس دعا کا حاصل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ تھا کہ یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دی جائے اور ہم دونوں جس صورتِ حال کے مستحق ہیں ہم کو وہ عطا فرمایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اس طرح قبول فرمایا کہ ارشاد ہوا کہ فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون فى الارض یعنی ملک شام کی زمین ان پر چالیس سال کے لیے حرام قرار دے دی گئی۔ اب اگر وہ وہاں جانا بھی چاہیں تو نہ جا سکیں گے۔ اور پھر یہ نہیں کہ ملک شام نہ جا سکیں گے۔ بلکہ وہ اگر اپنے وطن مصر کی طرف لوٹنا چاہیں گے تو وہاں بھی نہ جا سکیں گے بلکہ اس میدان میں ان کو نظر بند کر دیا جائے گا۔

خدائے عزوجل کی سزاؤں کے لیے نہ پولیس اور نہ اُن کی ہتھکڑیاں شرط ہیں اور نہ جیل خانے کی مضبوط دیواریں اور آہنی دروازے۔ بلکہ جب وہ کسی کو محصور و نظر بند کرنا چاہیں تو کھلے میدان میں بھی قید کر سکتے ہیں۔ سبب ظاہر ہے کہ ساری کائنات اسی کی مخلوق اور محکوم ہے جب کائنات کو کسی کی قید کا حکم ہو جاتا ہے تو ساری ہوا اور فضا اور زمین و مکان اس کے لیے جیلر بن جاتے ہیں۔ ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند

بامن تو مردہ با حق زندہ اند

چنانچہ یہ مختصر سا میدان جو مصر اور بیت المقدس کے درمیان ہے جس کی پیمائش حضرت مقاتل کی تفسیر کے مطابق تیس فرسخ چوڑائی ہے، ایک فرسخ اگر تین

Marfat.com

میل کا قرار دیا جائے تو نوے میل کے طویل اور ستائیس میل کے عرض کا کل رقبہ ہو جاتا ہے، اور بعض روایات کے مطابق صرف تیس میل ضرب اٹھارہ میل کا رقبہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پوری قوم کو جس کی تعداد حضرت مقاتل کے بیان کے موافق چھ لاکھ نفوس تھی، اس مختصر سے کھلے میدانی رقبہ کے اندر اس طرح قید کر دیا کہ چالیس سال مسلسل اس تنگ و دو میں رہے کہ کسی طرح اس میدان سے نکل کر مصر واپس چلے جائیں، یا آگے بڑھ کر بیت المقدس پر پہونچ جائیں، مگر ہوتا یہ تھا کہ سارے دن کے سفر کے بعد جب شام ہوتی تو یہ معلوم ہوتا کہ پھر پھرا کر وہ اسی مقام پر پہنچ گئے ہیں، جہاں سے صبح چلے تھے۔

علماء تفسیر نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کسی قوم کو جو سزا دیتے ہیں وہ ان کے اعمالِ بد کی مناسبت سے ہوتی ہے، اس نافرمان قوم نے چونکہ یہ کلمہ بولا تھا کہ انا ھھنا قعدون یعنی ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا میں چالیس سال تک کے لیے وہیں قید کر دیا، تاریخی روایات اس میں مختلف ہیں، کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں بنی اسرائیل کی موجودہ نسل جس نے نافرمانی کی تھی، سبھی فنا ہو گئے، اور ان کی اگلی نسل باقی رہ گئی، جو اس چالیس سالہ قید سے نجات پانے کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوئی، یا ان میں سے بھی کچھ لوگ باقی تھے، بہر حال قرآن کریم نے ایک تو یہ وعدہ کیا تھا کہ کتب اللہ لکم یعنی ملکِ شام بنی اسرائیل کے حصہ میں لکھ دیا ہے، وہ وعدہ پورا ہونا ضرور تھا، کہ قوم بنی اسرائیل اس ملک پر قابض و مسلط ہو، مگر بنی اسرائیل کے موجودہ افراد نے نافرمانی کر کے اس انعام خداوندی سے اعراض کیا تو ان کو یہ سزا مل گئی کہ "محرمة علیھم اربعین سنة" یعنی چالیس سال تک وہ ارض مقدسہ فتح کرنے سے محروم کر دیئے گئے، پھر ان کی نسل میں جو لوگ پیدا ہوئے ان کے ہاتھوں یہ ملک فتح ہوا، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

Marfat.com

اس وادی تیہ میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی اپنی قوم کے ساتھ تھے یہ وادی ان کے لیے قید اور سزا تھی، اور ان دونوں حضرات کے لیے نعمائے الٰہیہ کا مظہر۔

یہی وجہ ہے کہ چالیس سالہ دور جو بنی اسرائیل پر معتوب ہونے کا گذرا اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی برکت سے طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، کھلے میدان کی دھوپ سے عاجز آئے تو موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر بادلوں کی چھتری لگادی، جس طرف یہ لوگ چلتے تھے بادل ان کے ساتھ ساتھ سایہ فگن ہو کر چلتے تھے، پیاس اور پانی کی قلت کی شکایت پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ایک ایسا پتھر عطا فرمادیا کہ وہ ہر جگہ اُن کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، اور جب پانی کی ضرورت ہوتی تھی' تو موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا اُس پر مارتے تھے تو چشمے اس میں سے جاری ہو جاتے تھے، بھوک کی تکلیف پیش آئی تو آسمانی غذا مَن و سلویٰ اُن پر نازل کر دی گئی، رات کو اندھیری کی شکایت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے روشنی کا ایک مینار ان کے لیے کھڑا کر دیا جس کی روشنی میں یہ سب کام کاج کرتے تھے۔

غرض اس میدان تیہ میں صرف معتوب لوگ ہی نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دو محبوب پیغمبر اور ان کے ساتھ دو مقبول بزرگ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا بھی تھے، ان کے طفیل میں اس قید و سزا کے زمانے میں بھی یہ انعامات اُن پر ہوتے رہے، اور اللہ تعالیٰ رحیم الرحماء ہیں، ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کے ان افراد نے بھی ان حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے جرم سے توبہ کرلی ہو، اس کے بدلہ میں یہ انعامات ان کو مل رہے ہوں۔

صحیح روایات کے مطابق اسی چالیس سالہ دَور میں اوّل حضرت ہارون

Marfat.com

علیہ السلام کی وفات ہو گئی، اور اس کے ایک سال یا چھ مہینہ بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی، ان کے بعد حضرت یوشع بن نون کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مامور فرمایا، اور چالیس سالہ قید ختم ہونے کے بعد بنی اسرائیل کی باقی ماندہ قوم حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں جہاد بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئی، اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ملک شام اُن کے ہاتھوں فتح ہوا، اور اس ملک کی نا قابلِ قیاس دولت ان کے ہاتھ آئی۔

قصہ ھابیل و قابیل

اس قربانی کے پیش کرنے کا واقعہ جو صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابن کثیر نے اس کو علماء سلف و خلف کا متفقہ قول قرار دیا ہے یہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حواء علیہما السلام دنیا میں آئے اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے توام (جڑواں) پیدا ہوئے، ایک لڑکا اور دوسری لڑکی، اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا، اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا تو اللہ جل شانہ' نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعتِ آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرمادیا تھا کہ ایک حمل سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں، اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے، لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لیے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوگی، بلکہ ان کے درمیان رشتہء ازدواج و مناکحت جائز ہوگا

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بد شکل تھی جب نکاح کا

Marfat.com

وقت آیا تو حسبِ ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی یہ بد شکل لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی، اس پر قابیل ناراض ہو کر ہابیل کا دشمن ہو گیا، اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے، حضرت آدم علیہ السلام نے شرعی قاعدہ کے موافق اس کو قبول نہ فرمایا، اور ہابیل و قابیل کے درمیان رفعِ اختلاف کے لیے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لیے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی یہ لڑکی اس کو دی جائے گی، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہو گی جس کا حق ہے، یعنی ہابیل کی۔

اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی، اور جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اس کے نامقبول ہونے کی ہوتی تھی۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں، اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی، قابیل کاشتکار آدمی تھا، اس نے کچھ غلہ، گندم وغیرہ قربانی کے لیے پیش کیا، اور ہوا یہ کہ حسبِ دستور آسمان سے آگ آئی، ہابیل کی قربانی کو کھا گئی، اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہ گئی، اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم و غصہ اور بڑھ گیا، تو اس سے رہا نہ گیا، اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا: لا قتلنك، یعنی میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

ہابیل نے اس وقت بھی غصہ کی بات کا جواب غصہ کے ساتھ دینے کے بجائے ایک ٹھنڈی اور اصولی بات کہی، جس میں اس کی ہمدردی و خیر خواہی بھی تھی کہ: انما يتقبل الله من المتقين، یعنی "اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں" اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمھاری قربانی قبول ہوتی، تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی اس میں میرا کیا قصور ہے۔

Marfat.com

علی اسدی کے توبہ کا واقعہ

علی اسدی جو مدینہ طیبہ کے قریب میں ایک جتھہ جمع کر کے آنے جانے والوں پر ڈاکہ ڈالتا تھا، ایک روز قافلہ میں کسی قاری کی زبان سے یہ آیت اس کے کان میں پڑ گئی۔ یعبادی الذین اسرفوا علے انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله قاری کے پاس پہونچے، اور دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی دوسری مرتبہ آیت سنتے ہی اپنی تلوار میان میں داخل کی، اور رہزنی سے توبہ کر کے مدینہ طیبہ پہونچے، اس وقت مدینہ پر مروان بن حکم حاکم تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ان کا ہاتھ پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے، اور قرآن کی آیت مذکورہ پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کو کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ حکومت بھی ان کے فساد و رہزنی سے عاجز ہو رہی تھی سب کو خوشی ہوئی۔

فتنہ ارتداد کے چند واقعات

واقعات یہ تھے کہ سب سے پہلے تو مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ نبوت ہونے کا دعویٰ کیا، اور یہاں تک جرات کی کہ آپ کے قاصدوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اگر بمصلحتِ تبلیغ واصلاح یہ دستور عام نہ ہوتا کہ قاصدوں اور سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمھیں قتل کر دیتا، مسیلمہ اپنے دعوے میں کذاب تھا، پھر آپ ﷺ کو اس کے خلاف جہاد کا موقع نہیں ملا، یہاں تک کہ وفات ہو گئی۔

اسی طرح یمن میں قبیلہ مذجج کے سردار اسود عنسی نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے مقرر کیے ہوئے حاکم یمن کو اس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیدیا، مگر جس رات میں اس کو قتل کیا گیا اس کے اگلے

Marfat.com

دن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، صحابہ کرامؓ تک اس کی خبر ربیع الاوّل کے آخر میں پہنچی، اسی طرح کا واقعہ قبیلہ بنو اسد میں پیش آیا، کہ ان کا سردار طلیحہ بن خویلد خود اپنی نبوت کا مدعی بن گیا۔

یہ تین قبیلوں کی جماعتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات ہی میں مرتد ہو چکی تھیں، آپؐ کی وفات کی خبر نے اس فتنۂ ارتداد کو ایک طوفانی شکل میں منتقل کر دیا، عرب کے سات قبیلے مختلف مقامات پر اسلام اور اس کی حکومت سے منحرف ہو گئے، اور خلیفہ وقت ابو بکر صدیقؓ کو اسلامی قانون کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

وفات سرور کائنات کے بعد ملک و ملت کی ذمہ داری خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ پر عائد ہوئی، ایک طرف ان حضرات پر اس حادثہ عظیم کا صدمہ جانگداز اور دوسری طرف یہ فتنوں اور بغاوتوں کے سیلاب، صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو صدمہ میرے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ پر پڑا اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر پڑ جاتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر و استقامت کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا کہ تمام آفات و مصائب کا پورے عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے۔

بغاوتوں کا مقابلہ ظاہر ہے کہ طاقت استعمال کر کے ہی کیا جا سکتا ہے، مگر حالات کی نزاکت اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ صدیق اکبرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو کسی کی رائے نہ ہوئی کہ اس وقت بغاوتوں کے مقابلہ میں کوئی سخت قدم اٹھایا جائے، خطرہ یہ تھا کہ حضرات صحابہؓ اگر اندرونی جنگ میں مشغول ہو جائیں تو بیرونی طاقتیں اس جدید اسلامی ملک پر دوڑ پڑیں گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے صدیق کے قلب کو اس جہاد کے لیے مضبوط فرما دیا، اور آپؐ نے ایک ایسا بلیغ خطبہ صحابہ کرامؓ کے

Marfat.com

سامنے دیا کہ اس جہاد کے لیے ان کا بھی شرح صدر ہو گیا، اس خطبہ میں اپنے پورے عزم واستقلال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ :

”جو لوگ مسلمان ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ کے دیئے ہوئے احکام اور قانونِ اسلام کا انکار کریں تو میرا فرض ہے کہ میں ان کے خلاف جہاد کروں، اگر میرے مقابلہ پر تمام جن و انس اور دنیا کے شجر و حجر سب کو جمع کر لائیں، اور کوئی میرا ساتھی نہ ہو، تب بھی میں تنہا اپنی گردن سے اس جہاد کو انجام دوں گا۔“

اور یہ فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور چلنے لگے، اس وقت صحابہ کرامؓ آگے آئے اور صدیق اکبرؓ کو اپنی جگہ بٹھلا کر مختلف محاذوں پر مختلف حضرات کی روانگی کا نقشہ بن گیا، اسی لیے حضرت علی مرتضیٰؓ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ، قتادہ وغیرہ جمہور ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آئی ہے وہی سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ثابت ہوئے جن کے من جانب اللہ میدان عمل میں لائے جانے کا آیتِ مذکورہ میں ارشاد ہے۔

مگر یہ اس کے منافی نہیں کہ کوئی دوسری جماعت بھی اس آیت کی مصداق ہو، اس لیے جن حضرات نے اس آیت کا مصداق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ یا دوسرے صحابہ کرامؓ کو قرار دیا وہ بھی اس کا مخالف نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ سب حضرات بلکہ قیامت تک آنے والا وہ مسلمان جو قرآنی ہدایت کے مطابق کفر وارتداد کا مقابلہ کریں گے، اسی آیت کے مصداق میں داخل ہوں گے، بہر حال صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حضرت صدیق اکبرؓ کے زیرِ ہدایت اس فتنہ ارتداد کے مقابلہ کے لیے کھڑی ہو گئی، حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک بڑا لشکر دے کر مسلیمہ کذاب کے مقابلہ پر

Marfat.com

یمامہ کی طرف روانہ کیا، وہاں مسیلمہ کذاب کی جماعت نے اچھی خاصی طاقت پکڑلی تھی، سخت معرکے ہوئے، بالآخر مسیلمہ کذاب حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، اور اس کی جماعت تائب ہو کر پھر مسلمانوں میں مل گئی، اسی طرح طلیحہ بن خویلد کے مقابلہ پر بھی حضرت خالدؓ ہی تشریف لے گئے، وہ فرار ہو کر کہیں باہر چلا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خود ہی اسلام کی دوبارہ توفیق بخشی، اور مسلمان ہو کر لوٹ آئے۔

خلافت صدیقی کے پہلے مہینہ ربیع الاوّل کے آخر میں اسود عنسی کے قتل اور اس کی قوم کے مطیع و فرمانبردار ہو جانے کی خبر پہنچ گئی، اور یہی خبر سب سے پہلی فتح کی خبر تھی، جو حضرت صدیق اکبرؓ کو ان حالات میں پہنچی تھی، اسی طرح دوسرے قبائل مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ میں بھی ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو فتح مبین نصیب فرمائی۔

حضرت علیؓ کا واقعہ

ایک روز حضرت علی مرتضیٰؓ نماز میں مشغول تھے، جب آپ رکوع میں گئے تو کسی سائل نے آ کر سوال کیا، آپ نے اسی حالت رکوع میں اپنی ایک انگلی سے انگوٹھی نکال کر اس کی طرف پھینک دی، غریب فقیر کی حاجت روائی میں اتنی دیر کرنا بھی پسند نہیں فرمایا کہ نماز سے فارغ ہو کر اس کی ضرورت پوری کریں، یہ مسابقت فی الخیرات اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند آئی، اور اس جملہ کے ذریعہ اس کی قدر افزائی فرمائی۔

ایک نصرانی کا کلمہ شہادت کا مذاق اڑانے پر عبرتناک انجام

واقعہ بحوالہ ابن ابی حاتم تفسیر مظہری میں یہ نقل کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک نصرانی تھا، وہ جب اذان میں اشهد ان محمدا رسول الله کا لفظ سنتا تو یہ کہا

Marfat.com

کرتا تھا احرق اللہ الکاذب یعنی جھوٹے کو اللہ تعالیٰ جلا دے۔

آخر کار اس کا یہ کلمہ ہی اس کے پورے خاندان کے جل کر خاک ہو جانے کا سبب بن گیا، جس کا واقعہ یہ پیش آیا کہ رات کو جب یہ سو رہا تھا اس کا نوکر کسی ضرورت سے آگ لیکر گھر میں آیا اس کی چنگاری اُڑ کر کسی کپڑے پر گر پڑی اور سب کے سو جانے کے بعد وہ بھڑک اٹھی، اور سب کے سب جل کر خاک ہو گئے۔

گناہوں پر اظہار نفرت نہ کرنے پر وعید

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو تباہ کر دو، فرشتوں نے عرض کیا اس بستی میں آپ کا فلاں عبادت گذار بندہ بھی ہے، حکم ہوا کہ اس کو بھی عذاب چکھاؤ، کیونکہ ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کو دیکھ کر اس کو بھی غصہ نہیں آیا اور اس کا چہرہ غصہ سے کبھی متغیر نہیں ہوا۔

حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے ایک لاکھ آدمی عذاب سے ہلاک کیے جائیں گے، جن میں چالیس ہزار نیک لوگ ہیں اور ساٹھ ہزار بد عمل، حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب العالمین بد کرداروں کی...... ہلاکت کی وجہ تو ظاہر ہے، لیکن نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کیا جا رہا ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ یہ نیک لوگ بھی ان بد کرداروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، ان کے ساتھ کھانے پینے، اور ہنسی دل لگی کے شریک رہتے تھے، میری نافرمانیاں اور گناہ دیکھ کر کبھی ان کے چہروں پر کوئی ناگواری کا اثر تک نہ آیا۔

(یہ سب روایات بحر محیط سے منقول ہیں)

حرم محترم کا احترام

۶ھ ہجری یعنی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی خاص

Marfat.com

جماعت کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر بقصد بیت اللہ روانہ ہوئے اور حدود حرم کے قریب مقام حدیبیہ پر قیام فرما کر حضرت عثمان غنیؓ کو چند رفیقوں کے ساتھ مکہ بھیجا کہ مکہ کے سرداروں سے کہہ دیں کہ مسلمان اس وقت کسی جنگ کی نیت سے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے ان کی راہ میں کوئی مزاحمت نہ ہونی چاہیے۔

قریشی سرداروں نے بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد اپنا ایک نمائندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ شخص حرمات بیت اللہ کا خاص لحاظ رکھنے والا ہے، اس لیے اپنے قربانی کے جانور جن پر قربانی کا نشان کیا ہوا ہے اس کے سامنے کر دو، اس نے جب یہ ہدایا (قربانی کے جانور) دیکھے تو اقرار کیا کہ بیشک ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہیے۔

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کا عدل وانصاف

تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ زمانہ تابعین کے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب سابق امراء کے زمانہ کے عائد کیے ہوئے ناجائز ٹیکس بند کیے، اور جن لوگوں سے ناجائز طور پر اموال لیے گئے وہ واپس کیے اور سرکاری بیت المال خالی ہو گیا اور آمدنی بہت محدود ہو گئی، تو ایک صوبہ کے گورنر نے ان کی خدمت میں خط لکھا کہ بیت المال کی آمدنی بہت گھٹ گئی ہے، فکر ہے کہ حکومت کے کاروبار کس طرح چلیں گے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں یہی آیت تحریر فرما دی، لا یستوی الخبیث و الطیب و لو اعجبک کثرۃ الخبیث، اور لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے ظلم وجور کے ذریعہ جتنا خزانہ بھرا تھا تم اس کے بالمقابل عدل وانصاف قائم کر کے اپنے خزانہ کو کم کر لو اور کوئی پروا نہ کرو ہماری حکومت کے

Marfat.com

کام اسی کم مقدار سے پورے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ

تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے کسی نے یہ سوال کیا کہ فلاں فلاں حضرات میں باہمی سخت جھگڑا ہے، ایک دوسرے کو ترک کہتے ہیں، تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ تمھیں کہہ دوں گا کہ جاؤ ان لوگوں سے قتال کرو، ہرگز نہیں، جاؤ ان کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ، قبول کریں تو بہتر اور نہ کریں تو ان کی فکر چھوڑ کر اپنی فکر میں لگ جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کا درد

ابن کثیرؒ نے بروایت ابوذرؓ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پوری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے، اور وہ آیت ان تعذ بھم فانھم عبادك، ہے، پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ یہی آیت پڑھتے رہے، رکوع اسی سے اور سجدے اسی سے کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی، اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے، ایسے شخص کے واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اللھم امتی یعنی میرے پاک پروردگار میری امت کی طرف نظر رحمت فرما، اور آپ رونے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل امین رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپؐ نے جبرئیل امین کو اپنے مذکورہ قول سے آگاہ کیا،

Marfat.com

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ پھر جاؤ اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دو کہ ہم عنقریب تیری امت کے بارے میں تم کو رضامند کر دیں گے، اور تم کو ناخوش نہ کریں گے۔

جھوٹ پر عذاب دوزخ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ عمل کیا ہے جس سے آدمی دوزخ میں جائے آپ نے فرمایا کہ وہ عمل جھوٹ ہے (مسند احمد) اور شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی دونوں باچھیں چیر دی جاتی ہیں، وہ پھر درست ہو جاتی ہیں، پھر چیر دی جاتی ہیں، اسی طرح یہ عمل اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا، آپؐ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ جھوٹ بولنے والا ہے۔

کفار قریش کا نبی کریم ﷺ سے عناد و تعصب

تفسیر مظہری میں بروایت سدی یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کفار قریش کے دو سردار اخنس بن شریق اور ابو جہل کی ملاقات ہوئی، تو اخنس نے ابو جہل سے پوچھا کہ اے ابو الحکم (عرب میں ابو جہل ابو الحکم کے نام سے پکارا جاتا تھا اسلام میں اس کے کفر و عناد کے سبب ابو جہل کا لقب دیا گیا) یہ تنہائی کا موقع ہے میرے اور تمھارے کلام کو کوئی تیسرا نہیں سن رہا ہے، مجھے محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کے متعلق اپنا خیال صحیح صحیح بتلاؤ کہ ان کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔

ابو جہل نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ محمدؐ سچے ہیں، انھوں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن بات یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو قصی میں

Marfat.com

ساری خوبیاں اور کمالات جمع ہو جائیں باقی قریش خالی رہ جائیں اس کو ہم کیسے برداشت کریں؟ جھنڈا بنی قصی کے ہاتھ میں ہے حرم میں حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمت ان کے ہاتھ میں ہے، بیت اللہ کی دربانی اور اسکی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے، اب اگر نبوت بھی ہم انھی کے اندر تسلیم کرلیں تو باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔

ایک دوسری روایت ناجیہ ابن کعب سے منقول ہے کہ ابو جہل نے ایک مرتبہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمیں آپؐ پر جھوٹ کا کوئی گمان نہیں، اور نہ ہم آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں' ہاں ہم اس کتاب یا دین کی تکذیب کرتے ہیں جسکو آپؐ لائے ہیں (مظہری)

حضرت بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لیے چلے، وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے، اس کو دیکھ کر ابن سیرین واپس ہو گئے، مگر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کیسے چھوڑ دیں، نماز جنازہ فرض ہے اس کو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا ہاں اس کی کوشش تا بمقدور کی جائے گی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے۔

یہ واقعہ بھی روح المعانی میں نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدھی آیت میں فن طب و حکمت جمع کر دیا

تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنین ہارون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لیے رہتا تھا، اس نے علی بن حسین بن واقد

Marfat.com

سے کہا کہ تمھاری کتاب یعنی قرآن میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں، حالانکہ دنیا میں دو ہی علم ہیں، ایک علم ادیان، دوسرا علم ابدان جس کا نام طب ہے علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب و حکمت کو آدھی آیتِ قرآن میں جمع کر دیا ہے، وہ یہ کہ ارشاد فرمایا کلوا وا شر بوا ولا تسر فوا (اور تفسیر ابن کثیر میں یہ قول بعض سلف کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے) پھر اس نے کہا کہ اچھا تمھارے رسولؐ کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات میں سارے فن طب کو جمع کر دیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور مضر چیزوں سے پرہیز ہر دواء کی اصل ہے، اور ہر بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے (کشاف، روح) نصرانی طبیب نے یہ سنکر کہا کہ تمھاری کتاب اور تمھارے رسولؐ نے جالینوس کے لیے کوئی طب نہیں چھوڑی۔

عاد و ثمود کی مختصر تاریخ اور حالات

عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے جو نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور ان کے بیٹے سام کی اولاد میں ہے۔ پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہو گئی۔ قرآن کریم میں عاد کے ساتھ کہیں لفظ عاد اولی اور کہیں ارم ذات العماد بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کو ارم بھی کہا جاتا ہے اور عاد اولی کے مقابلہ میں کوئی عاد ثانیہ بھی ہے، اس کی تحقیق میں مفسرین اور مورخین کے اقوال مختلف ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام ارم ہے اس کے ایک بیٹے یعنی عوص کی اولاد میں عاد ہے یہ عاد اولی کہلاتا ہے اور دوسرے بیٹے حبشو کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ عاد اور ثمود دونوں ارم کی دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ کو عاد اولی اور دوسری کو ثمود یا عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے اور لفظ ارم عاد و ثمود دونوں

Marfat.com

کے لیے مشترک ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ قوم عاد پر جس وقت عذاب آیا تو ان کا ایک وفد مکہ معظمہ گیا ہوا تھا وہ عذاب سے محفوظ رہا اس کو عاد اخری کہتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور ھود علیہ السلام ایک نبی کا نام ہے یہ بھی نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور سام کی اولاد میں ہیں قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ چوتھی پشت میں سام پر جمع ہو جاتا ہے اس لیے ہود علیہ السلام عاد کے نسبی بھائی ہیں اسی لیے اخاهم هودا فرمایا گیا۔

قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے۔ عمان سے لے کر حضر موت اور یمن تک ان کی بستیاں تھیں ان کی زمینیں بڑی سرسبز و شاداب تھیں ہر قسم کے باغات تھے۔ رہنے کے لیے بڑے بڑے شاندار محلات بناتے تھے۔ بڑے قد آور قوی الجثہ آدمی تھے آیات مذکورہ میں زادکم فی الخلق بصطة کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری ہی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے تھے۔ مگر ان کی کج فہمی نے انھیں نعمتوں کو ان کے لیے وبال جان بنادیا۔ اپنی قوت و شوکت کے نشہ میں بدمست ہو کر من اشد منا قوة کی ڈینگ مارنے لگے۔

اور رب العالمین جس کی نعمتوں کی بارش ان پر ہو رہی تھی اس کو چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالی نے ان کی ہدایت کے لیے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابو البرکات جونی جو انساب عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انھیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتداء انھیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو

Marfat.com

عرب کہا گیا۔ (بحر محیط)

مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہد نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے۔ (بحر محیط) اور یہی جرہم ہیں جن سے مکہ معظمہ کی آبادی شروع ہوئی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یمن میں عربی زبان کی ابتدا یعرب بن قحطان سے ہوئی اور ابو البرکات کی تحقیق کا یہی مطلب ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کو بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرنے اور ظلم و جور چھوڑ کر عدل وانصاف اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ مگر یہ لوگ اپنی دولت و قوت کے نشہ میں سرشار تھے۔ بات نہ مانی جس کے نتیجہ میں ان پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہو گئی۔ ان کی زمینیں خشک ریگستانی صحرا بن گئیں باغات جل گئے۔ مگر اس پر بھی یہ لوگ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو آٹھ دن اور سات راتوں تک ان پر شدید قسم کی آندھی کا عذاب مسلط ہوا جس نے ان کے رہے سہے باغات اور محلات کو زمین پر بچھا دیا ان کے آدمی اور جانور ہوا میں اڑتے اور پھر سر کے بل آ کر گرتے تھے۔ اس طرح یہ قوم عاد پوری ہلاک کر دی گئی۔ قرآن کریم میں جو ارشاد ہے وقطعنا دابر الذین کذبوا۔ یعنی ہم نے جھٹلانے والوں کی نسل قطع کر دی اس کا مطلب بعض حضرات نے یہی قرار دیا ہے کہ اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب فنا کر دیے گئے۔ اور بعض حضرات نے اس لفظ کے معنی قرار دیے ہیں کہ آئندہ کے لیے بھی قوم عاد کی نسل اللہ تعالیٰ نے منقطع کر دی۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بات نہ ماننے اور کفر و شرک میں مبتلا رہنے پر جب ان کی قوم پر عذاب آیا تو ہود علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے ایک حظیرہ (گھیر) میں پناہ لی۔ یہ عجیب بات تھی کہ اس طوفانی ہوا سے بڑے بڑے محلات تو منہدم ہو رہے تھے مگر اس گھیر میں ہوا نہایت معتدل ہو کر داخل ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام

Marfat.com

کے سب رفقاء عین نزول عذاب کے وقت بھی اسی جگہ مطمئن بیٹھے رہے ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ قوم کے ہلاک ہو جانے کے بعد مکہ معظمہ میں منتقل ہو گئے اور پھر یہیں وفات پائی۔(بحر محیط)

قوم عاد کا عذاب ہوا کے طوفان کی صورت میں آنا قرآن مجید میں صراحۃً مذکور اور منصوص ہے اور سورۂ مومنون میں قصہ نوح علیہ السلام ذکر کرنے کے بعد جو ارشاد ہوا ہے ثم انشانا من بعد هم قرنا اخرين یعنی پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور جماعت پیدا کی ظاہر یہ ہے کہ اس جماعت سے مراد قوم عاد ہے پھر اس جماعت کے اعمال واقوال بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا

فاخذتهم الصيحة بالحق یعنی پکڑ لیا ان کو ایک سخت آواز نے۔ اس ارشاد قرآنی کی بنا پر بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ قوم عاد پر سخت قسم کی ہیبت ناک آواز کا عذاب مسلط ہوا تھا مگر ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ سخت آواز بھی ہوئی ہو اور ہوا کا طوفان بھی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا مفصل واقعہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ان کی ہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ صالح علیہ السلام نسب و وطن کے اعتبار سے قوم ثمود ہی کے ایک فرد تھے۔ کیونکہ یہ بھی سام ہی کی اولاد میں سے تھے اسی لیے قرآن کریم میں ان کو قوم ثمود کا بھائی فرمایا ہے۔ اخاهم صلحاً۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ وہی دعوت ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک سب انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ولقد بعثنا فی كل امة رسولا ان اعبدوا الله و اجتنبوا الطاغوت۔ یعنی ہم نے ہر اُمت میں ایک

Marfat.com

رسول بھیجا کہ وہ لوگوں کو یہ ہدایت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور بت پرستی سے بچو۔ عام انبیاء سابقین کی طرح صالح علیہ السلام نے بھی قوم سے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور خالق و مالک سمجھو اس کے سوا کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں۔ فرمایا یقوم اعبد واللہ ما لکم من الہ غیرہ۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا قدجآء تکم بینۃ من ربکم یعنی اب تو ایک کھلا ہوا نشان بھی تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس آپہنچا ہے۔ اس نشان سے مراد ایک عجیب و غریب ناقہ ہے۔

جس کا اجمالی ذکر اس آیت میں بھی ہے اور قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں اُس کی مزید تفصیلات مذکور ہے واقعہ اس ناقہ کا یہ تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی جوانی کے زمانہ سے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دینا شروع کی اور برابر اس میں لگے رہے یہاں تک کہ بڑھاپہ کے آثار شروع ہو گئے۔ صالح علیہ السلام کے بار بار اصرار سے تنگ ہو کر ان کی قوم نے یہ قرار دیا کہ ان سے کوئی ایسا مطالبہ کرو جس کو یہ پورا نہ کر سکیں اور ہم ان کی مخالفت میں سرخرو ہو جائیں۔ مطالبہ یہ کیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ہماری فلاں پہاڑی جس کا نام تبہ تھا اس کے اندر سے ایک ایسی اونٹنی نکال دیجیے جو دس مہینہ کی گابھن ہو اور قوی و تندرست ہو۔

صالح علیہ السلام نے اول ان سے عہد لیا کہ اگر میں تمھارا یہ مطالبہ پورا کرا دوں تو تم سب مجھ پر اور میری دعوت پر ایمان لے آؤ گے۔ جب سب نے معاہدہ کر لیا۔ تو صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ آپ کے لیے تو کوئی کام دشوار نہیں ان کا مطالبہ پورا فرما دیں۔ دُعا کرتے ہی پہاڑی کے اندر جنبش پیدا ہوئی اور اس کی ایک بڑی چٹان پھٹ کر اس میں سے ایک اونٹنی اُسی طرح کی نکل آئی جیسا مطالبہ کیا تھا۔

Marfat.com

صالح علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا حیرت انگیز معجزہ دیکھ کر ان میں سے کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے اور باقی قوم نے بھی ارادہ کر لیا کہ ایمان لے آئیں۔ مگر قوم کے چند سردار جو بتوں کے خاص پجاری اور بت پرستی کے امام تھے انھوں نے ان کو بہکا کر اسلام قبول کرنے سے روک دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم نے عہد شکنی کی اور خطرہ ہوا کہ ان پر کوئی عذاب آجائے تو پیغمبرانہ شفقت کی بناء پر ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ اس اونٹنی کی حفاظت کرو، اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ تو شاید تم عذاب سے محفوظ رہو ورنہ فوراً تم پر عذاب آجائے گا یہی مضمون قرآن کریم کے ان جملوں میں ارشاد ہوا ہے۔

هذه ناقة الله لكم اية فذروها تاكل فى ارض الله ولا تمسوها بسوء فياخذكم عذاب اليم۔

یعنی یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمھارے لیے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے۔ اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم کو عذاب الیم آپکڑے گا اس ناقہ کو ناقۃ اللہ اس لیے کہا گیا کہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل اور صالح علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر حیرت انگیز طریق سے پیدا ہوئی۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا کہ ان کی پیدائش بھی معجزانہ انداز سے ہوئی تھی۔ تاکل فی ارض اللہ میں اس کی طرف کچھ اشارہ ہے کہ اس ناقہ کے کھانے پینے میں تمھاری ملک اور تمھارے گھر سے کچھ نہیں جاتا۔ زمین اللہ کی ہے اس کی پیداوار کا پیدا کرنے والا وہی ہے اس اونٹنی کو اس کی زمین میں آزاد چھوڑ دو کہ عام چراگاہوں میں کھاتی رہے۔

قوم ثمود جس کنوئیں سے پانی پیتے پلاتے تھے اسی سے یہ اونٹنی بھی پانی پیتی تھی مگر یہ عجیب الخلقہ اونٹنی جب پانی پیتی تو پورے کنوئیں کا پانی ختم کر دیتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے باذن ربانی یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیے

Marfat.com

گی اور دوسرے دن قوم کے سب لوگ پانی لیں گے اور جس روز یہ اونٹنی پانی پیے گی تو دوسروں کو پانی کی بجائے اونٹنی کا دودھ اس مقدار میں مل جاتا کہ وہ اپنے سارے برتن اس سے بھر لیتے تھے۔ قرآن میں دوسری جگہ اس تقسیم کا ذکر اس طرح آیا ہے و نبئهم ان المآء قسمة بينهم كل شرب محتضر۔ یعنی صالح علیہ السلام آپ اپنی قوم کو بتلا دیں کہ کنوئیں کا پانی ان کے اور ناقۃ اللہ کے درمیان تقسیم ہوگا ایک دن اونٹنی کا اور دوسرے دن پوری قوم کا اور اس تقسیم پر اللہ کی طرف سے فرشتوں کی نگرانی مسلط ہو گی کہ کوئی اس کے خلاف نہ کر سکے اور ایک دوسری آیت میں ہے هذه ناقة لها شرب و لكم شرب يوم معلوم۔ یعنی یہ اللہ کی اونٹنی ہے ایک دن پانی کا حق اس کا اور دوسرے دن کا پانی تمھارے لیے معین و مقرر ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دُعا سے پہاڑ کی ایک بڑی چٹان شق ہو کر اس سے ایک عجیب و غریب اونٹنی پیدا ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کو بھی اس قوم کے لیے آخری امتحان اس طرح بنا دیا تھا کہ جس کنویں سے ساری بستی کے لوگ اور ان کے مویشی پانی حاصل کرتے تھے یہ اس کا سارا پانی پی جاتی تھی اس لیے صالح علیہ السلام نے ان کے لیے باری مقرر کر دی تھی کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے دوسرے دن بستی والے۔

قوم ثمود اس اونٹنی کی وجہ سے ایک تکلیف میں مبتلا تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ ہلاک ہو جائے ایسی حرکت کرنے سے ڈرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب آجائے گا۔

شیطان کا سب سے بڑا وہ فریب جس میں مبتلا ہو کر انسان اپنی ہوش و عقل کھو بیٹھتا ہے وہ عورت کا فتنہ ہے۔ قوم کی دو حسین و جمیل عورتوں نے یہ بازی لگا دی کہ جو شخص اس ناقہ کو قتل کر دے گا ہم اور ہماری لڑکیوں میں سے جس کو چاہے وہ

Marfat.com

اس کی ہے۔

قوم کے دو نوجوان۔ مصدع اور قذار اس نشہ میں مدہوش ہو کر اس ناقہ کو قتل کرنے کے لیے نکلے اور ناقہ کے راستہ میں ایک پتھر کی چٹان کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب ناقہ سامنے آئی تو مصدع نے تیر کا وار کیا اور قذار نے تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ کر قتل کر دیا۔

قرآن کریم نے اسی کو قوم ثمود کا سب سے بڑا شقی اور بد بخت قرار دیا ہے۔اذ انبعث اشقھا۔ کیونکہ اس کے سبب پوری قوم عذاب میں گرفتار ہو گئی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ناقہ کے قتل کا واقعہ معلوم ہونے کے بعد قوم کو بحکم خداوندی بتلادیا کہ اب تمھاری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں۔ تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام ذلك وعد غیر مکذوب۔ یعنی تین دن اور اپنے گھروں میں آرام کرلو (اس کے بعد عذاب آنے والا ہے) اور یہ وعدہ سچا ہے اس میں خلاف کا امکان نہیں مگر جس قوم کا وقت خراب آجاتا ہے اس کے لیے کوئی نصیحت وتنبیہ کارگر نہیں ہوتی۔ حضرت صالح علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی ان بد بخت لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ یہ عذاب کیسے اور کہاں سے آئے گا اور اس کی علامت کیا ہوگی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ لو عذاب کی علامات بھی سن لو، کل جمعرات کے روز تم سب کے چہرے سخت زرد ہو جائیں گے مرد و عورت، بچہ بوڑھا کوئی اس سے مستثنی نہ ہوگا، پھر پرسوں جمعہ کے روز سب کے چہرے سخت سرخ ہو جائیں گے اور ترسوں ہفتہ کو سب کے چہرے شدید سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ دن تمھاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ بد نصیب قوم نے یہ سن کر بھی بجائے اس کے کہ توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہو جاتے یہ فیصلہ کیا کہ صالح علیہ السلام ہی کو قتل کر دیا

Marfat.com

جائے۔ کیونکہ اگر یہ سچے ہیں اور ہم پر عذاب آنا ہی ہے تو ہم اپنے سے پہلے ان کا کام تمام کیوں نہ کر دیں اور اگر جھوٹے ہیں تو اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگتیں۔ قوم کے اس ارادہ کا تذکرہ قرآن میں دوسری جگہ تفصیل سے موجود ہے۔ قوم کے اس متفقہ فیصلہ کے ماتحت کچھ لوگ رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے مکان پر قتل کے ارادہ سے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے راستہ ہی میں پتھر برسا کر ہلاک کر دیا۔ ومکروا مکر او مکرنا مکرا وھم لا یشعرون۔ یعنی انھوں نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایسی تدبیر کی کہ ان کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

اور جب جمعرات کی صبح ہوئی تو صالح علیہ السلام کے کہنے کے مطابق سب کے چہرے ایسے زرد ہو گئے جیسے گہرا زرد رنگ پھیر دیا گیا ہو۔ عذاب کی پہلی علامت کے سچا ہونے کے بعد بھی ظالموں کو اس طرف کوئی توجہ نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اپنی غلط کاریوں سے باز آجاتے۔ بلکہ ان کا غیظ و غضب حضرت صالح علیہ السلام پر اور بڑھ گیا اور پوری قوم ان کے قتل کی فکر میں پھرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے قہر سے بچائے اس کی بھی علامات ہوتی ہیں کہ قلوب و دماغ اوندھے ہو جاتے ہیں نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع۔ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔

بالآخر دوسرا دن آیا تو پیش گوئی کے مطابق سب کے چہرے سرخ ہو گئے اور تیسرے دن سخت سیاہ ہو گئے۔ اب تو یہ سب کے سب اپنی زندگی سے مایوس ہو کر انتظار کرنے لگے کہ عذاب کس طرف سے کس طرح آتا ہے۔

اسی حال میں زمین سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے سخت ہیبت ناک چیخ اور شدید آواز ہوئی جس سے سب کے سب یک وقت بیٹھے بیٹھے اوندھے گر کر مر گئے۔

Marfat.com

عہدہ و منصب ایک امتحان ہے

تفسیر بحر محیط میں ایک جگہ نقل کیا ہے کہ بنی عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کے پاس خلافت ملنے سے پہلے ایک روز عمرو بن عبید آپہنچے تو یہ آیت پڑھی' عَسٰی رَبُّکُم اَن یُّھلِکَ عَدُوَّکُم وَ یَستَخلِفَکُم فِی الاَرضِ' جس میں ان کے لیے خلافت ملنے کی بشارت تھی' اتفاقاً اس کے بعد منصور خلیفہ بن گئے اور پھر عمرو بن عبید ان کے یہاں پہنچے تو منصور نے اُن کی پیشین گوئی جو آیتِ مذکورہ کے تحت اس سے پہلے فرمائی تھی یاد دِلائی تو عمرو بن عبید نے خُوب جواب دیا کہ ہاں خلیفہ ہونے کی پیشین گوئی تو پوری ہو گئی مگر ایک چیز باقی ہے یعنی فَیَنظُرَ کَیفَ تَعمَلُون' مطلب یہ تھا کہ ملک کا خلیفہ و امیر بن جانا کوئی فخر و مسرت کی چیز نہیں کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خلافت و حکومت میں اس کا رویہ کیا اور کیسا رہا' اب اس کے دیکھنے کا وقت ہے۔

"سامری" کا زیورات سے بچھڑا بنانا اور بنی اسرائیل کا اسکو معبود بنانا

جب موسیٰ علیہ السلام تورات حاصل کرنے کے لیے کوہِ طور پر معتکف ہوئے اور شروع میں تیس دن رات کے اعتکاف کا حکم تھا اور اس کے مطابق اپنی قوم سے کہہ گئے تھے کہ تیس دن بعد لوٹیں گے' وہاں حق تعالیٰ نے اس پر دس روز کی میعاد اور بڑھادی تو اسرائیلی قوم جسکی جلد بازی اور کجروی پہلے سے معروف تھی۔ اس وقت بھی طرح طرح کی باتیں کرنے لگے' ان کی قوم میں ایک شخص سامری نام کا تھا' جو اپنی قوم میں بڑا اور چودھری مانا جاتا تھا' مگر کچے عقیدہ کا آدمی تھا اس نے موقع پا کر یہ حرکت کی کہ بنی اسرائیل کے پاس کچھ زیورات قومِ فرعون کے لوگوں کے رہ

Marfat.com

گئے تھے ان سے کہا کہ یہ زیورات تم نے قبطی لوگوں سے مستعار طور پر لیے تھے اب وہ سب غرق ہو گئے اور زیورات تمھارے پاس رہ گئے' یہ تمھارے لیے حلال نہیں' کیونکہ کفار سے جنگ کے وقت حاصل شدہ مالِ غنیمت بھی اس زمانہ میں مسلمانوں کے لیے حلال نہیں تھا' بنی اسرائیل نے اس کے کہنے کے مطابق سب زیورات لا کر اس کے پاس جمع کر دیئے' اس نے اس سونے چاندی سے ایک بچھڑے یا گائے کا مجسمہ بنایا' اور جبریلِ امین کے گھوڑے کے سم کے نیچے کی مٹی جو اس نے کہیں پہلے سے جمع کر رکھی تھی اس مٹی میں اللہ تعالیٰ نے حیات و زندگی کا خاصہ رکھا تھا' اس نے سونا چاندی آگ پر پگھلانے کے وقت یہ مٹی اس میں شامل کر دی اس کا یہ اثر ہوا کہ اس گائے کے مجسّمہ میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس کے اندر سے گائے کی سی آواز نکلنے لگی' اس جگہ آیت میں عِجلاً کی تفسیر جَسَدًا لَّهٗ خُوَار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سامری کی یہ حیرت انگیز شیطانی ایجاد سامنے آئی تو اس نے بنی اسرائیل کو اس کفر کی دعوت دینا شروع کر دی کہ یہی خدا ہے' موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کے لیے کوہِ طور پر گئے ہیں اور اللہ میاں (معاذ اللہ) خود یہاں آ گئے موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہو گئی بنی اسرائیل میں اس کی بات پہلے سے مانی جاتی تھی اور اسوقت تو یہ شعبدہ بھی اس نے دکھلا دیا تو اور بھی معتقد ہو گئے اور اسی گائے کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت میں لگ گئے۔

ستر بنی اسرائیل کا انتخاب اور ان کی ہلاکت کا واقعہ

موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات لا کر بنی اسرائیل کو دی تو اپنی کجروی اور حیلہ جوئی کی وجہ سے کہنے لگے کہ ہمیں یہ کیسے یقین آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے' ممکن ہے آپ اپنی طرف سے یہ لکھ لائے ہوں ان کو

Marfat.com

اطمینان دلانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ اس قوم کے منتخب آدمیوں کو آپ کوہ طور پر لے آئیں تو ہم ان کو بھی خود اپنا کلام سنا دیں گے جس سے ان کو یقین آجائے' موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا اور کوہِ طور پر لے گئے' حسبِ وعدہ انھوں نے اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا' مگر جب یہ حجت بھی پوری ہو گئی تو کہنے لگے ہمیں کیا معلوم یہ آواز اللہ تعالیٰ ہی کی ہے یا کسی اور کی' ہم تو جب یقین کریں جب کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں' ان کا یہ سوال چونکہ ہٹ دھرمی اور جہالت پر مبنی تھا' اس پر غضب الٰہی متوجہ ہوا' اُن کے نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک آئی جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر گئے اور بظاہر مردہ ہو گئے۔ سورہ بقرہ میں اس جگہ صاعقہ کا لفظ آیا ہے اور یہاں رجفہ کا' صاعقہ کے معنی بجلی کی کڑک اور رجفہ کے معنی زلزلہ کے ہیں' اس میں کوئی بعد نہیں کہ دونوں چیزیں جمع ہو گئی ہوں۔

بہر حال یہ لوگ ایسے ہو کر گر گئے جیسے مُردے ہوتے ہیں خواہ حقیقۃً مر ہی گئے ہوں یا ظاہر میں مردہ نظر آتے ہوں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا' اول تو اس لیے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے منتخب لوگ تھے' دوسرے اس لیے کہ اب اپنی قوم میں جا کر کیا جواب دیں گے وہ یہ تہمت لگائیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو کہیں لے جا کر قتل کرا دیا ہے اور اس تہمت کے بعد یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے' اس لیے اللہ جل شانہ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں جانتا ہوں کہ اس واقعہ سے آپ کا مقصود ان کو ہلاک کرنا نہیں کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اب سے پہلے بہت سے واقعات تھے جن میں یہ ہلاک کیے جا سکتے تھے فرعون کے ساتھ غرق کر دیے جاتے یا گوسالہ پرستی کے وقت سب کے سامنے ہلاک کر دیے جاتے اور آپ چاہتے تو مجھے بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دیتے مگر

Marfat.com

آپ نے یہ نہیں چاہا تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی ان کا ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سزا دینا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ہم سب کو چند بے وقوفوں کے عمل کی وجہ سے ہلاک کر دیں۔ اس جگہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا اس لیے ذکر کیا کہ ان ستر آدمیوں کی اس طرح غائبانہ ہلاکت کا نتیجہ یہی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ہاتھوں ہلاک کیے جائیں۔

پھر عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ محض آپ کا امتحان ہے جس کے ذریعہ آپ بعض لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شکایت و ناشکری کرنے لگیں، اور بعض کو ہدایت پر قائم رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ میں بھی آپ کے فضل سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں لہذا اس امتحان میں مطمئن ہوں اور آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں، ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ معافی دینے والے ہیں اس لیے ان کی اس گستاخی کو بھی معاف کر دیجئے، چنانچہ وہ سب لوگ صحیح سالم اُٹھ کھڑے ہوئے۔

تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہو گیا تو آپ اس کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تورات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو

Marfat.com

بیٹا بولا یارسول اللہ یہ غلط کہتا ہے' تورات میں ہم آپؐ کا ذکر اور آپؐ کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اس کی تجہیز و تکفین مسلمان کریں' باپ کے حوالہ نہ کریں۔ (مظہری)

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا' اس نے آ کر اپنا قرض مانگا آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کچھ مُہلت دو' یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمھیں اختیار ہے میں تمھارے پاس بیٹھ جاؤں گا' چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر' عصر' مغرب عشاء کی اور پھر اگلے روز صبح کی نمازیں یہیں ادا فرمائی' صحابہ کرامؓ یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہؓ سے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ تب انھوں نے عرض کیا' یارسول اللہ ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ کو قید کرے' آپؐ نے فرمایا کہ "مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہدہ وغیرہ پر ظلم کروں" یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔

صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا' اَشھَدُ اَن لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ وَ اَشھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللہ اس طرح مشرف باسلام ہو کر اس نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستہ میں دے دیا' اور قسم ہے خداتعالےٰ کی کہ میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد

Marfat.com

صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں جو آپ کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں میں نے تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں :

"محمد بن عبداللہ' ان کی ولادت مکہ میں ہو گی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہو گا' نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے' فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔"

اب میں نے ان تمام صفات کا امتحان کر کے آپ میں صحیح پایا' اس لیے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں' اور یہ یہودی بہت مالدار تھا' آدھا مال بھی ایک بڑی دولت تھی' اس روایت کو تفسیر مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی نقل فرمایا ہے۔

شانِ صدیقی

اور صحیح بخاری میں ایک آیت کے تحت میں بروایت ابو درداؓ نقل کیا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیاں کسی بات میں اختلاف ہوا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر چلے گئے' یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ان کو منانے کے لیے چلے مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا' یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا' مجبوراً صدیقِ اکبرؓ واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے' ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور یہ بھی گھر سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا واقعہ عرض کیا' ابو الدرداؓ کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے'

Marfat.com

جب صدیقِ اکبرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پر عتاب ہونے لگا تو عرض کیا یا رسول اللہ زیادہ قصور میرا ہی تھا' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو تا کہ میرے ایک ساتھی کو اپنی ایذاؤں سے چھوڑ دو' کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں نے باذنِ خداوندی یہ کہا کہ

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

تو تم سب نے مجھے جھٹلایا صرف ابو بکرؓ ہی تھے جنھوں نے پہلی بار میری تصدیق کی۔

کوہ طور کا معلق ہونا

جب بنی اسرائیل کی خواہش اور فرمائش کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب و شریعت مانگی اور حسب الحکم اس سلسلہ میں چالیس راتوں کا اعتکاف کوہِ طور پر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب ملی اور بنی اسرائیل کو سُنائی تو اس میں بہت سے احکام ایسے پائے جو ان کی طبیعت اور سہولت کے خلاف تھے ان کو سن کر انکار کرنے لگے کہ ہم سے تو ان احکام پر عمل نہیں ہو سکتا' اس وقت حق تعالیٰ نے جبریلِ امین کو حکم دیا انھوں نے کوہِ طور کو اس بستی کے اوپر معلق کر دیا جس میں بنی اسرائیل آباد تھے اِس کا رقبہ تاریخی روایتوں میں تین مربع میل بیان کیا گیا ہے اس طرح ان لوگوں نے موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو سب سجدہ میں گر گئے اور احکامِ تورات کی پابندی کا عہد کر لیا' لیکن اس کے باوجود پھر بار بار خلاف ورزی ہی کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالمِ مُقتدا کی گمراہی کا عِبرتناک واقعہ

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ

Marfat.com

اپنی قوم کے سامنے یہ واقعہ پڑھ کر سنایئے جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم و عارف اور مشہور پیشوا کا ایسا ہی حال عروج کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی کا مذکور ہے کہ وسیع علم اور پوری معرفت حاصل ہونے کے باوجود' جب نفسانی اغراض اس پر غالب آئیں تو یہ سب علم و معرفت اور مقبولیت ختم ہو کر گمراہ اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

قرآنِ کریم میں اس شخص کا نام اور کوئی تشخص مذکور نہیں' ائمہ تفسیر صحابہؓ و تابعین سے اس کے بارے مختلف روایتیں مذکور ہیں' جن میں زیادہ مشہور اور جمہور کے نزدیک قابلِ اعتماد روایت وہ ہے جو حضرت ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعوراء ہے یہ ملکِ شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا' اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا' اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں کا علم اس کو حاصل تھا' قرآنِ کریم میں جو اسکی صفت میں اَلَّذِیٓ اٰتَیۡنٰهُ اٰیٰتِنَا فرمایا ہے اس سے اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔

جب غرقِ فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قومِ جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق و غارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لیے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں' آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں' وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دُعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔

بلعم نے کہا افسوس ہے تم کیسی بات کہتے ہو' وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے

Marfat.com

ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں۔ میں ان کے خلاف بددعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی میں جانتا ہوں اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملہ میں معلوم کرلوں کہ ایسی دعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں' اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کے لیے استخارہ یا کوئی عمل کیا' خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے' اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے' اس وقت قومِ جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی۔ اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کر دو اور الحاح و اصرار کی حد نہ رہی' بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کرلیں اور ان کا کام کر دیں' اس وقت بیوی کی رضا جوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا' اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔

اس وقت قدرتِ الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددُعا خود اپنی قوم جبارین کے لیے نکلے' وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لیے بددعا کر رہے ہو' بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی' اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی اب دُعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمھیں ایک چال بتاتا ہوں جس

Marfat.com

کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آسکتے ہو۔

وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزیّن کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں، رکاوٹ نہ بنیں، یہ لوگ مسافر ہیں، اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں۔ اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے جس قوم میں یہ ہو، اس پر ضرور قہر و عذاب نازل ہوتا ہے، وہ فاتح وکامران نہیں ہو سکتی۔

بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی، اس پر عمل کیا گیا، بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا مگر وہ باز نہ آیا اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے، یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو، اور توبہ کی، اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔

حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کا حکم خداوندی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا

صحیح بخاری میں ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں عیینہ ابن حصن مدینہ میں آیا اور اپنے بھتیجہ حر ابن قیسؓ کا مہمان ہوا، حضرت حر بن قیسؓ ان اہل علم حضرات میں سے تھے جو حضرت فاروقِ اعظمؓ کی مجلسِ مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے عیینہ نے اپنے بھتیجہ حر بن قیسؓ سے کہا کہ تم امیر المؤمنین کے مقرب ہو میرے لیے ان سے ملاقات کا کوئی

Marfat.com

وقت لے لو' حربن قیسؓ نے فاروق اعظمؓ سے درخواست کی کہ میرا چچا عیینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے' آپ نے اجازت دے دی۔

مگر عیینہ نے فاروقِ اعظم کی مجلس میں پہنچ کر نہایت غیر مہذب اور غلط گفتگو کی کہ نہ آپ ہمیں ہمارا پورا حق دیتے ہیں نہ ہمارے ساتھ انصاف کرتے ہیں' فاروقِ اعظمؓ کو اس پر غصہ آیا تو حربن قیس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خُذِ العَفوَ وَامُر بِالعُرفِ وَ اَعرِض عَنِ الجٰھِلِینَ۔ اور یہ شخص بھی جاہلین میں سے ہے' یہ آیت سنتے ہی فاروقِ اعظمؓ کا سارا غصہ ختم ہو گیا اور اس کو کچھ نہیں کہا' حضرت فاروقِ اعظمؓ کی یہ عادت معروف و مشہور تھی کہ کَانَ وقافاً عندَ کتابِ اللہ عزّو جلّ یعنی کتاب اللہ کے احکام کے آگے گردن ڈالتے تھے۔

ذکر میں اعتدال پسندیدہ ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر رات میں گھر سے نکلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول تھے مگر تلاوت آہستہ کر رہے تھے' پھر حضرت عمر بن خطابؓ کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے جب صبح کو یہ دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے صدیقِ اکبرؓ سے فرمایا کہ میں رات تمھارے پاس گیا تو دیکھا کہ تم پست آواز سے تلاوت کر رہے تھے' صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جس ذات کو سُنانا تھا اس نے سن لیا یہ کافی ہے' اسی طرح فاروقِ اعظمؓ سے فرمایا کہ آپ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے' انھوں نے عرض کیا کہ قرات میں جہر کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ نیند کا غلبہ نہ رہے اور شیطان اس کی آواز سے بھاگے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صدیقِ اکبرؓ کو یہ ہدایت کی کہ ذرا کچھ آواز بلند کیا کریں اور

Marfat.com

فاروقِ اعظمؓ کو یہ کہ کچھ پست کیا کریں۔ (ابو داؤد)

حضرت حسن بصریؒ کا حکیمانہ جواب

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اے ابو سعید کیا آپ مومن ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بھائی ایمان دو قسم کے ہیں۔ تمھارے سوال کا مطلب اگر یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر اور جنت دوزخ اور قیامت اور حساب کتاب پر ایمان رکھتا ہوں تو جواب یہ ہے کہ بیشک میں مؤمن ہوں۔ اور اگر تمھارے سوال کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ مؤمن کامل ہوں جس کا ذکر سورۂ انفال کی آیات میں ہے تو مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں اُن میں داخل ہوں یا نہیں۔

غزوۂ بدر کا تفصیلی واقعہ

ابن عقبہ و ابن عامر کے بیان کے مطابق واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے مالِ تجارت لے کر مکہ معظمہ کی طرف جارہے ہیں اور اس تجارت میں مکہ کے تمام قریشی شریک ہیں۔ ابن عقبہ کے بیان کے مطابق مکہ کا کوئی قریشی مرد یا عورت باقی نہ تھا جس کا اس میں حصہ نہ ہو۔ اگر کسی کے پاس صرف ایک مثقال (یعنی ساڑھے چار ماشہ) سونا بھی تھا تو اُس نے اس میں اپنا حصہ ڈال دیا تھا۔ اس قافلہ کے پورے سرمایہ کے متعلق ابن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ پچاس ہزار دینار تھے۔ دینار سونے کا سکہ ہے جو ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے سونے کے موجودہ بھاؤ کے حساب سے اُس کی قیمت باون روپیہ اور پورے سرمایہ کی قیمت چھبیس لاکھ روپیہ بنتی ہے اور یہ بھی آج کے

Marfat.com

نہیں بلکہ اب سے چودہ سو برس پہلے کے چھبیس لاکھ ہیں۔ جو آج کے چھبیس کروڑ سے بھی زیادہ کی حیثیت رکھتے تھے اس تجارتی قافلہ کی حفاظت اور کاروبار کے لیے قریش کے ستر جوان اور سردار ساتھ تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ تجارتی قافلہ در حقیقت قریش مکہ کی ایک تجارتی کمپنی تھی۔

بغوی نے بروایت ابن عباسؓ وغیرہ نقل کیا ہے کہ اس قافلہ میں قریش کے چالیس سوار قریش کے سرداروں میں سے تھے جن میں عمرو بن العاص، مخرمہ بن نوفل خاص طور سے قابل ذکر ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ قریش کی سب سے بڑی طاقت ان کی یہی تجارت اور تجارتی سرمایہ تھا۔ جس کے بل پر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کر کے مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر شام سے اس قافلہ کی واپسی کی اطلاع ملی تو آپ کی رائے ہوئی کہ اس وقت اس قافلہ کا مقابلہ کر کے قریش کی طاقت توڑ دینے کا موقع ہے۔ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو زمانہ رمضان کا تھا پہلے سے کسی جنگ کی تیاری نہ تھی۔ بعض حضرات نے تو چستی اور ہمت کا اظہار کیا مگر بعض نے کچھ پس و پیش کی۔ آپ نے بھی سب پر اس جہاد کی شرکت کو لازم نہ قرار دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس سواریاں موجود ہیں وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ اس وقت بہت سے آدمی جہاد میں جانے سے رک گئے اور جو لوگ جانا چاہتے تھے اور اُن کی سواریاں دیہات میں تھیں اُنھوں نے اجازت چاہی کہ ہم اپنی سواریاں لے آویں تو ساتھ چلیں۔ مگر وقت اتنے انتظار کا نہ تھا۔ اس لیے حکم یہ ہوا کہ جن لوگوں کی سواریاں پاس موجود ہیں اور جہاد میں جانا چاہیں صرف وہی لوگ چلیں۔ باہر سے سواریاں منگانے کا وقت نہیں۔ اس لیے ساتھ جانے کا ارادہ رکھنے والوں میں سے بھی تھوڑے ہی آدمی تیار ہو سکے اور جن حضرات نے اس جہاد میں ساتھ جانے کا ارادہ ہی نہیں کیا اُس کا سبب بھی یہ تھا کہ آپ

Marfat.com

نے سب کے ذمہ اس جہاد کی شرکت کو واجب نہ قرار دیا تھااور ان لوگوں کو یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ تجارتی قافلہ ہے کوئی جنگی لشکر نہیں جس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو زیادہ لشکر اور مجاہدین کی ضرورت پڑے۔ اس لیے صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی تعداد اس جہاد میں شریک نہ ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیر سُقیا پر پہنچ کر قیس بن صعصعہؓ کو حکم دیا کہ لشکر کو شمار کریں تو اُنھوں نے شمار کر کے اطلاع دی کہ تین سو تیرہ حضرات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ تعداد اصحابِ طالوت کی ہے اس لیے فال نیک، فتح اور کامیابی کی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کل ستر اونٹ تھے۔ ہر تین آدمی کے لیے ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو حضرات ایک اونٹ کے شریک تھے ابو لبابہؓ اور حضرت علیؓ۔ جب آپ کی باری پیدل چلنے کی آتی تو یہ حضرات عرض کرتے کہ آپ سوار رہیں ہم آپ کے بدلے پیدل چلیں گے۔ رحمتہ للعالمین کی طرف سے یہ جواب ملتا کہ نہ تو تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اور نہ میں آخرت کے ثواب سے مستغنی ہوں کہ اپنے ثواب کا موقع تمھیں دے دوں، اس لیے اپنی باری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدل ہی چلتے تھے۔

دوسری طرف کسی شخص نے ملک شام کے مشہور مقام عین زرقا پر پہنچ کر رئیسِ قافلہ ابو سفیان کو اس کی خبر پہنچادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قافلہ کے انتظار میں ہیں ان کا تعاقب کریں گے۔ ابو سفیان نے احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ جب یہ قافلہ حدود حجاز میں داخل ہوا تو ایک ہوشیار مستعد آدمی ضمضم بن عمر کو بیس مثقال سونا یعنی تقریباً دو ہزار روپیہ اُجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ تیز رفتار سانڈنی پر سوار ہو کر جلد سے جلد مکہ مکرمہ میں یہ خبر پہنچادے کہ ان کے قافلہ کو

Marfat.com

صحابہ کرامؓ سے خطرہ لاحق ہے۔

ضمضم بن عمر نے اُس زمانہ کی خاص رسم کے مطابق خطرہ کا اعلان کرنے کے لیے اپنی اونٹنی کے ناک کان کاٹ دیئے اور اپنے کپڑے آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالے۔ اور کجاوہ کو اُلٹا کر کے اونٹنی کی پشت پر رکھا۔ یہ علامات اُس زمانہ میں خطرہ کی گھنٹی سمجھی جاتی تھی۔ جب وہ اس شان سے مکہ میں داخل ہوا تو پورے مکہ میں ہلچل مچ گئی اور تمام قریش مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ جو لوگ اس جنگ کے لیے نکل سکتے تھے خود نکلے اور جو کسی وجہ سے معزور تھے اُنھوں نے کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر جنگ کے لیے تیار کیا اور صرف تین روز میں یہ لشکر پورے سازو سامان کے ساتھ تیار ہو گیا۔

ان میں جو لوگ اس جنگ میں شرکت سے ہچکچاتے اُس کو یہ لوگ مشتبہ نظروں سے دیکھتے اور مسلمانوں کا ہم خیال سمجھتے اس لیے ایسے لوگوں کو خصوصیت سے جنگ کے واسطے نکلنے پر مجبور کیا۔ جو لوگ علانیہ طور پر مسلمان تھے اور ابھی تک بوجہ اپنے اعذار کے ہجرت نہیں کر سکے تھے بلکہ مکہ میں بس رہے تھے اُن کو اور بنو ہاشم کے خاندان میں جس پر بھی یہ گمان تھا کہ یہ مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا ہے اُن کو بھی اس جنگ کے لیے نکلنے پر مجبور کیا۔ انھیں مجبور لوگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور ابو طالب کے دو بیٹے طالب اور عقیل بھی تھے۔

اس طرح اس لشکر میں ایک ہزار جوان دو سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں اور ترانے گانے والی لونڈیاں اور اُن کے طبلے وغیرہ لے کر بدر کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہر منزل پر دس اونٹ ان لوگوں کے کھانے کے لیے ذبح ہوتے تھے۔

دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک تجارتی قافلہ کے اندلز سے مقابلہ کی تیاری کر کے بارہ رمضان کو شنبہ کے دن مدینہ طیبہ سے نکلے اور کئی منزل طے کرنے کے بعد بدر کے قریب پہنچ کر آپ نے دو شخصوں کو آگے بھیجا کہ

Marfat.com

وہ ابو سفیان کے قافلہ کی خبر لائیں۔ (مظہری)

مخبروں نے یہ خبر پہنچائی کہ ابو سفیان کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب کی خبر پا کر ساحلِ دریا کے کنارے کنارے گزر گیا اور اُس کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مکہ مکرمہ سے ایک ہزار جوانوں کا لشکر جنگ کے لیے آ رہا ہے۔ (ابن کثیر)

ظاہر ہے کہ اس خبر نے حالات کا نقشہ پلٹ دیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ کہ اس آنے والے لشکر سے جنگ کرنا ہے یا نہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بعض دوسرے حضرات نے عرض کیا کہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور نہ ہم اس قصد سے آئے ہیں۔ اس پر حضرت صدیقِ اکبرؓ کھڑے ہوئے اور تعمیلِ حکم کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا پھر فاروق اعظمؓ کھڑے ہوئے اور اسی طرح تعمیلِ حکم اور جہاد کے لیے تیار ہونے کا اظہار کیا پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے آپ اُس کو جاری کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ یعنی جایئے آپ اور آپ کا رب لڑ بھڑ لیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں ملک حبشہ کے مقام برک الغماد تک بھی لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ جنگ کے لیے چلیں گے۔

آنحضرت ﷺ خوش ہوئے اور اُن کو دُعائیں دیں۔ مگر ابھی تک حضرات انصارؓ کی طرف سے موافقت میں کوئی آواز نہ اُٹھی تھی اور یہ احتمال تھا کہ حضرات انصار نے جو معاہدہ نصرت و امداد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا

Marfat.com

تھا وہ اندرونِ مدینہ کا تھا۔ مدینہ سے باہر امداد کرنے کے وہ پابند نہیں اس لیے آپؐ نے پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ لوگو مجھے مشورہ دو کہ اس جہاد پر اقدام کریں یا نہیں۔ اس خطاب کا روئے سخن انصار کی طرف تھا۔ حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ سمجھ گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ سعد بن معاذؓ نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے اور اس کی شہادت دی کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں سب حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد و پیمان کیے ہیں کہ ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس لیے آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہو اُس کو جاری فرمایئے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ دریا میں گھس جائیں گے ہم میں سے ایک آدمی بھی آپ سے پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں اس میں کوئی گرانی نہیں کہ آپ کل ہی ہمیں دشمن سے بھڑا دیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے کام سے ایسے حالات کا مشاہدہ کرائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ہمیں اللہ کے نام پر جہاں چاہیں لے چلیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور قافلہ کو حکم دے دیا کہ اللہ کے نام پر چلو اور یہ خوش خبری سنائی کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت پر ہمارا غلبہ ہو گا۔ دونوں جماعتوں سے مراد۔ ایک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور دوسرا یہ مکہ سے آنے والا لشکر ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں گویا اپنی آنکھوں سے مشرکین کی قتل گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ پورا واقعہ تفسیر ابن کثیر اور مظہری سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر میں دو عظیم نعمتیں۔ نیند اور بارش

جس وقت کفر و اسلام کا یہ پہلا معرکہ ٹھن گیا تو کفارِ مکہ کا لشکر پہلے پہنچ کر ایک ایسے مقام پر پڑاؤ ڈال چکا تھا جو اونچائی پر تھا۔ پانی اُس کے قریب تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اس جگہ پہنچے تو وادی کے نچلے حصہ میں جگہ ملی۔ قرآن کریم نے اس میدانِ جنگ کا نقشہ اسی سورت کی بیالیسویں آیت میں اس طرح کھینچا ہے اِذ اَنتُم بِالعُدوَةِ الدُّنیَا وَھُم بِالعُدوَةِ القُصوٰی جس کا مفصل بیان بعد میں آئے گا۔

جس جگہ پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل قیام فرمایا۔ اُس مقام کے واقف کار حضرت حباب بن منذرؓ نے اس کو جنگی اعتبار سے نامناسب سمجھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ جو مقام آپ نے اختیار فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جس میں ہمیں کوئی اختیار نہیں یا محض رائے اور مصلحت کے پیشِ نظر اختیار فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ کوئی حکمِ خداوندی نہیں، اس میں تغیر تبدل کیا جا سکتا ہے۔ تب حضرت حباب بن منذرؓ نے عرض کیا کہ پھر تو بہتر ہے کہ اس مقام سے آگے بڑھ کر مکی سرداروں کے لشکر کے قریب ایک پانی کا مقام ہے اُس پر قبضہ کیا جائے وہاں ہمیں پانی افراط کے ساتھ مل جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشورہ قبول فرمایا اور وہاں جا کر پانی پر قبضہ کیا ایک حوض پانی کے لیے بنا کر اُس میں پانی کا ذخیرہ جمع فرمایا۔

اس سے مطمئن ہونے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہم آپ کے لیے ایک سایہ بان کسی محفوظ جگہ میں بنادیں جہاں آپ مقیم رہیں اور آپ کی سواریاں بھی آپ کے پاس رہیں۔

منشاء اس کا یہ ہے کہ ہم دشمن کے مقابلہ میں جہاد کریں گے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی تو یہی مقصد ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی دوسری صورت

Marfat.com

ہو تو آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر اُن صحابہ کرامؓ کے ساتھ جا ملیں۔ جو مدینہ طیبہ میں رہ گئے ہیں کیونکہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ لوگ بھی جانثاری اور آپ سے محبت میں ہم سے کم نہیں اور اگر اُن کو آپ کے نکلنے کے وقت یہ خیال ہوتا کہ آپ کا اس مسلح لشکر سے مقابلہ ہو گا تو اُن میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہتا' آپ مدینہ میں پہنچ جائیں گے تو وہ آپ کے رفیق کار رہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس جانبازانہ پیش کش پر دُعائیں دیں اور ایک مختصر سا سایہ بان آپ کے لیے بنا دیا گیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کے سوا کوئی نہ تھا۔ حضرت معاذؓ دروازہ پر حفاظت کے لیے تلوار لیے کھڑے تھے۔

معرکہ کی پہلی رات تھی۔ تین سو تیرہ بے سامان لوگوں کا مقابلہ اپنے سے تین گنی تعداد یعنی ایک ہزار مسلّح فوج سے تھا۔ میدانِ جنگ کا بھی اچھا مقام اُن کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ نچلا حصّہ وہ بھی سخت ریتلا جس میں چلنا دشوار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ طبعی پریشانی اور فکر سب کو تھی بعض لوگوں کے دل میں شیطان نے یہ وساوس بھی ڈالنے شروع کیے کہ تم لوگ اپنے آپ کو حق پر کہتے ہو اور اس وقت بھی بجائے آرام کرنے کے نماز تہجد وغیرہ میں مشغول ہو مگر حال یہ ہے کہ دشمن ہر حیثیت سے تم پر غالب اور تم سے بڑھا ہوا ہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرما دی جس نے ہر مسلمان کو خواہ اُس کا ارادہ سونے کا تھا یا نہیں جبرا سُلا دیا۔

حافظِ حدیث ابویعلی نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ غزوۂ بدر کی اس رات میں ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو سو نہ گیا ہو۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہ کر صبح تک نمازِ تہجدّ میں مشغول رہے۔

اور ابنِ کثیرؒ نے بحوالہ صحیح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اس رات میں جب کہ اپنے عریش یعنی سائبان میں نماز تہجد میں مشغول تھے آپ کو بھی کسی قدر اُونگھ آگئی مگر فوراً ہی ہنستے ہوئے بیدار ہو کر فرمایا۔ اے ابو بکر خوشخبری سنو یہ جبرائیل علیہ السلام ٹیلہ کے قریب کھڑے ہیں اور یہ کہہ کر آپ سائبان سے باہر یہ آیت پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے۔

سَیُهزَمُ الجَمعُ وَ یُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ یعنی عنقریب دشمن کی جماعت ہار جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے باہر نکل کر مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ابو جہل کی قتل گاہ ہے یہ فلاں کی یہ فلاں کی اور پھر ٹھیک اسی طرح واقعات پیش آئے۔ (تفسیر مظہری)

اور جیسا غزوہ بدر میں تکان اور پریشانی دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرامؓ پر خاص قسم کی نیند مسلط فرمائی اسی طرح غزوہ اُحد میں بھی اسی طرح کا واقعہ ہوا۔

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نقل کیا ہے کہ جنگ کی حالت میں نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن واطمینان کی نشانی ہوتی ہے اور نماز میں نیند شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (ابن کثیر)

دوسری نعمت مسلمانوں کو اس رات میں یہ ملی کہ بارش ہو گئی جس نے میدانِ جنگ کا نقشہ بالکل پلٹ دیا' قریشی لشکر نے جس جگہ پر قبضہ کیا تھا وہاں تو بارش بہت تیز آئی اور میدان میں دلدل ہو کر چلنا مشکل ہو گیا اور جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مقیم تھے یہاں ریت کی وجہ سے چلنا مشکل تھا یہاں بارش ہلکی ہوئی جس نے تمام ریتے کو جما کر میدان کو نہایت ہموار خوشگوار بنا دیا۔

دار الندوہ میں قریشی سرداروں کا اجتماع اور ابلیس لعین

تفسیر ابن کثیر اور مظہری میں بروایت محمد بن اسحاق وامام احمد وابن جریرؒ

Marfat.com

وغیرہ یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے انصار کا مسلمان ہو جانا مکہ میں مشہور ہوا تو قریش مکہ کو یہ فکر دامنگیر ہو گئی کہ اب تک تو ان کا معاملہ صرف مکہ میں دائر تھا جہاں ہر طرح کی قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اب جب کہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا اور بہت سے صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو اب ان کا ایک مرکز مدینہ طیبہ قائم ہو گیا جہاں یہ ہر طرح کی قوت ہمارے خلاف جمع کر سکتے ہیں اور پھر ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب تک تو کچھ صحابہ کرامؓ ہی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اب یہ بھی قوی امکان ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی وہاں چلے جائیں اس لیے رؤساء مکہ نے مشورہ کے لیے دارالندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔ دارالندوہ مسجد حرام کے متصل قصی بن کلاب کا مکان تھا جس کو ان لوگوں نے قومی مسائل میں مشورہ اور مجلس کرنے کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اور زمانہ اسلام میں اُس کو مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ باب الزیادات ہی وہ جگہ تھی جس کو دارالندوہ کہا جاتا تھا۔

حسبِ عادت اس مہم مشورہ کے لیے قریشی سرداروں کا اجتماع دارالندوہ میں ہوا جس میں ابو جہل۔ نضر بن حارث' عتبہ' شیبہ' امیہ بن خلف۔ ابو سفیان وغیرہ قریش کے تمام نمایاں اشخاص شامل ہوئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے مقابلہ کی تدبیریں زیرِ غور آئیں۔

ابھی مشورہ کی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک سن رسیدہ عربی شیخ کی صورت میں دارالندوہ کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کیوں آئے ہو۔ بتلایا کہ میں نجد کا باشندہ ہوں مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہیں تو قومی ہمدردی کے پیشِ نظر میں بھی حاضر ہو گیا کہ ممکن ہے میں کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

Marfat.com

یہ سُن کر اس کو اندر بلا لیا گیا اور مشورہ شروع ہوا تو سہیلی کی روایت کے مطابق ابو البختری ابن ہشام نے یہ مشورہ پیش کیا کہ ان کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ معاذ اللہ وہ آپ اپنی موت مر جائیں۔ یہ سن کر شیخ نجدی ابلیس لعین نے کہا کہ یہ رائے صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو معاملہ چھپے گا نہیں بلکہ اس کی شہرت دور دور پہنچ جائے گی اور ان کے صحابہ اور رفقاء کے فدائیانہ کارنامے تمھارے سامنے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ جمع ہو کر تم پر حملہ کر دیں اور اپنے قیدی کو تم سے چھڑا لیں۔ سب طرف سے آوازیں اُٹھیں کہ شیخ نجدی کی بات صحیح ہے اس کے بعد ابو الاسود نے یہ رائے پیش کی کہ ان کو مکہ سے نکال دیا جائے یہ باہر جا کر جو چاہیں کرتے رہیں۔ ہمارا شہر ان کے فساد سے مامون ہو جائے گا۔ اور ہمیں کچھ جنگ و جدال بھی کرنا نہ پڑے گا۔

شیخ نجدی یہ سن کر پھر بولا کہ یہ رائے بھی صحیح نہیں کیا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے شیریں کلام آدمی ہیں لوگ اُن کا کلام سن کر مفتون اور مسحور ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تو بہت جلد اپنی طاقتور جماعت بنالیں گے اور تم پر حملہ کر کے شکست دے دیں گے۔ اب ابو جہل بولا کہ جو کرنے کا کام ہے تم میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔ میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ ہم عرب کے سب قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نوجوان لے لیں اور ہر ایک کو عمدہ کام کرنے والی تلوار دے دیں۔ یہ سب لوگ یکبارگی اُن پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ ہم ان کے فساد سے تو اس طرح نجات حاصل کر لیں۔ اب رہا اُن کے قبیلہ بنو عبد مناف کا مطالبہ جو ان کے قتل کا سبب ہم پر عائد ہو گا سو ایسی صورت میں جب کہ قتل کسی ایک نے نہیں بلکہ ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص نے کیا ہے تو قصاص یعنی جان کے بدلے جان لینے کا مطالبہ تو

Marfat.com

باقی نہیں رہ سکتا۔ صرف خون بہایا دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا وہ ہم سب قبیلوں سے جمع کر کے اُن کو دے دیں گے اور بے فکر ہو جائیں گے۔

شیخ نجدی ابلیس لعین نے یہ سُن کر کہا کہ بس رائے یہی ہے اور اس کے سوا کوئی چیز کارگر نہیں۔ پوری مجلس نے اسی کے حق میں رائے دے دی اور آج ہی رات میں اپنا یہ ناپاک عزم پورا کرنے کا تہیہ کر لیا گیا۔

مگر انبیاء علیہم السلام کی غیبی طاقت کو یہ جاہل کیا سمجھ سکتے تھے۔ دوسری طرف جبرئیل امین نے ان کے دارالمشورہ کی ساری کیفیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کر کے یہ تدبیر بتلائی کہ آج رات میں آپ اپنے بستر پر آرام نہ کریں اور بتلایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

ادھر مشورہ کے مطابق شام ہی سے قریشی نوجوانوں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ‘کو حکم دیا کہ آج کی رات وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آرام کریں اور یہ خوشخبری سنادی کہ اگرچہ بظاہر اس میں آپ کی جان کا خطرہ ہے مگر دشمن آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا اور آپ کے بستر پر لیٹ گئے مگر اب مشکل یہ درپیش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرہ سے کیسے نکلیں۔ اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ کے ذریعہ حل کیا وہ یہ کہ بامر الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مٹھی میں مٹی بھر کر باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے جو کچھ آپ کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے اُس کا جواب دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں اور فکروں کو آپ کی طرف سے پھیر دیا کہ کسی نے آپ کو نہ دیکھا حالانکہ آپ ان میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے چلے گئے۔ آپ

Marfat.com

کے تشریف لے جانے کے بعد کسی آنے والے نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو تو اُنھوں نے بتلایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتظار میں۔ اس نے کہا کہ تم کس خام خیالی میں ہو وہ تو یہاں سے نکل کر جا بھی چکے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ رکھا تو اس کی تصدیق ہوئی کہ ہر ایک کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے مگر محاصرہ کرنے والوں نے ان کے کروٹیں بدلنے سے پہچان لیا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں اس لیے قتل پر اقدام نہیں کیا۔ صبح تک محاصرہ کرنے کے بعد یہ لوگ خائب و خاسر ہو کر واپس ہو گئے۔ یہ رات اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا حضرت علی مرتضیٰؓ کے خاص فضائل میں سے ہے۔

کفار کو شکست کے غم کیساتھ مال ضائع کرنے کی مزید حسرت

بروایت محمد بن اسحاق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے شکست زدہ زخم خوردہ' بچے کھچے کفار مکہ جب وہاں سے واپس مکہ پہنچے تو جن لوگوں کے باپ بیٹے اس جہاد میں مارے گئے تھے وہ تجارتی قافلہ کے امیر ابوسفیان کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ جنگ تمھارے تجارتی قافلہ کی حفاظت کے لیے لڑی گئی جس کے نتیجہ میں یہ تمام جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مشترک تجارتی کمپنی سے ہماری کچھ مدد کی جائے تاکہ ہم آئندہ مسلمانوں سے اپنا انتقام لے سکیں۔ ان لوگوں نے اس کو منظور کر کے ایک بڑی رقم دے دی جس کو انھوں نے غزوۂ بدر کا انتقام لینے کے لیے غزوۂ اُحد میں خرچ کیا اور اُس میں بھی انجام کار مغلوب ہوئے اور شکست کے غم کے ساتھ مال ضائع کرنے کی

Marfat.com

حسرت مزید ہو گئی۔

جہاد کا حکم فتنہ کفر کو مٹانے کے لیے ہے

واقعہ یہ ہے کہ جب امیر مکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ میں حجاج بن یوسف نے فوج کشی کی اور دونوں طرف مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے مقابلہ پر چل رہی تھیں تو دو شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ اس وقت جس بلاء میں مسلمان مبتلا ہیں آپ دیکھ رہے ہیں حالانکہ آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں جو کسی طرح ایسے فتنوں کو برداشت کرنے والے نہ تھے۔ کیا سبب ہے کہ آپ اس فتنہ کو رفع کرنے کے لیے میدان میں نہیں آتے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کا خون بہانا حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ کیا آپ قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھتے قَاتِلُو ھُم حَتّٰی لاَ تَکُونَ فِتنَۃ۔ یعنی مقاتلہ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک میں یہ آیت پڑھتا ہوں اور اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ ہم نے اس آیت کے مطابق کفار سے قتال جاری رکھا یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو گیا اور غلبہ دینِ اسلام کا ہو گیا۔ اور تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اب باہم قتال کر کے فتنہ پھر پیدا کر دو اور غلبہ غیر اللہ کا اور دینِ حق کے خلاف کا ہو جائے۔

ابو جہل کا غرور و تکبر

مستند روایات میں ہے کہ جب ابو سفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر مسلمانوں کی زد سے بچ نکلے تو ابو جہل کے پاس قاصد بھیجا کہ اب تمھارے آگے بڑھنے

Marfat.com

کی ضرورت نہیں رہی واپس آجاؤ اور بھی بہت سے قریش سرداروں کی یہی رائے تھی۔ مگر ابو جہل اپنے کبرو غرور اور شہرت پرستی کے جزبہ میں قسم کھا بیٹھا کہ ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک چند روز مقام بدر پر پہنچ کر اپنی فتح کا جشن نہ منالیں۔

جس کے نتیجہ میں وہ اور اُس کے بڑے بڑے ساتھی سب وہیں ڈھیر ہوئے اور ایک گڑھے میں ڈالے گئے۔

شیطان کا سراقہ بن مالک کی صورت میں آنا اور بھاگ نکلنا

امام ابن جریرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب قریش مکہ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مکہ سے نکلا تو ان کے دلوں پر ایک خطرہ اس کا سوار تھا کہ ہمارے قریب میں قبیلہ بنو بکر بھی ہمارا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ پر جائیں اور یہ دشمن قبیلہ موقع پا کر ہمارے گھروں اور عورتوں، بچوں پر چھاپہ مار دے۔ امیر قافلہ ابو سفیان کی گھبرائی ہوئی فریاد پر تیار ہو کر نکل تو کھڑے ہوئے مگر یہ خطرہ ان کے لیے زنجیر پا بنا ہوا تھا کہ اچانک شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں اس طرح سامنے آیا کہ اُس کے ہاتھ میں جھنڈا اور اُس کے ساتھ ایک دستہ بہادر فوج کا ہے۔ سراقہ بن مالک اُس علاقہ اور قبیلہ کا بڑا سردار تھا جن سے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر قریشی جوانوں کے لشکر سے خطاب کیا اور دو طرح سے فریب میں مبتلا کیا۔ اول یہ کہ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ یعنی آج تمام لوگوں میں تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ مجھے تمھارے مقابل فریق کی قوت کا بھی اندازہ ہے اور تمھاری قوت و کثرت کو بھی دیکھ رہا ہوں اس لیے تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تم بے فکر ہو کر آگے بڑھو تمھیں غالب رہو گے کوئی تمھارے مقابلہ پر غالب آنے والا نہیں۔

Marfat.com

دوسرے یہ کہ اِنّی جَارٌلَکُم یعنی تمھیں جو بنی بکر وغیرہ سے خطرہ لگا ہوا ہے کہ وہ تمھارے پیچھے مکہ پر چڑھ دوڑیں گے۔ اس کی میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ ایسا نہ ہوگا میں تمھارا حامی ہوں۔ قریش مکہ سراقہ بن مالک اور اُس کی بڑی شخصیت اور اثر ورسوخ سے پہلے سے واقف تھے اُس کی بات سُن کر ان کے دل جم گئے اور قبیلہ بنی بکر کے خطرہ سے بے فکر ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اس دوگونہ فریب سے شیطان نے ان لوگوں کو اپنے مقتل کی طرف ہانک دیا فَلَمَّا تَرَآءَتِ الفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیہِ۔ جب مشرکینِ مکہ اور مسلمانوں کی دونوں جماعتیں (مقامِ بدر میں) آمنے سامنے ہوئیں تو شیطان پچھلے پاؤں لوٹ گیا۔

غزوۂ بدر میں چونکہ مشرکین مکہ کی پیٹھ پر ایک شیطانی لشکر بھی آ گیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقابلہ میں فرشتوں کا لشکر جبرئیل و میکائیل کی قیادت میں بھیج دیا۔ امام ابن جریر وغیرہ نے بروایت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ شیطان نے جو اُس وقت بشکل انسانی سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنے شیطانی لشکر کی قیادت کر رہا تھا' جب جبریل امین اور اُن کے ساتھ فرشتوں کا لشکر دیکھا تو گھبرا اُٹھا اُس وقت اُس کا ہاتھ ایک قریشی جوان حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا فوراً اس سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگنا چاہا۔ حارث نے ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو تو اُس کے سینہ پر مار کر حارث کو گرا دیا اور اپنے شیطانی لشکر کو لے کر بھاگ پڑا۔ حارث نے اُس کو سراقہ سمجھتے ہوئے کہا کہ اے عرب کے سردار سراقہ تو نے تو یہ کہا تھا کہ میں تمھارا حامی اور مددگار ہوں اور عین میدانِ جنگ میں یہ حرکت کر رہے ہو۔ تو شیطان نے بشکل سراقہ جواب دیا۔ اِنّی بَرِیٓءٌ مِّنکُم اِنّی اَرٰی مَا لَا تَرَونَ اِنّیٓ اَخَافُ اللّٰہ۔ یعنی میں تمھارے معاہدہ سے بری ہوتا ہوں کیونکہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تمھاری آنکھیں نہیں دیکھتیں مراد فرشتوں کا لشکر تھا اور یہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لیے تمھارا ساتھ چھوڑتا ہوں۔

Marfat.com

شیطان نے فرشتوں کا لشکر دیکھا تو اُن کی قوت سے وہ واقف تھا سمجھ گیا کہ اب اپنی خیر نہیں اور یہ جو کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ امام تفسیر قتادہ نے کہا کہ یہ اس نے جھوٹ بولا اگر وہ خدا سے ڈرا کرتا تو نافرمانی کیوں کرتا۔ مگر اکثر حضرات نے فرمایا کہ ڈرنا بھی اپنی جگہ صحیح ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عذاب شدید کو پوری طرح جانتا ہے اس لیے نہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ نرا خوف بغیر ایمان واطاعت کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

ابو جہل نے جب سراقہ اور اُس کے لشکر کی پسپائی سے اپنے لشکر کی ہمت کو ٹوٹتے دیکھا تو بات بنائی اور کہا کہ سراقہ کے بھاگ جانے سے تم متاثر نہ ہو اس نے تو خفیہ طور پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سازش کر رکھی تھی۔ شیطان کی پسپائی کے بعد ان کا جو حشر ہونا تھا ہو گیا۔ پھر جب یہ لوگ مکہ واپس آئے اور ان میں سے کسی کی ملاقات سراقہ بن مالک کے ساتھ ہوئی تو اُس نے سراقہ کو ملامت کی کہ جنگِ بدر میں ہماری شکست اور ساری نقصان کی ذمہ داری تجھ پر ہے تو نے عین میدانِ جنگ میں پسپا ہو کر ہمارے جوانوں کی ہمت توڑ دی۔ اس نے کہا کہ میں نہ تمھارے ساتھ گیا نہ تمھارے کسی کام میں شریک ہوا۔ میں نے تو تمھاری شکست کی خبر بھی تمھارے مکہ پہنچنے کے بعد سنی۔

ایفائے عہد کا ایک عجیب واقعہ

ابو داؤد، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبلؒ نے سلیم بن عامر کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا ایک قوم کے ساتھ ایک میعاد کے لیے التواء جنگ کا معاہدہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ارادہ فرمایا کہ اس معاہدہ کے ایام میں اپنا لشکر اور سامانِ جنگ اُس قوم کے قریب پہنچا دیں تاکہ معاہدہ کی میعاد ختم ہوتے ہی وہ دشمن پر

Marfat.com

ٹوٹ پڑیں۔ مگر عین اُس وقت جب حضرت معاویہؓ کا لشکر اُس طرف روانہ ہو رہا تھا یہ دیکھا گیا کہ ایک معمر آدمی گھوڑے پر سوار بڑے زور سے یہ نعرہ لگا رہے ہیں اللہ اکبرُ اللہ اکبرُ وَفَآءٌ لاَغَدرٌ۔ یعنی نعرۂ تکبیر کے ساتھ یہ کہا کہ ہم کو معاہدہ پورا کرنا چاہیے اُس کی خلاف ورزی نہ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قوم سے کوئی صلح یا ترکِ جنگ کا معاہدہ ہو جائے تو چاہیے کہ ان کے خلاف نہ کوئی گرہ کھولیں اور نہ باندھیں۔ حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر کی گئی۔ دیکھا تو یہ کہنے والے بزرگ حضرت عمرو بن عنبسہؓ صحابی تھے۔ حضرت معاویہؓ نے فوراً اپنی فوج کو واپسی کا حکم دے دیا تاکہ التواء جنگ کی میعاد میں لشکر کشی پر اقدام کر کے خیانت میں داخل نہ ہو جائیں۔

(ابن کثیر)

ستر سردارانِ کفار قیدیوں کے متعلق صحابہ کرامؓ کی رائے اور شانِ رحمتہ اللعالمین ﷺ

غزوۂ بدر میں صورت حال یہ پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بالکل خلافِ قیاس غیر معمولی فتح عطا فرمائی۔ دشمن نے مال بھی چھوڑا جو بطورِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور ان کے بڑے بڑے ستر سردار مسلمانوں نے گرفتار کر لیے۔ مگر ان دونوں چیزوں کے جائز ہونے کی صراحت کسی وحی الٰہی کے ذریعہ ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔

اس لیے صحابہ کرامؓ کے اس عاجلانہ اقدام پر عتاب نازل ہوا۔ اُسی عتاب و ناراضی کا اظہار ایک وحی کے ذریعہ کیا گیا جس میں جنگی قیدیوں کے متعلق بظاہر تو مسلمانوں کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تھا مگر اسی اختیار دینے میں ایک اشارہ اس کی طرف بھی کر دیا گیا تھا کہ مسئلہ کے دونوں پہلوؤں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک

Marfat.com

پسندیدہ اور دوسرا ناپسندیدہ ہے۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ صحیح ابن حبان میں بروایت علی مرتضیٰؓ منقول ہے کہ اس موقع پر حضرت جبریلِ امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور یہ حکم سنایا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو دو چیزوں میں اختیار دے دیجئے ایک یہ کہ ان قیدیوں کو قتل کر کے دشمن کی شوکت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ دوسرے یہ کہ اُن کو فدیہ یعنی کچھ مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اس دوسری صورت میں بامرِ الٰہی یہ طے شدہ ہے کہ اس کے بدلہ آئندہ سال مسلمانوں کے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے جتنے قیدی آج مال لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے۔ یہ صورت اگرچہ تخییر کی تھی اور صحابہ کرامؓ کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا گیا تھا مگر دوسری صورت میں ستر مسلمانوں کی شہادت کا فیصلہ ذکر کرنے میں اس طرف ایک خفیف اشارہ ضرور موجود تھا کہ یہ صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند نہیں کیونکہ اگر یہ پسند ہوتی تو ستر مسلمانوں کا خون اس کے نتیجہ میں لازم نہ ہوتا۔

صحابہ کرامؓ کے سامنے جب یہ دونوں صورتیں بطورِ اختیار کے پیش ہوئیں تو بعض صحابہ کرامؓ کا خیال یہ ہوا کہ اگر ان لوگوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ یہ سب یا بعض کسی وقت مسلمان ہو جائیں جو اصلی فائدہ اور مقصدِ جہاد ہے۔ دوسرا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان اس وقت افلاس کی حالت میں ہیں اگر ستر آدمیوں کا مالی فدیہ ان کو مل گیا تو ان کی تکلیف بھی دور ہو گی اور آئندہ کے لیے جہاد کی تیاری میں بھی مدد مل جائے گی۔ رہا ستر مسلمانوں کا شہید ہونا سو وہ مسلمانوں کے لیے خود ایک نعمت و سعادت ہے اُس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان خیالات کے پیشِ نظر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کرامؓ نے یہی رائے دی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ صرف حضرت عمر بن خطابؓ اور سعد بن معاذؓ وغیرہ چند حضرات نے اس رائے سے اختلاف کر کے ان سب کو قتل کر دینے کی رائے اس بنیاد پر

Marfat.com

دی کہ یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قوت و طاقت فراہم کرنے والے سارے قریشی سردار اس وقت قابو میں آگئے ہیں ان کا قبولِ اسلام تو موہوم خیال ہے مگر یہ گمان غالب ہے کہ یہ لوگ واپس ہو کر پہلے سے زیادہ مسلمانوں کے خلاف سرگرمی کا سبب بنیں گے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمتہ للعالمین ہو کر تشریف لائے تھے اور رحمتِ مجسم تھے صحابہ کرامؓ کی دو رائیں دیکھ کر آپ نے اُس رائے کو قبول کر لیا جس میں قیدیوں کے معاملہ میں رحمت اور سہولت تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو خطاب کر کے فرمایا لو اتفقتما ما خالفتکما یعنی اگر تم دونوں کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں تمھاری رائے کے خلاف نہ کرتا (مظہری)۔ اختلاف رائے کے وقت آپ کی رحمت و شفقت علی الخلق کا تقاضا یہی ہوا کہ اُن کے معاملے میں آسانی اختیار کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے نتیجہ میں آئندہ سال غزوۂ اُحد کے موقع پر اشارات ربانی کے مطابق ستر مسلمانوں کے شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت عباسؓ کا اظہارِ اسلام اور انکی خصوصیت

ان کی خصوصیت اس معاملہ میں یہ تھی کہ جنگِ بدر میں یہ مکہ سے اپنے ساتھ تقریباً سات سو گنی سونا لے کر چلے تھے تاکہ وہ لشکر کفار پر خرچ کیا جائے اور ابھی یہ خرچ ہونے نہیں پایا تھا کہ وہ مع اس سونے کے گرفتار کر لیے گئے۔

جب فدیہ دینے کا وقت آیا تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا اُس کو میرے فدیہ کی رقم میں لگا لیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مال آپ کفر کی امداد کے لیے لائے تھے وہ تو

Marfat.com

مسلمانوں کا مال غنیمت بن گیا۔ فدیہ اُس کے علاوہ ہونا چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی آپ ادا کریں۔ عباسؓ نے عرض کیا کہ اگر اتنا مالی بار مجھ پر ڈالا گیا تو مجھے قریش سے بھیک مانگنا پڑے گی میں بالکل فقیر ہو جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیوں کیا آپ کے پاس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا جب کہ وہ میں نے رات کی تاریکی اور تنہائی میں اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور کوئی تیسرا آدمی اس سے واقف نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اُس کی پوری تفصیل بتلا دی۔ حضرت عباس کے دل میں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے معتقد تھے مگر کچھ شبہات تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رفع فرما دیئے اور وہ در حقیقت اسی وقت سے مسلمان ہو گئے۔ مگر ان کا بہت سا روپیہ قریشِ مکہ کے ذمہ قرض تھا۔ اگر یہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ روپیہ مارا جاتا اس لیے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ فتح مکہ سے پہلے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت چاہی کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ جائیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہی مشورہ دیا کہ ابھی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباسؓ کی اس گفتگو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ میں آیا ہوا وعدہ بھی اُن کو بتلا دیا کہ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا اور اخلاص کے ساتھ مؤمن ہو گئے تو جو کچھ مال فدیہ میں خرچ کیا ہے اس سے بہتر اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرما دیں گے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اظہارِ اسلام کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں تو

Marfat.com

اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھ سے بیس اُوقیہ سونا فدیہ میں لیا گیا تھا' اس وقت میرے بیس غلام مختلف جگہوں میں تجارت کا کاروبار کر رہے ہیں اور کسی کا کاروبار بیس ہزار درہم سے کم کا نہیں ہے۔ اور اُس پر مزید یہ انعام ہے کہ مجھے حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گرانقدر کام ہے کہ سارے اہلِ مکہ کے اموال بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ کی پابندی کرنا

صلح حدیبیہ کے وقت ایسا ہی واقعہ پیش آیا جس وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے صلح کرلی اور شرائط صلح میں یہ بھی داخل تھا کہ مکہ سے جو شخص اب مدینہ جائے اُس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس کر دیں۔ عین اسی معاملہ صلح کے وقت ابو جندلؓ جن کو کفار مکہ نے قید کر کے طرح طرح کی تکلیفوں میں ڈالا ہوا تھا کسی طرح حاضرِ خدمت ہو گئے اور اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے طالب ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمتِ عالم بن کر آئے تھے ایک مظلوم مسلمان کی فریاد سے کتنے متاثر ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ کرنا بھی ہر شخص کے لیے آسان نہیں مگر اس تاثر کے باوجود آیتِ مذکورہ کے حکم کے مطابق اُن کی امداد کرنے سے عذر فرما کر واپس کر دیا۔

غزوۂ حنین کے متعلق چند واقعات

حُنین' مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے' جو مکہ مکرمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے' رمضان ۸ ہجری میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا' اور قریش مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے' تو عرب کا ایک بہت بڑا مشہور بہادر جنگجو اور مالدار قبیلہ ہوازن جس کی ایک

Marfat.com

شاخ طائف کے رہنے والے بنو ثقیف بھی تھے' ان میں ہلچل مچ گئی' انھوں نے جمع ہو کر یہ کہنا شروع کیا' کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو کافی قوت حاصل ہو گئی ہے' اس سے فارغ ہونے کے بعد لازمی ہے کہ ان کا رُخ ہماری طرف ہو گا' اس لیے دانشمندی کی بات یہ ہے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہم خود ان پر حملہ کر دیں' اس کام کے لیے قبیلہ ہوازن نے اپنی سب شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں جمع کر لیا۔ اس قبیلہ کے سب بڑے چھوٹے بجز معدودے چند افراد کے جن کی تعداد سو سے بھی کم تھی' سب ہی جمع ہو گئے۔

اس تحریک کے لیڈر مالک بن عوف تھے' جو بعد میں مسلمان ہو گئے' اور اسلام کے بڑے علمبردار ثابت ہوئے' اس وقت مسلمانوں کیخلاف حملہ کا سب سے زیادہ جوش انھی میں تھا' قبیلہ کی عظیم اکثریت نے ان کی رائے سے اتفاق کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں' اس قبیلہ کی چھوٹی چھوٹی دو شاخیں بنو کعب اور بنو کلاب اس رائے سے متفق نہیں ہوئی' اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ بصیرت دیدی تھی انھوں نے کہا کہ اگر مشرق سے مغرب تک ساری دنیا بھی محمد ﷺ کے خلاف جمع ہو جائے گی تو وہ ان سب پر بھی غالب آئیں گے' ہم خدائی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے' باقی سب کے سب نے معاہدے کیے' اور مالک ابن عوف نے ان سب کو پوری قوت سے جنگ پر قائم رہنے کی ایک تدبیر یہ کی کہ ہر شخص کے تمام اہل و عیال بھی ساتھ چلیں' اور اپنا پورا مال بھی ساتھ لے کر نکلیں' جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگنے لگیں تو بیوی بچوں اور مال کی محبت ان کے پاؤں کی زنجیر بن جائے' میدان سے گریز کا ان کے لیے کوئی موقع نہ رہا۔ ان کی تعداد کے بارے میں اہلِ تاریخ کے مختلف اقوال ہیں۔ حافظ حدیث علامہ ابن حجر وغیرہ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ چوبیس یا اٹھائیس ہزار کا مجمع تھا' اور بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد بیان کی ہے' یہ ممکن ہے کہ سب اہل و

Marfat.com

عیال عورتوں بچوں سمیت تعداد چوبیس تا اٹھائیس ہزار ہو' اور لڑنے والے جوان ان میں چار ہزار ہوں۔

بہر حال رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں ان کے خطرناک عزائم کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے مقابلہ پر جانے کا عزم فرمالیا' مکہ مکرمہ پر حضرت عتابؓ بن اَسید کو امیر بنایا' اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے چھوڑا' اور قریشِ مکہ سے اسلحہ اور سامانِ جنگ عاریت کے طور پر مانگا' صفوان بن امیہ جو قریش کا سردار تھا بول اٹھا کہ کیا آپ یہ سامانِ جنگ ہم سے غصب کر کے لینا چاہتے ہیں' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریت کے طور پر لیتے ہیں' جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہو گی' یہ سُن کر اس نے سو زرہیں مستعار دیں اور نوفل بن حارث نے تین ہزار نیزے اسی طرح پیش کر دیئے۔ امام زہریؒ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چودہ ہزار صحابہ کا لشکر لے کر اس جہاد کی طرف متوجہ ہوئے جن میں بارہ ہزار انصار مدینہ تھے۔ جو فتح مکہ کے لیے آپ کے ساتھ آئے تھے' اور دو ہزار وہ مسلمان تھے جو مکہ اور اطراف مکہ کے لوگوں میں سے بوقت فتح مسلمان ہو گئے تھے' جن کو طلقاء کہا جاتا ہے' شوال کی چھٹی تاریخ ہفتہ کے دن آپؐ اس غزوہ کے لیے نکلے اور فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے اس مقام پر ہو گا' جہاں جمع ہو کر قریش مکہ نے مسلمانوں کے خلاف مقاطعہ کے لیے عہد نامہ لکھا تھا۔

یہ چودہ ہزار مجاہدین کا لشکر تو جہاد کے لیے نکلا' ان کے ساتھ مکہ کے بے شمار لوگ مرد و عورت تماشائی بن کر نکلے' جن کے دلوں میں عموماً یہ تھا کہ اگر اس موقع پر مسلمانوں کو شکست ہو تو ہمیں بھی اپنا انتقام لینے کا موقع ملے گا' اور یہ کامیاب ہوں تو بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

Marfat.com

اسی قسم کے لوگوں میں ایک شیبہ بن عثمان بھی تھے جنھوں نے بعد میں مسلمان ہو کر خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں میرا باپ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور چچا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کا جوشِ انتقام اور انتہائی غیظ میرے دل میں تھا' میں اس موقع کو غنیمت جان کر مسلمانوں کے ساتھ ہو لیا کہ جب کہیں موقع پاؤں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دوں' میں ان کے ساتھ ہو کر ہر وقت موقع کی تلاش میں رہا' یہاں تک کہ اس جہاد کے ابتدائی وقت میں جب کچھ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑے اور وہ بھاگنے لگے تو میں موقع پا کر حضورؐ کے قریب پہونچا' مگر دیکھا کہ داہنی طرف حضرت عباسؓ آپؐ کی حفاظت کر رہے ہیں' اور بائیں طرف ابو سفیان ابن حارث' اس لیے میں پیچھے کی طرف پہونچ کر ارادہ ہی کر رہا تھا کہ یکبارگی تلوار سے آپ پر حملہ کر دوں کہ یکایک آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی' اور آپؐ نے مجھے آواز دی کہ شیبہ یہاں آؤ' اپنے قریب بلا کر دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا' اور دعاء کی کہ یا اللہ اس سے شیطان کو دُور کر دے' اب جو میں نظر اٹھاتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل میں اپنے آنکھ' کان اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ کفار کا مقابلہ کرو' اب تو میرا یہ حال تھا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کر رہا تھا' اور بڑی بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے واپس آئے تو میں خدمت میں حاضر ہوا' آپؐ نے میرے دل کے تمام خیالات کی نشاندہی کر دی' کہ تم مکہ سے اس نیت پر چلے تھے اور میرے گرد میرے قتل کے لیے گھوم رہے تھے' مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تم سے نیک کام لینے کا تھا جو ہو کر رہا۔

اسی طرح کا واقعہ نضر بن حارث کو پیش آیا کہ وہ بھی اسی نیت سے حنین گئے تھے' وہاں پہونچ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

معصومیت اور محبت ڈال دی اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے ٹکرا گئے۔

اسی سفر میں ابو بردہ بن نیاز ؓ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مقام اوطاس پر پہنچ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں' اور ایک اور شخص آپ کے پاس بیٹھا ہے آپؐ نے ذکر فرمایا کہ میں سو گیا تھا' یہ شخص آیا اور۔۔۔۔ میری تلوار اپنے قبضہ میں لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ اب بتلاؤ تمھیں کون میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ بچا سکتا ہے' یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی' ابو بردہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن مار دوں' یہ دشمن قوم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بردہ خاموش رہو اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرنے والا ہے' جب تک کہ میرا دین سارے دینوں پر غالب نہ آجائے' اور آپؐ نے اس شخص کو کوئی ملامت بھی نہ فرمائی اور آزاد چھوڑ دیا۔

مقامِ حنین پر پہونچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت سہیل بن حنظلہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خبر لے کر حاضر ہوئے کہ گھوڑے سوار آدمی ابھی دشمن کی طرف سے آیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ قبیلہ ہوازن پورا کا پورا مع اپنے سب سامان کے مقابلہ پر آ گیا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر تبسّم فرمایا اور کہا کہ پروا نہ کرو یہ سارا سامان مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت بن کر ہاتھ آئے گا۔

اس جگہ ٹھہر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن حدادؓ کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ دشمن کے حالات کا پتہ چلائیں' وہ ان کی قوم میں جا کر دو دن رہے' سب حالات دیکھتے سنتے رہے' ان کے لیڈر اور کمانڈر مالک بن عوف کو دیکھا کہ وہ اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کو ابتک کسی بہادر تجربہ کار قوم سے سابقہ نہیں

Marfat.com

پڑا' مکہ کے بھولے بھالے قریشیوں کا مقابلہ کر کے انھیں اپنی طاقت کا زعم ہو گیا' اب ان کو پتہ لگے گا' تم سب لوگ صبح ہوتے ہی اس طرح صف بندی کرو کہ ہر ایک کے پیچھے اس کے بیوی بچے اور مال ہو' اور اپنی تلواروں کی میانوں کو توڑ ڈالو' اور سب مل کر یکبارگی ہلہ بولو' یہ لوگ جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے اپنی فوج کے چند دستوں کو مختلف گھاٹیوں میں چھپا دیا تھا۔

اس طرف کفار کے لشکر کی یہ تیاریاں تھیں' دوسری طرف مسلمانوں کا یہ پہلا جہاد تھا جس میں چودہ ہزار سپاہی مقابلہ کے لیے نکلے تھے' اور سامانِ جنگ بھی ہمیشہ سے زیادہ تھا' اور یہ لوگ بدر و اُحد کے میدانوں میں یہ دیکھ چکے تھے کہ صرف تین سو تیرہ بے سامان لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح پائی' تو آج اپنی کثرت اور تیاری پر نظر کر کے حاکم اور بزار کی روایت کے مطابق ان میں سے بعض کی زبان سے ایسے کلمات نکل گئے کہ آج تو یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی سے مغلوب ہو جائیں آج تو مقابلہ کی دیر ہے کہ دشمن فوراً بھاگے گا۔

مالک الملک والملکوت کو یہی چیز ناپسند تھی کہ اپنی طاقت پر کوئی بھروسہ کیا جائے' چنانچہ مسلمانوں کو اس کا سبق اس طرح ملا کہ جب قبیلہ ہوازن نے قرارداد کے مطابق یکبارگی ہلہ بولا اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے دستوں نے چار طرف سے گھیرا ڈال دیا' گرد و غبار نے دن کو رات بنا دیا تو صحابہ کرامؓ کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے' صرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے' اور بہت تھوڑے سے صحابہ کرامؓ جن کی تعداد تین سو اور بعض نے ایک سو یا اس سے بھی کم بتلائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمے رہے' وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ آپؐ آگے نہ بڑھیں۔

یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صحابہؓ

Marfat.com

کو پکارو کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے شجرہ کے نیچے جہاد کی بیعت کی تھی' اور سورۂ بقرہ والے حضرات کہاں ہیں' اور وہ انصار کہاں ہیں جنھوں نے جان کی بازی لگانے کا عہد کیا تھا' سب کو چاہیے کہ واپس آئیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں۔

حضرت عباسؓ کی ایک آواز بجلی کی طرح دوڑ گئی' اور یکایک سب بھاگنے والوں کو پشیمانی ہوئی' اور بڑی دلیری کے ساتھ لوٹ کر دشمن کا پورا مقابلہ کیا' اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد بھیج دی' ان کا کمانڈر مالک بن عوف اپنے اہل و عیال اور سب مال کو چھوڑ کر بھاگا' اور طائف کے قلعہ میں جا چھپا' اور پھر باقی پوری قوم بھاگ کھڑی ہوئی' ان کے ستر سردار مارے گئے' بعض مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ بچے زخمی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ان کا سب مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا' چھ ہزار جنگی قیدی چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بکریاں' چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی۔

حنین کی فتح' اور ہوازن و ثقیف کے سرداروں کا مسلمان ہو کر حاضر ہونا

حنین میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے کچھ سردار مارے گئے' کچھ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ جو ان کے اہل و عیال اور اموال تھے وہ مسلمانوں کے قیدی اور مالِ غنیمت بن کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے جس میں چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار سے زائد بکریاں' اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی' جس کے تقریباً چار من ہوتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان بن حرب کو اموالِ غنیمت کا نگران مقرر فرمایا۔

پھر شکست خوردہ ہوازن اور ثقیف نے مختلف مقامات پر مسلمانوں کے خلاف اجتماع کیا مگر ہر مقام پر ان کو شکست ہوتی گئی' وہ سخت مرعوب ہو کر طائف کے

Marfat.com

نہایت مستحکم قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ بیس روز اس قلعہ کا محاصرہ کیا' یہ قلعہ بند دشمن اندر ہی سے تیر برساتے رہے' سامنے آنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان لوگوں کے لیے بد دعاء فرمایئے' مگر آپ نے ان کے لیے ہدایت کی دعاء فرمائی اور بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرماکر واپسی کا قصد فرمایا' اور مقام جعرانہ پر پہونچ کر ارادہ فرمایا کہ پہلے مکہ معظمہ جاکر عمرہ ادا کریں' پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہو' مکہ والوں کی بڑی تعداد جو تماشائی بن کر مسلمانوں کی فتح و شکست کا امتحان کرنے آئی تھی' اس جگہ پہونچ کر ان میں سے بہت لوگوں نے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔

اسی مقام پر پہونچ کر مال غنیمت کی تقسیم کا انتظام کیا گیا تھا' ابھی اموالِ غنیمت تقسیم ہو ہی رہے تھے کہ دفعتہً ہوازن کے چودہ سرداروں کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا'۔۔۔۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا ابو یرقان بھی تھے' انھوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں' اور یہ درخواست کی کہ ہمارے اہل و عیال اور اموال ہمیں واپس دیدیئے جائیں' اس درخواست میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہؐ ہم بسلسلۂ رضاعت آپؐ کے خویش و عزیز ہیں' اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپؐ سے مخفی نہیں' آپؐ ہم پر احسان فرمائیں' رئیسِ وفد ایک شاعر آدمی تھا' اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اگر ہم بادشاہِ روم یا شاہِ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیشِ نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے اور آپؐ کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے' آپؐ سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا'

Marfat.com

کہ ایک طرف ان لوگوں پر رحم و کرم کا تقاضا یہ کہ اُن کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں' دوسری طرف یہ کہ اموالِ غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے' ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا از روئے انصاف درست نہیں' اس لیے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا:

"میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے' جو اِن اموال کے حق دار ہیں' میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں' اس لیے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو' یا اموالِ غنیمت ان دونوں میں جسکو تم انتخاب کرو وہ تمھیں دیدیئے جائیں گے"

سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا' جس میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ:

"یہ تمھارے بھائی تائب ہو کر آگئے ہیں' میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دیدیئے جائیں تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنا حصہ واپس دینے کے لیے تیار ہوں وہ احسان کریں اور جو اس کے لیے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فئے میں سے اس کا بدلہ دیدیں گے"۔

مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لیے تیار ہیں' مگر عدل و انصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیشِ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا' اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لیے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون ایسے ہیں جو شرما شرمی خاموش رہے' معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے' اس

Marfat.com

لیے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کے لیے تیار ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

عرب جاہلیت کی ایک رسم بد اور اس سے بچنے کی ہدایت

وہ رسم بد ایک واقعہ سے متعلق ہے' جس کی تفصیل یہ ہے کہ عہدِ قدیم سے تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور ان میں سے چار مہینے بڑے متبرک اور ادب واحترام کے مہینے سمجھے جاتے تھے' تین مہینے مسلسل ذیقعدہ' ذی الحجہ' محرم اور ایک رجب کا۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے' اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے' سابق شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر قتل وقتال بھی ممنوع تھا۔

مکہ مکرمہ کے عرب چونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں' اس لیے یہ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے قائل اور ان کی شریعت کو ماننے کا دعویٰ کرتے تھے اور چونکہ ملتِ ابراہیم میں بھی ان چار مہینوں (یعنی اشہر حرم) میں قتل وقتال اور شکار ممنوع تھا' عرب جاہلیت پر اس حکم کی تعمیل اس لیے سخت دشوار تھی' کہ دَورِ جاہلیت میں قتل وقتال ہی ان کا پیشہ بن کر رہ گیا تھا' اس لیے اس میں آسانی پیدا کرنے کے لیے

Marfat.com

انھوں نے اپنی نفسانی اغراض کے لیے طرح طرح کے حیلے نکالے کبھی اشہر حرم کے کسی مہینہ میں جنگ کی ضرورت پیش آتی یا لڑتے لڑتے شہر حرام آجاتا تو کہہ دیتے کہ اب کے سال یہ مہینہ حرام نہیں ہوا اگلا مہینہ حرام ہو گا' مثلاً محرم آ گیا تو کہتے کہ اس سال محرم کا مہینہ حرام نہیں بلکہ صفر کا مہینہ حرام ہو گا' اور مزید ضرورت پڑتی تو کہتے کہ ربیع الاول حرام ہو گا' یا یہ کہتے کہ اس سال صفر کا مہینہ پہلے آ گیا' محرم بعد میں آئے گا اس طرح محرم کو صفر بنا دیا' غرض سال بھر میں چار مہینے تو پورے کر لیتے تھے لیکن اللہ کی متعین کردہ ترتیب اور تعیین کا لحاظ نہ کرتے تھے' جس مہینہ کو چاہیں ذی الحجہ کہہ دیں اور جس کو چاہیں رمضان کہہ دیں' جس کو چاہیں مقدم کر دیں جس کو چاہیں مؤخر کر دیں' اور کبھی زیادہ ضرورت پڑتی مثلاً لڑتے لڑتے دس مہینے گزر گئے اور سال کے صرف دو ہی مہینے باقی رہ گئے' تو ایسے موقع پر سال کے مہینوں کی تعداد بڑھا دیتے' اور کہتے کہ اب کے برس سال چودہ مہینوں کا ہو گا' اسی طرح باقی ماندہ چار مہینوں کو اشہر حرم بنا لیتے تھے۔

غرض دین ابراہیمی کا اتنا تو احترام کرتے تھے کہ سال میں چار مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں قتل و قتال سے باز رہتے تھے' مگر اللہ تعالیٰ نے جو ترتیب مہینوں کی متعین فرمائی اور اسی ترتیب سے چار مہینوں کو اشہر حرم قرار دیا' اس میں طرح طرح کی تاویلیں کر کے اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں اس کا امتیاز ہی دشوار ہو گیا تھا کہ کونسا مہینہ رمضان یا شوال کا ہے اور کونسا ذی القعدہ' ذی الحجہ یا رجب کا ہے' ہجرت کے آٹھویں سال جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور نویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو موسم حج میں تمام کفار مشرکین سے برائت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تو یہ مہینہ حقیقی حساب سے اگرچہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا' مگر جاہلیت کے اسی پرانے دستور

Marfat.com

کے مطابق یہ مہینہ ذی القعدہ کا قرار پایا تھا' اور اس سال ان کے نزدیک حج کا مہینہ بجائے ذی الحجہ کے ذی القعدہ مقرر تھا' پھر ۱۰ھ میں جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو قدرتی طور پر ایسا نظام بن گیا کہ مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا' اہلِ جاہلیت کے حساب میں بھی وہ ذی الحجہ ہی قرار پایا' اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منٰی کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِاسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ' یعنی زمانہ پھر پھرا کر پھر اپنی اسی ہیئت پر آ گیا جس پر اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت رکھا تھا' یعنی جو مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا جاہلیت والوں کے نزدیک بھی اس سال وہی مہینہ ذی الحجہ کا مہینہ قرار پایا۔

غزوۂ تبوک کا بیان

تبوک' مدینہ کے شمال میں سرحدِ شام پر ایک مقام کا نام ہے' شام اس وقت رومی مسیحیوں کی حکومت کا ایک صوبہ تھا' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ ہجری میں جب فتح مکہ اور غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے تو اُس وقت جزیرۃ العرب کے اہم حصے اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں آ چکے تھے' اور مشرکینِ مکہ کی ہشت سالہ مسلسل جنگوں کے بعد اب مسلمانوں کو ذرا سکون کا وقت ملا تھا۔

مگر جس ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ' نازل فرما کر پورے عالم کی فتوحات اور اس میں اپنے دین حق کو غالب کرنے کی بشارت دیدی تھی اس کو اور اس کے رفقاءِ کار کو فرصت کہاں' مدینہ پہونچتے ہی ملکِ شام سے آنے والے تجارت پیشہ لوگ جو شام سے زیتون کا تیل لا کر مدینہ وغیرہ میں فروخت کیا کرتے تھے ان لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ شاہ روم ہرقل نے اپنی

Marfat.com

فوجیں مقامِ تبوک میں سرحد شام پر جمع کر دی ہیں' اور فوجیوں کو پورے ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے کر مطمئن اور خوش کر دیا ہے' اور عرب کے بعض قبائل سے بھی ان کی سازباز ہے' ان کا تہیہ یہ ہے کہ مدینہ پر یکبارگی حملہ کریں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہونچی تو آپؐ نے یہ ارادہ فرمالیا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے پیش قدمی کر کے وہیں...... مقابلہ کیا جائے جہاں ان کی فوجیں جمع ہیں۔ (تفسیر مظہری بحوالہ محمد بن یوسف صالحی)

یہ زمانہ اتفاق سے سخت گرمی کا زمانہ تھا' اور مدینہ کے حضرات عموماً زراعت پیشہ لوگ تھے' ان کی کھیتیاں اور باغات کے پھل پک رہے تھے' جس پر ان کی ساری معیشت اور پورے سال کے گزارہ کا مدار تھا' اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس طرح ملازمت پیشہ لوگوں کی جیبیں مہینہ کے آخری دنوں میں خالی ہو جاتی ہیں اسی طرح زراعت پیشہ لوگ فصل کے ختم پر خالی ہاتھ ہوتے ہیں' ایک طرف افلاس دوسری طرف قریب آمدنی کی امید' اس پر مزید موسمِ گرما کی شدت اس قوم کے لیے جس کو ابھی ابھی ایک حریف کے ساتھ آٹھ سال مسلسل جنگوں کے بعد ذرا دم لینے کا موقع ملا تھا' ایک انتہائی صبر آزما امتحان تھا۔

مگر وقت کا تقاضا تھا' اور یہ جہاد اپنی نوعیت میں پہلی سب جنگوں سے اس لیے بھی ممتاز تھا کہ پہلے تو اپنی ہی طرح کے عوام سے جنگ تھی' اور یہاں ہرقل شاہ روم کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ تھا' اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیّبہ کے پورے مسلمانوں کو اس جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیدیا' اور کچھ آس پاس کے دوسرے قبائل کو بھی شرکتِ جہاد کے لیے دعوت دی تھی۔

یہ اعلانِ عام اسلام کے فداکاروں کا ایک سخت امتحان تھا' اور منافق دعویداروں کا امتیاز بھی' اس کے علاوہ لازمی نتیجہ کے طور پر اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں

Marfat.com

کے مختلف حالات ہو گئے' قرآن کریم نے ان میں سے ہر حالت کے متعلق جُدا جُدا ارشادات فرمائے ہیں۔

ایک حالت ان کامل مکمل حضرات کی تھی جو بلا تردّد جہاد کے لیے تیار ہو گئے' دوسرے وہ لوگ جو ابتداءً کچھ تردّد کے بعد ساتھ ہو گئے' ان دونوں طبقوں کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا اَلَّذِینَ اتَّبَعُوہُ فِی سَاعَۃِ العُسرَۃِ مِن بَعدِ مَا کَادَ یَزِیغُ قُلُوبُ فَرِیقٍ مِّنھُم۔ "یعنی وہ لوگ قابلِ مدح ہیں جنھوں نے سخت تنگی کے وقت رسولِ کریمؐ کا اتباع کیا' بعد اس کے کہ ان میں سے ایک فریق کے قلوب لغزش کرنے لگے تھے"۔

تیسری حالت ان لوگوں کی تھی جو کسی صحیح عذر کی بناء پر اس جہاد میں نہ جا سکے' اس کے متعلق قرآن کریم نے آیت لَیسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلاَ عَلَے المَرضیٰ میں ان کے عذر کی قبولیت کا اظہار فرمادیا۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی تھی جو باوجود کوئی عذر نہ ہونے کے کاہلی کے سبب جہاد میں شریک نہیں ہوئے' ان کے متعلق کئی آیتیں نازل ہوئیں'

اٰخَرُونَ اعتَرَفُوا بِذُنُوبِھِم

اور

اٰخَرُونَ مُرجَونَ لِاَمرِ اللہ

اور

وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِینَ خُلِّفُوا الآ

یہ تینوں آیتیں ایسے ہی حضرات کے بارے میں نازل ہوئیں' جن میں ان کی کاہلی پر زجر وتنبیہ بھی ہے اور بالآخر ان کی توبہ کے قبول ہونے کی بشارت بھی۔

پانچواں طبقہ منافقین کا تھا جو اپنے نفاق کی وجہ سے اس سخت امتحان میں اپنے نفاق کو چھپا نہ سکا' اور شرکت جہاد سے الگ رہا' اس طبقہ کا ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے۔

Marfat.com

چھٹا طبقہ ان منافقین کا تھا جو جاسوسی اور شرارت کے لیے مسلمانوں کے ساتھ ہولیا تھا ان کی حالت کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں ہے :

وَفِيكُم سَمّٰعُونَ لَهُم۔

وَلَئِن سَاَلتَهُم لَيَقُو لُنَّ۔

وَهَمُّوا بِمَا لَم ينالوا۔

لیکن اس ساری سختی اور تکلیف کے باوجود شرکتِ جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد پھر بھی برائے نام تھی' بھاری اکثریت انھی مسلمانوں کی تھی جو اپنے سارے منافع اور راحت کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے' اسی لیے اس جہاد میں نکلنے والے اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی' جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نظر نہیں آئی۔

نتیجہ اس جہاد کا یہ ہوا کہ جب ہرقل شاہِ روم کو مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہونچی تو اس پر رعب طاری ہو گیا' مقابلہ پر نہیں آیا' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرشتہ خصلت صحابہ کرامؓ کے لشکر کے ساتھ چند روز محاذِ جنگ پر قیام کر کے جب مخالف کے مقابلہ پر آنے سے مایوس ہو گئے تو واپس تشریف لے آئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کے جہاد سے تخلف کا تفصیلی واقعہ

صحیحین بخاری و مسلم اور اکثر کتبِ حدیث میں اس واقعہ کے متعلق حضرت کعب بن مالکؓ کی ایک طویل حدیث لکھی گئی ہے' جو بہت سے فوائد اور مسائل اور حقائق پر مشتمل ہے' اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا پورا ترجمہ یہاں نقل کر دیا جائے' ان تین بزرگوں میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے اپنے

Marfat.com

جمیل احمد شرقپوری
ذخیرہ

تفصیل اس طرح بتلائی ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوات میں شرکت کی میں اُن سب میں بجز غزوۂ تبوک کے آپ کے ساتھ شریک رہا' البتہ غزوۂ بدر کا واقعہ چونکہ اچانک پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا' اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں فرمایا تھا اس میں بھی شریک نہ ہو سکا تھا' اور میں لیلة العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا' جس میں ہم نے اسلام کی حمایت و حفاظت کا معاہدہ کیا تھا' اور مجھے یہ بیعت عقبہ کی حاضری غزوۂ بدر کی حاضری سے بھی زیادہ محبوب ہے' اگرچہ غزوۂ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور ہے' اور میرا واقعہ غزوۂ تبوک میں غیر حاضری کا یہ ہے کہ میں کسی وقت بھی اُس وقت سے زیادہ خوش حال اور مالدار نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ بخدا میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ غزوات کے معاملہ میں یہ تھی کہ مدینہ سے نکلنے کے وقت اپنے ارادے کے اخفاء کے لیے ایسا کرتے تھے کہ جس سمت میں جا کر جہاد کرنا ہوتا مدینہ سے اس کے خلاف سمت کو نکلتے تھے' تاکہ منافقین مخبری کر کے فریقِ مقابل کو آگاہ نہ کر دیں' اور فرمایا کرتے تھے کہ جنگ میں (اس طرح کا) خداع (دھوکہ) جائز ہے۔

یہاں تک کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا' (یہ جہاد کئی وجہ سے ممتاز تھا) آپؐ نے سخت گرمی اور تنگدستی کی حالت میں اس جہاد کا قصد فرمایا' اور سفر بھی بڑی دُور کا تھا' مقابلہ پر دشمن کی قوت اور تعداد بہت زیادہ تھی' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان کر دیا تاکہ مسلمان اس جہاد کے لیے پوری تیاری کر سکیں۔

Marfat.com

اس جہاد میں شریک ہونے والوں کی تعداد صحیح مسلم کی روایت کے مطابق دس ہزار سے زائد تھی' اور حاکم کی روایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ ہم اس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ہماری تعداد تیس ہزا سے زائد تھی۔

اور اس جہاد میں نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی اس لیے جو لوگ جہاد میں جانا نہیں چاہتے تھے ان کو یہ موقع مل گیا کہ ہم نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی' جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لیے نکلے تو وہ وقت تھا کہ کھجوریں پک رہی تھیں' باغات والے اسمیں مشغول تھے' اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی' اور جمعرات کے روز آپؐ نے اس سفر کا آغاز کیا' اور سفر کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعرات کا دن پسند تھا' خواہ سفر جہاد کا ہو یا کسی دوسرے مقصد کا۔

میرا حال یہ تھا کہ میں روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا' میں دل میں کہتا تھا کہ میں جہاد پر قادر ہوں مجھے نکلنا چاہیے' مگر یوں ہی امروز و فردا میں میرا ارادہ ٹلتا رہا' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمان جہاد کے لیے روانہ ہو گئے' پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں' اور کاش کہ میں ایسا کر لیتا' مگر یہ کام (افسوس ہے کہ) نہ ہو سکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں کہیں جاتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے' یا پھر ایسے بیمار معذور جو قطعاً سفر کے قابل نہ تھے دوسری طرف پورے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خیال کہیں نہیں آیا یہاں تک کہ تبوک پہونچ گئے' اس وقت آپؐ نے ایک مجلس میں

Marfat.com

ذکر کیا کہ کعب بن مالکؓ کو کیا ہوا (وہ کہاں ہیں)؟

بنو سلمہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ ان کو جہاد سے ان کے عمدہ لباس اور اس پر نظر کرتے رہنے نے روکا ہے حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا کہ تم نے یہ بری بات کہی ہے 'یا رسول اللہؐ خدا میں نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا' یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی اور قریب تھا کہ میں اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر گھبرا کر تیار کر لیتا اور ایسی باتیں پیش کر دیتا جس کے ذریعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے نکل جاتا اور اس کے لیے اپنے اہل اور دوستوں سے بھی مدد لے لیتا (میرے دل میں یہ خیالات' وساوس گھومتے رہے) یہاں تک کہ جب یہ خبر ملی کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں تو خیالاتِ فاسدہ میرے دل سے مٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں آپؐ کی ناراضی سے کسی ایسی بنیاد پر نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ ہو' اس لیے میں نے بالکل سچ بولنے کا عزم کر لیا کہ مجھے صرف سچ ہی نجات دلا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو (حسب عادت) چاشت کے وقت یعنی صبح کو آفتاب کچھ بلند ہونے کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے اور عادتِ شریفہ یہی تھی کہ سفر سے واپسی کا عموماً یہی وقت ہوا کرتا تھا' اور عادت یہ تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے' دو رکعتیں پڑھتے' پھر حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے' اس کے بعد ازواج مطہراتؓ سے ملتے تھے۔

اسی عادت کے مطابق آپؐ اوّل مسجد میں تشریف لے گئے' دو رکعت ادا کی' پھر مسجد میں بیٹھ گئے جب لوگوں نے یہ دیکھا تو غزوۂ تبوک میں نہ جانے والے

Marfat.com

منافقین جن کی تعداد اسی ۸۰ سے کچھ اوپر تھی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اس پر جھوٹی قسمیں کھانے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول و قرار اور قسموں کو قبول کر لیا' اور ان کو بیعت کر لیا' ان کے لیے دعاءِ مغفرت فرمائی اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کیا۔

اسی حال میں، میں بھی حاضرِ خدمت ہو گیا اور چلتے چلتے سامنے جا کر بیٹھ گیا' جب میں نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تبسّم فرمایا جیسے ناراض آدمی بھی کیا کرتا ہے' اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُخ پھیر لیا' تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ سے چہرۂ مبارک کیوں پھیرتے ہیں' خدا کی قسم میں نے نفاق نہیں کیا' نہ دین کے معاملہ میں کسی شبہ و شک میں مبتلا ہوا' نہ اس میں کوئی تبدیلی کی' آپؐ نے فرمایا کہ پھر جہاد میں کیوں نہیں گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟

میں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہؐ اگر میں آپؐ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے بیٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ میں کوئی عذر گھڑ کر اس کی ناراضی سے بچ جاتا' کیونکہ مجھے جدال اور بات بنانے میں مہارت حاصل ہے' لیکن قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر میں نے آپؐ سے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپؐ وقتی طور پر راضی ہو جائیں تو کچھ دُور نہیں کہ اللہ تعالےٰ ـــــ حقیقت حال آپؐ پر کھول کر مجھ سے ناراض کر دیں گے' اور اگر میں نے سچی بات بتلا دی جس سے بالفعل آپ مجھ پر ناراض ہوں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دیں گے' صحیح بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا' میں کسی وقت بھی مالی اور جسمانی طور پر اتنا قوی اور پیسے والا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تو سچ بولا ہے'

Marfat.com

پھر فرمایا کہ اچھا جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادیں' میں یہاں سے اُٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے لگے' اور کہنے لگے کہ اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا یہ تم نے کیا بے وقوفی کی کہ اس وقت کوئی عذر پیش کر دیتے جیسا دوسرے متخلفین نے پیش کیا' اور تمھارے گناہ کی معافی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کافی ہو جاتا' بخدا یہ لوگ مجھے بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آ گیا کہ میں لوٹ جاؤں' اور پھر جا کر عرض کروں کہ میں نے جو بات پہلے کہی تھی وہ غلط تھی' میرا عذر صحیح موجود تھا۔

مگر پھر میں نے دل میں کہا کہ میں ایک گناہ کے دو گناہ نہ بناؤں' ایک گناہ تو تخلّف کا سرزد ہو چکا ہے دوسرا گناہ جھوٹ بولنے کا کر گزروں' پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ متخلفین میں کوئی اور بھی میرے ساتھ ہے' جس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہو' ان لوگوں نے بتلایا کہ دو آدمی اور ہیں جنھوں نے تمھاری طرح اقرار جرم کر لیا' اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا جو تمھیں کہا گیا ہے' (کہ اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو) میں نے پوچھا کہ وہ دو کون ہیں' انھوں نے بتلایا کہ ایک مرارہ ابن ربیع العمری دوسرے ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ان میں سے پہلے (یعنی مرارہؓ) کے تخلّف کا تو سبب یہ ہوا کہ ان کا ایک باغ تھا جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا' تو انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے بہت سے غزوات میں حصّہ لیا ہے' اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا جرم ہے' اس کے بعد جب انھیں اپنے گناہ پر تنبّہ ہوا تو انھوں نے اللہ سے عہد کر لیا کہ یہ باغ میں نے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

اور دوسرے بزرگ حضرت ہلال بن اُمیّہؓ کا یہ واقعہ ہوا کہ اُن کے اہل

Marfat.com

وعیال عرصہ سے متفرق تھے' اس موقع پر سب جمع ہو گئے تو یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں اپنے اہل و عیال میں بسر کروں' ان کو بھی جب اپنے گناہ کا خیال آیا تو انھوں نے یہ عہد کیا کہ اب میں اپنے اہل و عیال سے علیحد گی اختیار کر لوں گا۔

کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایسے دو بزرگوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں' تو میں نے کہا کہ بس میرے لیے انھی دونوں بزرگوں کا عمل قابلِ تقلید ہے' یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ہم تینوں کے ساتھ سلام کلام کرنے سے منع فرمادیا' اس وقت ہم تو سب مسلمانوں سے بدستور محبت کرتے تھے مگر اُن سب کا رُخ ہم سے پھر گیا تھا۔

ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ اب ہمارا حال یہ ہو گیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی ایسا معلوم ہونے لگا کہ نہ وہ لوگ ہیں جو پہلے تھے نہ ہمارے باغ اور مکان وہ ہیں جو پہلے تھے سب اجنبی نظر آنے لگے مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اس حال میں مر گیا تو حضور ﷺ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے' یا خدانخواستہ اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل و خوار پھرتا رہوں گا' اس کی وجہ سے میرے لیے ساری زمین بیگانہ و ویران نظر آنے لگی' اسی حال میں ہم پر پچاس راتیں گزر گئیں' اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی (مرارہ اور ہلال) تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے' اور رات دن روتے تھے' لیکن میں جوان آدمی تھا' باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں پھرتا تھا مگر نہ کوئی مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا جواب دیتا' رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ مبارک کو جواب سلام کے لیے حرکت ہوئی یا نہیں، پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپکی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آپؐ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپکی طرف دیکھتا ہوں تو رُخ پھیر لیتے ہیں۔

جب لوگوں کی یہ بے وفائی دراز ہوئی تو ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی قتادہؓ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے میں اُن کے باغ میں دیوار پھاند کر داخل ہوا اور ان کو سلام کیا، خدا کی قسم انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے پوچھا کہ اے قتادہؓ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، اس پر بھی قتادہ نے سکوت کیا، کوئی جواب نہیں دیا، جب میں نے بار بار یہ سوال دُہرایا تو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انھوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ جانتا ہے اور اس کا رسولؐ، میں رو پڑا اور اسی طرح دیوار پھاند کر باغ سے باہر آ گیا، اسی زمانہ میں ایک روز میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک ملک شام کا ایک نبطی شخص جو غلّہ فروخت کرنے کے لیے شام سے مدینہ میں آیا تھا اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا، وہ آدمی میرے پاس آ گیا اور مجھے شاہِ غسان کا ایک خط دیا جو ایک ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

> ''امابعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپکے نبیؐ نے آپ سے بیوفائی کی اور آپکو دور کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمھیں ذلت اور ہلاکت کی جگہ میں نہیں رکھا ہے، تم اگر ہمارے یہاں آنا پسند کرو تو آجاؤ ہم تمھاری مدد کریں گے''۔

Marfat.com

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ اور ایک میرا امتحان اور آزمائش آئی کہ اہلِ کفر کو مجھ سے اس کی طمع اور توقع ہو گئی (کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں) میں یہ خط لے کر آگے بڑھا ایک دُکان پر تنور لگا ہوا تھا اس میں جھونک دیا۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر چکی تھیں تو اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت میرے پاس آرہے ہیں' آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو' میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں' انھوں نے بتلایا کہ نہیں عملاً اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ' اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا' میں نے بیوی سے کہدیا کہ تم اپنے میکہ میں چلی جاؤ' اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرما دیں۔

ہلال بن اُمیہ کی اہلیہ خولہ بنت عاصم یہ حکم سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہلال بن اُمیہؓ ایک بوڑھے ضعیف آدمی ہیں اور کوئی ان کا خادم نہیں' ابن ابی شیبہؒ کی روایت یہ بھی ہے کہ وہ ضعیف البصر بھی ہیں کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں انکی خدمت کرتی رہوں' فرمایا کہ خدمت کرنیکی ممانعت نہیں البتہ وہ تمھارے پاس نہ جائیں' انھوں نے عرض کیا کہ وہ تو بڑھاپے کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہیں کہ انھیں کوئی حرکت ہی نہیں' اور واللہ اُن پر تو مسلسل گریہ طاری ہے رات دن روتے رہتے ہیں۔

کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں مجھے بھی میرے بعض متعلقین نے مشورہ دیا کہ تم بھی آنحضرت ﷺ سے بیوی کو ساتھ رکھنے کی اجازت لے لو جیسا کہ آپ نے ہلال کو اجازت دیدی ہے' میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا' معلوم نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں' اس کے علاوہ میں جوان آدمی ہوں (بیوی کو ساتھ

Marfat.com

رکھنا احتیاط کے خلاف ہے) چنانچہ اسی حال پر میں نے دس راتیں اور گزاریں، یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہو گئیں، مسند عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اس وقت ہماری توبہ رسول اللہ ﷺ پر ایک تہائی رات گزرنے کے وقت نازل ہوئی، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ جو اُس وقت حاضر تھیں انھوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو کعب بن مالکؓ کو اسی وقت اس کی خبر کر دی جائے، آپ نے فرمایا کہ ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کا ہجوم ہو جائیگا، رات کی نیند مشکل ہو جائیگی۔

کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ پچاسویں رات کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی تھی اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلانے والے آدمی کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالکؓ بشارت ہو۔

محمد بن عمرو کی روایت میں ہے کہ یہ بلند آواز سے کہنے والے ابو بکرؓ تھے جنھوں نے جبل سلع پر چڑھ کر یہ آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے کعبؓ کی توبہ قبول فرمالی بشارت ہو، اور عقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ یہ خوشخبری حضرت کعبؓ کو سنانے کے لیے دو آدمی دوڑے ان میں سے ایک آگے بڑھ گیا تو جو پیچھے رہ گیا تھا اس نے یہ کیا کہ سلع پہاڑ پر چڑھ کر آواز دیدی اور کہا جاتا ہے کہ یہ دوڑنے والے دو بزرگ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تھے۔

کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنکر میں سجدے میں گر گیا اور انتہائی فرحت سے رونے لگا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اب کشادگی آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ کو ہماری توبہ قبول ہونیکی خبر دی تھی، اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لیے دوڑ پڑے، بعض لوگ

Marfat.com

گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہونچ گئی۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لیے آرہے تھے 'کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں' آپ کے گرد صحابہ کرامؓ کا مجمع ہے' مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبولِ توبہ پر مبارک باد دی' طلحہؓ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا' جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا کہ اے کعبؓ بشارت ہو تمھیں ایسے مبارک دن کی جو تمھاری عمر میں پیدائش سے لیکر آج تک سب سے زیادہ بہتر دن ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ حکم آپکی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں' یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے' تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمھاری سچائی کو ظاہر فرمادیا۔

جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہؐ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں' آپ نے فرمایا نہیں کچھ مال اپنی ضرورت کے لیے رہنے دو یہ بہتر ہے' میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کر دوں' آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا' میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی' تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اس لیے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا' پھر فرمایا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سچ بولنے کا عہد کیا تھا الحمد للہ کہ آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری

Marfat.com

زبان پر نہیں آیا' اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے' کعبؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم: اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی' کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولا' جھوٹ سے پرہیز کیا' کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانیوالے ہلاک ہوئے' جن کے بارے میں قرآن میں یہ نازل ہوا: سَيَحلِفُونَ بِا للہ لَکُم اِذَا انقَلَبتُم اِلَیھِم سے لیکر فَاِنَّ اللہ لَا یَرضیٰ عَنِ القَومِ الفٰسِقِینَ۔ تک بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے مقاطعہ کا پچاس دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں پچاس دن ہی صرف ہوئے تھے۔ (یہ پوری روایت اور تفصیلی واقعہ تفسیر مظہری سے لیا گیا ہے)

حضرت یُونس علیہ السلام کا مفصل واقعہ

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ جس کا کچھ حصہ تو خود قرآن میں مذکور ہے اور کچھ روایاتِ حدیث و تاریخ سے ثابت ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت یُونس علیہ السلام کی قوم عراق میں موصل کے مشہور مقام نینوی میں بستی تھے' ان کی تعداد قرآن کریم میں ایک لاکھ سے زیادہ بتلائی ہے ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یُونس علیہ السلام کو بھیجا' انھوں نے ایمان لانے سے انکار کیا' حق تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آنے والا ہے'' حضرت یونسؑ نے قوم میں اس کا اعلان کر دیا' قومِ یونسؑ نے آپس میں مشورہ کیا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی یونس علیہ السلام کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اس لیے ان کی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں' مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ یونس علیہ السلام رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں

Marfat.com

ہو گا اور اگر وہ یہاں سے کہیں چلے گئے تو یقین کر لو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا' حضرت یونسؑ بارشاد خداوندی رات کو اس بستی سے نکل گئے' صبح ہوئی تو عذابِ الٰہی ایک سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سروں پر منڈلانے لگا اور فضاء آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں' یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہو جائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کر لیں مگر یونس علیہ السلام کو نہ پایا تو خود ہی اخلاصِ نیت کے ساتھ توبہ و استغفار میں لگ گئے' بستی سے ایک میدان میں نکل آئے' عورتیں بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیئے گئے' ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عجز و زاری کے ساتھ اس میدان میں توبہ کرنے اور عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ و بکا سے گونجنے لگا' اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور عذاب ان سے ہٹا دیا جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے' روایات میں ہے کہ یہ عاشورا یعنی دسویں محرم کا دن تھا۔

ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باہر اس انتظار میں تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہو گا' ان کے توبہ و استغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا' جب عذاب ٹل گیا تو ان کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا کیونکہ میں نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا' اس قوم میں قانون یہ تھا کہ جس شخص کا جھوٹ معلوم ہو اور وہ اپنے کلام پر کوئی شہادت نہ پیش کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا' یونس علیہ السلام کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔

انبیاء علیہم السلام ہر گناہ و معصیت سے معصوم ہوتے ہیں مگر انسانی فطرت و طبیعت سے جُدا نہیں ہوتے' اس وقت یونس علیہ السلام کو طبعی طور پر یہ ملال ہوا کہ میں نے بحکمِ الٰہی اعلان کیا تھا اور اب میں اعلان کی وجہ سے جُھوٹا قرار دیا جاؤں گا' اپنی جگہ

Marfat.com

واپس جاؤں تو کس منہ سے جاؤں اور قوم کے قانون کے مطابق گردن زدنی ہوں' اس رنج و غم اور پریشانی کے عالم میں اس شہر سے نکل جانے کا ارادہ کر کے چل دیئے یہاں تک کہ بحرِ روم کے کنارہ پر پہنچ گئے وہاں ایک کشتی دیکھی جس میں لوگ سوار ہو رہے تھے' یونس علیہ السلام کو ان لوگوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا' کشتی روانہ ہو کر جب وسطِ دریا میں پہنچ گئی تو دفعۃً ٹھہر گئی' نہ آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے چلتی ہے' کشتی والوں نے منادی کی کہ ہماری اس کشتی کی منجانب اللہ یہی شان ہے کہ جب اس میں کوئی ظالم گناہگار یا بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے تو یہ کشتی خود بخود رک جاتی ہے' اس آدمی کو ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ ایک آدمی کی وجہ سے سب پر مصیبت نہ آئے۔

حضرت یونس علیہ السلام بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام گناہگار میں ہوں' کیونکہ اپنے شہر سے غائب ہو کر کشتی میں سوار ہونا ایک طبعی خوف کی وجہ سے تھا باذنِ الٰہی نہ تھا' اس بغیر اذن کے اس طرف آنے کو حضرت یونس علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان نے ایک گناہ قرار دیا کہ پیغمبر کی کوئی نقل و حرکت بلا اذن کے نہ ہونی چاہیے تھی اس لیے فرمایا کہ مجھے دریا میں ڈال دو تو تم سب اس عذاب سے بچ جاؤ گے' کشتی والے اس پر تیار نہ ہوئے بلکہ انھوں نے قرعہ اندازی کی تاکہ قرعہ میں جس کا نام نکل آئے اس کو دریا میں ڈالا جائے' اتفاقاً قرعہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا' ان لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تو کئی مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر مرتبہ بحکم قضاء و قدر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام آتا رہا' قرآنِ کریم میں اس قرعہ اندازی اور اس میں یونس علیہ السلام کا نام نکلنے کا ذکر موجود ہے' فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ۔

یونس علیہ السلام کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ ان کے مخصوص پیغمبرانہ مقام کی وجہ سے تھا کہ اگرچہ انھوں نے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی تھی جس کو گناہ اور معصیت کہا جاتا ہے اور کسی پیغمبر سے اس کا امکان نہیں' کیونکہ وہ

Marfat.com

معصوم ہوتے ہیں لیکن پیغمبر کے مقامِ بلند کے مناسب نہ تھا کہ محض خوفِ طبعی سے کسی جگہ بغیر اذنِ خداوندی منتقل ہو جاویں' اس خلافِ شان عمل پر بطورِ عتاب یہ معاملہ کیا گیا۔

اس طرف قرعہ میں نام نکل کر دریا میں ڈالے جانے کا سامان ہو رہا تھا دوسری طرف ایک بہت بڑی مچھلی بحکمِ خداوندی کشتی کے قریب منہ پھیلائے ہوئے لگی ہوئی تھی کہ یہ دریا میں آئیں تو ان کو اپنے پیٹ میں جگہ دے' جس کو حق تعالیٰ نے پہلے سے حکم دے رکھا تھا کہ یونس علیہ السلام کا جسم جو تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو ان کا مسکن بنایا ہے' یونس علیہ السلام دریا میں گئے تو فوراً اس مچھلی نے منہ میں لے لیا' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ میں چالیس روز رہے یہ ان کو زمین کی تہ تک لے جاتی اور دُور دراز کی مسافتوں میں پھراتی رہی' بعض حضرات نے سات' بعض نے پانچ دن اور بعض نے ایک دن کے چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدّت بتلائی ہے (مظہری) حقیقتِ حال حق تعالیٰ کو معلوم ہے' اس حالت میں حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دُعاء کی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنتَ سُبحَانَكَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ' اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا اور بالکل صحیح وسالم یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا۔

مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ایک کدو (لوکی) کا درخت اگا دیا' جس کے پتوں کا سایہ بھی حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ایک راحت بن گئی' اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ وہ صبح وشام ان کے پاس آ کھڑی ہوتی اور وہ اس کا دودھ پی لیتے تھے۔

اس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو اس لغزش پر تنبیہ بھی ہو گئی اور بعد میں ان کی قوم کو بھی پوار حال معلوم ہو گیا۔

Marfat.com

ابو موسیٰ اور ابو مالک کا رزق سے متعلق ایک واقعہ

امام قرطبیؒ نے ابو موسیٰ اور ابو مالک وغیرہ قبیلہ اشعریینؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا' انھوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لیے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں' یہ شخص جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الاَرضِ اِلاَّ عَلَى اللهِ رِزقُهَا' اس شخص کو یہ آیت سُن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے' یہ خیال کر کے وہیں سے واپس ہو گیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کچھ حال نہیں بتلایا' واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ' تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے' اس کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے قاصد نے حسبِ قرارداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے' وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک (قصعہ) گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لا رہے ہیں قصعہ ایک بڑا برتن ہوتا ہے جیسے تشلہ یا سینی' لانے والوں نے یہ کھانا اشعریین کو دے دیا' انھوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں تاکہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرمادیں' اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد یہ سب حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا' آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔

تب انھوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا' اس نے یہ جواب دیا' جس سے ہم نے سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اُس ذاتِ قدوس نے بھیجا ہے جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رزق سے متعلق ایک واقعہ

بعض روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں کوہِ طور پر پہنچے اور وہاں آگ کے بجائے تجلیاتِ الٰہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت ورسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لیے مصر جانے کا حکم ملا تو خیال آیا کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں اس کا کون متکفل ہوگا' اس خیال کی اصلاح کے لیے حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی پتھر کی چٹان پر لکڑی ماریں' انھوں نے تعمیل حکم کی تو یہ چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر برآمد ہوا' حکم ہوا اس پر بھی لکڑی ماریں' ایسا کیا تو وہ پتھر پھٹا اور اندر سے تیسرا پتھر برآمد ہوا' اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا تو یہ شق ہوا اور اندر سے ایک جانور برآمد ہوا جس کے مُنہ میں ہَرا پتّہ تھا۔ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین تو موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بھی تھا مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہیں سے سیدھے مصر کو روانہ ہوگئے۔ زوجہ محترمہ کو یہ بتلانے بھی نہ گئے کہ مجھے مصر جانے کا حکم ہوا ہے۔ وہاں جارہا ہوں۔

Marfat.com

کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے

حضرت فاروقِ اعظمؓ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر حاضر ہوئے تو سارے گھر میں چند گنی چُنی چیزوں کے سوا کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو بھی دنیا کی وسعت عطا فرمادیں' کیونکہ ہم فارس و رُوم کو دیکھتے ہیں وہ دُنیا میں بڑی وسعت اور فراخی میں ہیں حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ سے کمر لگائے ہوئے تھے' حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ سن کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا' اے عُمر تم اب تک اسی خیال میں پڑے ہو' یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ انھیں دُنیا ہی میں دے دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو ان کے پاس اولاد کی بشارت دینے کے لیے بھیجا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی اور ان کو اولاد کی تمنا تھی مگر دونوں کا بڑھاپا تھا بظاہر کوئی امید نہ تھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ خوشخبری بھیجی اور وہ بھی اس شان کی کہ نرینہ اولاد ہو گی اور ان کا نام بھی اسحاق تجویز فرمادیا اور پھر یہ بھی بتلادیا کہ وہ زندہ رہیں گے اور وہ بھی صاحبِ اولاد ہوں گے' ان کے لڑکے کا نام یعقوب ہوگا اور دونوں اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہوں گے' یہ فرشتے چونکہ بشکل انسانی آئے تھے اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے ان کو عام مہمان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی' بھونا ہوا گوشت لاکر سامنے رکھا' مگر وہ تو حقیقۃً فرشتے تھے کھانے پینے سے پاک' اس لیے کھانا سامنے ہوتے باوجود اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا'

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کو یہ دیکھ کر اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ مہمان نہیں معلوم ہوتے ممکن ہے کسی فساد کی نیت سے آئے ہوں' فرشتوں نے ان کا یہ اندیشہ معلوم کر کے بات کھول دی اور بتلادیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں آپ گھبرائیں نہیں' ہم آپ کو اولاد کی بشارت دینے کے علاوہ ایک اور کام کے لیے بھی بھیجے گئے ہیں کہ قومِ لوطؑ پر عذاب نازل کریں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ پسِ پردہ یہ گفتگو سُن رہی تھیں' جب معلوم ہو گیا کہ یہ انسان نہیں فرشتے ہیں تو پردہ کی ضرورت نہ رہی' بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری سُن کر ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ کیا میں بڑھیا ہو کر اولاد جنوں گی' اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں' فرشتوں نے جواب دیا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو جس کی قدرت میں سب کچھ ہے' خصوصاً تم خاندانِ نبوت میں رہ کر اس کا مشاہدہ بھی کرتی رہتی ہو کہ اس خاندان پر اللہ تعالےٰ کی غیر معمولی رحمت و برکت نازل ہوتی رہتی ہے جو اکثر سلسلہ اسبابِ ظاہری سے بالاتر ہوتی ہے پھر تعجب کی کیا بات ہے۔

حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ

قرطبی نے بعض اسرائیلی روایات سے نقل کیا ہے کہ ایک روز کھانے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان کی تلاش شروع کی تو ایک اجنبی آدمی ملا جب وہ کھانے پر بیٹھا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ کہو' اس نے کہا کہ میں جانتا نہیں اللہ کون اور کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے اسکو دستر خوان سے اٹھادیا' جب وہ باہر چلا گیا تو جبریلِ امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ہم نے تو اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اُس کو رزق دیا اور آپ نے ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا" یہ سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے اور اس کو واپس بلایا' اس نے کہا کہ جب

Marfat.com

تک آپ اس کی وجہ نہ بتلائیں کہ پہلے کیوں مجھے نکالا تھا اور اب پھر کیوں بُلا رہے ہیں میں اس وقت تک آپ کے ساتھ نہ جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعہ بتلا دیا تو یہی واقعہ اس کے مسلمان ہونے کا سبب بن گیا' اس نے کہا کہ وہ رب جس نے یہ حکم بھیجا ہے بڑا کریم ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ گیا اور مومن ہو کر باقاعدہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

مہمان کے لقموں کو دیکھنا آدابِ ضیافت کے خلاف ہے

ہشام بن عبدالملک کے دستر خوان پر ایک روز ایک اعرابی کو یہ واقعہ پیش آیا کہ اعرابی کے لُقمہ میں بال تھا' امیر المؤمنین ہشام نے دیکھا تو بتلایا' اعرابی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ہم ایسے شخص کے پاس کھانا نہیں کھاتے جو ہمارے لقموں کو دیکھتا ہے۔

دھوکہ کی سزا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص کو اس جرم میں گرفتار کیا گیا کہ وہ دِرہم کو کاٹ رہا تھا' موصوف نے اُس کو کوڑوں کی سزا دی اور سر مونڈھوا کر شہر میں گشت کرایا۔ (تفسیر قرطبی)

استقامت کا درجہ کرامت سے اونچا ہے

ایک بزرگ عالم جیل میں تھے جمعہ کے روز اپنی قدرت کے مطابق

Marfat.com

غسل کرتے اور اپنے کپڑے دھو لیتے اور پھر جمعہ کے لیے تیار ہو کر جیل خانہ کے دروازے تک جاتے وہاں پہونچ کر عرض کرتے کہ یااللہ میری قدرت میں اتنا ہی تھا آگے آپ کے اختیار میں ہے' اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ ان کی کرامت سے جیل کا دروزاہ کھل جاتا' اور یہ نماز جمعہ ادا کر لیتے' لیکن اس نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو وہ مقام عالی عطا فرمایا' جس پر ہزاروں کرامتیں قربان ہیں' کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے جیل کا دروازہ نہ کھلا' مگر اس کے باوجود انھوں نے اپنے کام میں ہمت نہ ہاری' ہر جمعہ کو مسلسل یہی عمل جاری رکھا' یہی وہ استقامت ہے' جس کو اکابر صوفیاء نے کرامت سے بالاتر فرمایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا کا نکاح

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں زلیخا کے شوہر قطفیر کا انتقال ہو گیا تو شاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی شادی کر دی' اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے جو تم چاہتی تھیں' زلیخا نے اعتراف قصور کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی عزت و شان کے ساتھ ان کی مراد پوری فرمائی اور عیش و نشاط کے ساتھ زندگی گذری' تاریخی روایات کے مطابق دو لڑکے بھی پیدا ہوئے' جن کا نام افرائیم اور منشاء تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شادی کے بعد یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے زیادہ پیدا کر دی۔ جتنی زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے تھی' یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے شکایت کی کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے اب اتنی محبت نہیں رکھتیں جتنی پہلے تھی' زلیخا نے عرض کیا کہ

Marfat.com

آپ کے وسیلہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گئی' اس کے سامنے سب تعلقات اور خیالات مضمحل ہو گئے' یہ واقعہ بعض دوسری تفصیلات کے ساتھ تفسیر قرطبی اور مظہری میں بیان ہوا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا عوام الناس سے احسان ہمدردی

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانہ حکومت میں عوام کی راحت رسانی کے وہ کام کیے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے' جب تعبیر خواب کے مطابق سات سال خوش حالی کے گذر گئے اور قحط شروع ہوا تو یوسف علیہ السلام نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا' لوگوں نے کہا کہ ملک مصر کے سارے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ بھوکے رہتے ہیں' تو فرمایا کہ میں یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ عام لوگوں کی بھوک کا احساس میرے دل سے غائب نہ ہو' اور شاہی باورچیوں کو بھی حکم دیدیا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کو کھانا پکا کرے' تاکہ شاہی محل کے سب افراد بھی عوام کی بھوک میں کچھ حصہ لے سکیں۔

نظر بد کا اثر حق ہے

صحابہ کرامؓ میں سحل بن حنیفؓ کا واقعہ معروف ہے' کہ انھوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لیے کپڑے اتارے تو ان کے سفید رنگ تندرست بدن پر عامر بن ربیعہؓ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا' یہ کہنا تھا کہ فوراً سہل بن حنیفؓ کو سخت بخار چڑھ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے یہ علاج تجویز کیا کہ عامر بن ربیعہؓ کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں' یہ پانی سہل بن حنیفؓ کے

Marfat.com

بدن پر ڈالا جائے' ایسا ہی کیا گیا' تو فوراً بخار اتر گیا' اور وہ بالکل تندرست ہو کر جس مہم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اس پر روانہ ہو گئے' اس واقعہ میں آپ نے عامر بن ربیعہؓ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی۔

علام یقتل احد کم اخاہ الا برکت ان العین حق

"کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے' تم نے ایسا کیوں نہ
کیا جب ان کا بدن تمھیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے'
نظر کا اثر ہو جانا حق ہے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام اور اس کی حقیقت

ابن کثیرؒ نے بحوالہ محمد بن اسحاق مجاہدؒ امام تفسیر سے نقل کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بنیامین پیدا ہوئے تو یہ ولادت ہی والدہ کی موت کا سبب بن گئی' یوسفؑ اور بنیامین دونوں بھائی بغیر ماں کے رہ گئے' تو ان کی تربیت و حضانت ان کی پھوپھی کی گود میں ہوئی' اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بچپن سے ہی کچھ ایسی شان عطاء فرمائی تھی کہ جو دیکھتا ان سے بے حد محبت کرنے لگتا تھا' پھوپھی کا بھی یہی حال تھا کہ کسی وقت ان کو نظروں سے غائب کرنے پر قادر نہ تھیں' دوسری طرف والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا' مگر بہت چھوٹا ہونے کی بناء پر ضرورت اس کی تھی کہ کسی عورت کی نگرانی میں رکھا جائے' اس لیے پھوپھی کے حوالے کر دیا تھا' اب جبکہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو یعقوب علیہ السلام کا ارادہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھیں' پھوپھی سے کہا تو انھوں نے عذر کیا' پھر زیادہ اصرار پر مجبور ہو کر یوسف علیہ السلام کو ان کے والد کے حوالے تو کر دیا۔ مگر ایک تدبیر ان کو واپس لینے کی یہ کر دی کہ پھوپھی کے پاس

Marfat.com

ایک پٹکا تھا' جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرف سے ان کو پہنچا تھا اور اس کی بڑی قدر و قیمت سمجھی جاتی تھی، یہ پٹکا پھوپھی نے یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے کمر پر باندھ دیا۔

یوسف علیہ السلام کے جانے کے بعد یہ شہرت دی کہ میرا پٹکا چوری ہو گیا' پھر تلاشی لی گئی' تو وہ یوسفؑ کے پاس نکلا' شریعت یعقوب علیہ السلام کے حکم کے مطابق اب پھوپھی کو یہ حق ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنا مملوک بنا کر رکھیں' یعقوب علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ شرعی حکم کے اعتبار سے پھوپھی یوسفؑ کی مالک بن گئی' تو ان کے حوالے کر دیا' اور جب تک پھوپھی زندہ رہیں یوسف علیہ السلام انھی کی تربیت میں رہے۔

موقع تہمت سے بھی بچنا چاہیے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اس کی تاکید فرمائی ہے' جبکہ آپؐ حضرت صفیہؓ ام المومنین کے ساتھ مسجد سے ایک کوچہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو اس کوچہ کے سرے پر دو شخص نظر پڑے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دور ہی سے فرمادیا کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حیؓ ہیں ان دو حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے بارے میں کسی کو بدگمانی ہو سکتی ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں شیطان انسان کی رگ رگ میں سرایت کرتا ہے' ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں شبہ ڈال دے۔ (بخاری مسلم)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک واقعہ

امام قرطبی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے شدید ابتلاء وامتحان کی

Marfat.com

ایک وجہ یہ بیان کی ہے جو بعض روایات میں آئی ہے کہ ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور یوسف علیہ السلام ان کے سامنے سو رہے تھے' اچانک یوسف علیہ السلام سے کچھ خراٹے کی آواز نکلی' تو ان کی توجہ یوسف علیہ السلام کی طرف چلی گئی' پھر دوسری اور تیسری مرتبہ ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا دیکھو یہ میرا دوست اور مقبول بندہ مجھ سے خطاب اور عرض و معروض کرنے کے درمیان میرے غیر کی طرف توجہ کرتا ہے' قسم ہے میری عزت و جلال کی میں ان کی یہ دونوں آنکھیں نکال لوں گا جن سے میرے غیر کی طرف توجہ کی ہے' اور جس کی طرف توجہ کی ہے اس کو ان سے مدت دراز کے لیے جدا کر دوں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ایک واقعہ

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کا واقعہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر جو طوفان نوح میں بے نشان ہو گئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اس کی دوبارہ تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو اس کے لیے منتخب فرما کر ان کو ملک شام سے ہجرت کر کے حضرت ہاجرہؓ اور صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اس بے آب و گیاہ مقام کو مسکن بنانے کے لیے مامور فرمایا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام اس وقت شیر خوار بچے تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب حکم ان کو اور ان کی والدہ ہاجرہؓ کو موجودہ بیت اللہ اور چاہِ زمزم کے قریب ٹھہرا دیا' اس وقت یہ جگہ پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک چٹیل میدان تھا، دور دور تک نہ پانی نہ آبادی' ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے ایک توشہ دان میں کچھ کھانا اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک شام کی طرف واپس

Marfat.com

ہونے کا حکم ملا، جس جگہ حکم ملا تھا وہیں سے تعمیل حکم کے لیے روانہ ہو گئے، بیوی اور شیر خوار بچہ کو اس لق و دق جنگل میں چھوڑنے کا جو طبعی اور فطری اثر تھا اس کا اظہار تو اس دعاء سے ہو گا جو بعد میں کی گئی مگر حکم ربانی کی تعمیل میں اتنی دیر بھی گوارا نہیں فرمائی کہ حضرت ہاجرہ کو خبر دیدیں اور کچھ تسلی کے الفاظ کہدیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضرت ہاجرہ نے ان کو جاتے ہوئے دیکھا تو بار بار آوازیں دیں کہ اس جنگل میں آپ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے نہ زندگی کا سامان، مگر خلیل اللہ نے مڑ کر نہیں دیکھا، تب حضرت ہاجرہ کو خیال آیا کہ اللہ کا خلیل ایسی بے وفائی نہیں کر سکتا، شاید اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے، تو آواز دے کر پوچھا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا ہے، تب حضرت ابراہیم نے مڑ کر جواب دیا کہ ہاں، حضرت ہاجرہؓ نے یہ سن کر فرمایا اذاً لا یضیعنا "یعنی اب کوئی پرواہ نہیں، جس مالک نے آپ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا ہے، وہ ہمیں بھی ضائع نہ کرے گا"۔

مامون کے دربار کا ایک واقعہ

امام قرطبیؒ نے سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث و مباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی، ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آ گیا، جو صورت، شکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا، پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح و بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب مجلس ختم ہو گئی تو مامونؔ نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا، مامون نے امتحان لینے کے لیے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو

Marfat.com

جاؤ تو ہم تمھارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا' بات ختم ہو گئی' یہ شخص چلا گیا' پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا' اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو سال گذشتہ آئے تھے؟ جواب دیا ہاں وہی ہوں' مامون نے پوچھا کہ اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا' پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا۔

اس نے کہا میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا' میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں' کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں، میں نے امتحان کرنے کے لیے تورات کے تین نسخے کتابت کیے' جن میں بہت جگہ پر اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہونچا' یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا' پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لیے' پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا' اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کیے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی' ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لیے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں' جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا۔

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے' اس لیے مسلمان ہو گیا' قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی' وہاں سفیان بن عیینہ سے

Marfat.com

ملاقات ہوئی' تو یہ قصہ ان کو سنایا انھوں نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیے' کیونکہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔

یحییٰ ابن اکثم نے پوچھا قرآن کی کون سی آیت میں؟ تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات اور انجیل کا ذکر کیا ہے' اس میں تو فرمایا بما استحفظوا من کتب اللہ یعنی یہود و نصاریٰ کو کتاب اللہ تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے' یہی وجہ ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ و محرف ہو کر ضائع ہو گئیں' بخلاف قرآن کریم کے اس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا انا له لحفظون یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

شہد میں شفا ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی نے اپنے بھائی کی بیماری کا حال بیان کیا تو آپؐ نے اسے شہد پلانے کا مشورہ دیا' دوسرے دن پھر آکر اس نے بتلایا کہ بیماری بدستور ہے' آپ نے پھر وہی مشورہ دیا' تیسرے دن جب اس نے پھر کہا کہ اب بھی کوئی فرق نہیں تو آپ نے فرمایا: صدق اللّٰه و كذب بطن اخيك "یعنی اللہ کا قول بلاریب سچا ہے' تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے"۔ مراد یہ ہے کہ دوا کا قصور نہیں' مریض کے مزاج خاص کی وجہ سے جلدی اثر ظاہر نہیں ہوا' اس کے بعد پھر پلایا تو بیمار تندرست ہو گیا۔

حضرت اکثم بن صیفیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ

امام ابن کثیر نے حافظ حدیث ابو یعلی کی کتاب معرفۃ الصحابہؓ میں سند

Marfat.com

کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ اکثم بن صیفی اپنی قوم کے سردار تھے' جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے دعوائے نبوت اور اشاعت اسلام کی خبر ملی تو ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں' مگر قوم کے لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سب کے بڑے ہیں' آپ کا خود جانا مناسب نہیں' اکثمؓ نے کہا کہ اچھا تو قبیلہ کے دو آدمی منتخب کرو جو وہاں جائیں' اور حالات کا جائزہ لے کر مجھ کو بتلائیں' یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اکثم بن صیفی کی طرف سے دو باتیں دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں اور اکثم کے دو سوال یہ ہیں؟

من انت و ما انت

"آپ کون ہیں اور کیا ہیں"

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' اس کے بعد آپ نے سورہ نحل کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان الآیہ ان دونوں قاصدوں نے درخواست کی کہ یہ جملے ہمیں پھر سنایئے' آپؐ اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ ان قاصدوں کو آیت یاد ہو گئی۔

قاصد واپس اکثم بن صیفی کے پاس آئے اور بتلایا کہ ہم نے پہلے سوال میں یہ چاہا تھا کہ آپ کا نسب معلوم کریں' مگر آپؐ نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی' صرف باپ کا نام بیان کر دینے پر اکتفاء کیا' مگر جب ہم نے دوسروں سے آپؐ کے نسب کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ بڑے عالی نسب شریف ہیں' اور پھر بتلایا کہ حضرت محمد ﷺ نے ہمیں کچھ کلمات بھی سنائے تھے وہ ہم بیان کرتے ہیں۔

ان قاصدوں نے آیت مذکورہ اکثم بن صیفی کو سنائی' آیت سنتے ہی اکثمؓ نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں اور برے

Marfat.com

اور رذیل اخلاق سے روکتے ہیں' تم سب ان کے دین میں جلد داخل ہو جاؤ تاکہ تم دوسرے لوگوں سے مقدم اور آگے رہو' پیچھے تابع بن کر نہ رہو (ابن کثیر)

مختصر واقعہ معراج بروایت ابن کثیر

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر اور احادیث متعلقہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اسراء بیداری میں پیش آیا خواب میں نہیں۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک یہ سفر براق پر ہوا۔ جب دروازہ بیت المقدس پر پہنچے تو براق کو دروازہ کے قریب باندھ دیا اور آپ مسجد بیت المقدس میں داخل ہوئے اور اس کے قبلہ کی طرف تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد ایک زینہ لایا گیا جس میں نیچے سے اوپر جانے کے درجے بنے ہوئے تھے اس زینہ کے ذریعہ آپ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے اس کے بعد باقی آسمانوں پر تشریف لے گئے (اس زینہ کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ کیا اور کیسا تھا آجکل بھی زینہ کی بہت سی قسمیں دنیا میں رائج ہیں ایسے زینے بھی جو خود حرکت میں لفٹ کی صورت کے زینے بھی ہیں اس معجزانہ زینہ کے متعلق کسی شک و شبہ میں پڑنے کا کوئی مقام نہیں) ہر آسمان میں وہاں کے فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا اور ہر آسمان میں ان انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی جن کا مقام کسی معین آسمان میں ہے مثلاً چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں میں حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے مقامات سے بھی آگے تشریف لے گئے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں قلم تقدیر کے لکھنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور آپ نے سدرۃ المنتہی کو دیکھا جس پر اللہ جل شانہ کے حکم سے سونے کے پروانے اور مختلف رنگ کے پروانے گر رہے تھے اور جس کو اللہ کے

Marfat.com

فرشتوں نے گھیرا ہوا تھا' اسی جگہ حضرت جبرائیل امین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلی شکل میں دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے اور وہیں پر ایک رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے افق کو گھیرا ہوا تھا۔ رفرف مسند سبز' ہرے رنگ کی پالکی اور آپ نے بیت المعمور کو بھی دیکھا جس کے پاس بانی کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے' اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ داخل ہونے کی قیامت تک نہیں آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کا بچشم خود معائنہ فرمایا۔ اس وقت آپ کی امت پر اول پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا حکم ملا پھر تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں، اس سے تمام عبادات کے اندر نماز کی خاص اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ واپس بیت المقدس میں اترے اور جن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختلف آسمانوں میں ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ اترے (گویا) آپ کو رخصت کرنے کے لیے بیت المقدس تک ساتھ آئے اس وقت آپ نے نماز کا وقت ہو جانے پر سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نماز اسی دن صبح کی نماز ہو۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ امامتِ انبیاء کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک آسمان پر جانے سے پہلے پیش آیا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا کیونکہ آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ سب انبیاء سے جبرئیل امین نے آپ کا تعارف کرایا۔ اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصل مقصد ملاء اعلیٰ میں جانے کا تھا پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے پھر جب اس اصل کام سے فراغت ہوئی تو تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ مشائیت (رخصت) کے لیے بیت المقدس تک آئے اور آپ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے

Marfat.com

سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔

اس کے بعد آپ بیت المقدس سے رخصت ہوئے اور براق پر سوار ہو کر اندھیرے وقت میں مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

واقعہ معراج کے متعلق ایک غیر مسلم کی شہادت

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حافظ ابو نعیم اصبہانی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں محمد بن عمر واقدی کی سند سے بروایت محمد بن کعب قرظی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم قیصر کے پاس اپنا نامہ مبارک دے کر حضرت دحیہ ابن خلیفہؓ کو بھیجا اس کے بعد حضرت دحیہؓ کے خط پہونچانے اور شاہ روم تک پہونچنے اور اس کے صاحب عقل و فراست ہونے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا۔ (جو صحیح بخاری اور حدیث کی سب معتبر کتب میں موجود ہے جس کے آخر میں ہے کہ شاہ روم ہرقل نے نامہ مبارک پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق کرنے کے لیے عرب کے ان لوگوں کو جمع کیا جو اس وقت ان کے ملک میں بغرض تجارت آئے ہوئے تھے شاہی حکم کے مطابق ابوسفیان ابن حرب اور ان کے رفقاء جو اس وقت مشہور تجارتی قافلہ لے کر شام میں آئے ہوئے تھے وہ حاضر کیے گئے شاہ ہرقل نے ان سے وہ سوالات کیے جن کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔ ابوسفیان کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کریں جن سے آپ کی حقارت اور بے حیثیت ہونا ظاہر ہو مگر ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے اپنے اس ارادہ سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں تھی کہ مبادا میری زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس کا جھوٹ ہونا کھل جائے اور میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں اور میرے ساتھی بھی ہمیشہ مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ دیا

Marfat.com

کریں۔ البتہ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اس کے سامنے واقعہ معراج بیان کروں جس کا جھوٹ ہونا بادشاہ خود سمجھ لے گا۔ تو میں نے کہا کہ میں ان کا ایک معاملہ آپ سے بیان کرتا ہوں جس کے متعلق آپ خود معلوم کر لینگے کہ وہ جھوٹ ہے۔ ہر قل نے پوچھا وہ کیا واقعہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ مدعی نبوت یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات میں مکہ مکرمہ سے نکلے اور آپ کی اس مسجد بیت المقدس میں پہنچے اور پھر اسی رات میں صبح سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس پہنچ گئے۔

ایلیاء (بیت المقدس) کا سب سے بڑا عالم' اس وقت شاہ روم ہر قل کے سرہانے پر قریب کھڑا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ میں اس رات سے واقف ہوں' شاہ روم اس کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے اور کیونکر ہوا اس نے عرض کیا کہ میری عادت تھی کہ میں رات کو اس وقت تک سوتا نہیں تھا۔ جب تک بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کر دوں۔ اس رات میں نے حسب عادت تمام دروازے بند کر دیئے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا تو میں نے اپنے عملہ کے لوگوں کو بلایا انھوں نے مل کر کوشش کی مگر وہ ان سے بھی بند نہ ہو سکا دروازے کے کواڑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہم کسی پہاڑ کو ہلا رہے ہیں میں نے عاجز ہو کر کاریگروں اور نجاروں کو بلوایا۔ انھوں نے دیکھ کر کہا کہ ان کواڑوں کے اوپر دروازہ کی عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے اب صبح سے پہلے اس کے بند ہونے کی کوئی تدبیر نہیں صبح کو ہم دیکھیں گے کہ کس طرح کیا جاوے۔ میں مجبور ہو کر لوٹ آیا اور دونوں کواڑ اس دروازے کے کھلے رہے۔ صبح ہوتے ہی میں پھر اس دروازہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دروازۂ مسجد کے پاس ایک پتھر کی چٹان میں روزن (سوراخ) کیا ہوا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی جانور باندھ دیا گیا ہے۔ اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے شاید اس لیے بند ہونے سے روکا

Marfat.com

ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے اس کے بعد اور تفصیلات بیان کی ہیں۔ (ابن کثیر ص ۲۴ ج ۳)

بنی اسرائیل کے چند واقعات

پہلا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام بانی مسجد اقصیٰ کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد پیش آیا کہ بیت المقدس کے حاکم نے بے دینی اور بد عملی اختیار کر لی تو مصر کا ایک بادشاہ اس پر چڑھ آیا اور بیت المقدس کا سامان سونے چاندی کا لوٹ کر لے گیا مگر شہر اور مسجد کو منہدم نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ

اس سے تقریباً چار سو سال بعد کا ہے کہ بیت المقدس میں بسنے والے بعض یہودیوں نے بت پرستی شروع کر دی اور باقیوں میں نا اتفاقی اور باہمی جھگڑے ہونے لگے اس کی نحوست سے پھر مصر کے کسی بادشاہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور کسی قدر شہر اور مسجد کی عمارت کو بھی نقصان پہنچایا۔ پھر ان کی حالت کچھ سنبھل گئی۔

تیسرا واقعہ

اس کے چند سال بعد جب بخت نصر شاہ بابل نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی اور شہر کو فتح کر کے بہت سامان لوٹ لیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور پہلے بادشاہ کے خاندان کے ایک فرد کو اپنے قائم مقام کی حیثیت سے اس شہر کا حاکم بنا دیا۔

چوتھا واقعہ

اس نئے بادشاہ نے جو بت پرست اور بد عمل تھا بخت نصر سے بغاوت کی

Marfat.com

تو بخت نصر دوبارہ چڑھ آیا اور کشت و خون اور قتل و غارت کی کوئی حد نہ رہی شہر میں آگ لگا کر میدان کر دیا یہ حادثہ تعمیر مسجد سے تقریباً چار سو پندرہ سال کے بعد پیش آیا اس کے بعد یہود یہاں سے جلاوطن ہو کر بابل چلے گئے جہاں نہایت ذلت و خواری سے رہتے ہوئے ستر سال گزر گئے اس کے بعد شاہ ایران نے شاہ بابل پر چڑھائی کر کے بابل فتح کر لیا۔ پھر شاہ ایران کو ان جلاوطن یہودیوں پر رحم آیا اور ان کو واپس ملک شام میں پہنچا دیا اور ان کا لوٹا ہوا سامان بھی واپس کر دیا۔ اب یہود اپنے اعمال اور معاصی سے تائب ہو چکے تھے۔ یہاں نئے سرے سے آباد ہوئے تو شاہ ایران کے تعاون سے پھر مسجد اقصیٰ کو سابق نمونہ کے مطابق بنا دیا۔

پانچواں واقعہ .

یہ پیش آیا کہ جب یہود کو یہاں اطمینان اور آسودگی دوبارہ حاصل ہو گئی تو اپنے ماضی کو بھول گئے اور پھر بدکاری اور بداعمالی میں منہمک ہو گئے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ایک سو ستر سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ جس بادشاہ نے انطاکیہ آباد کیا تھا اس نے چڑھائی کر دی اور چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا چالیس ہزار کو قیدی اور غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا اور مسجد کی بھی بہت بے حرمتی کی مگر عمارت مسجد کی بچ گئی مگر پھر اس بادشاہ کے جانشینوں نے شہر اور مسجد کو بالکل میدان کر دیا اس کے کچھ عرصہ کے بعد بیت المقدس پر سلاطینِ روم کی حکومت ہو گئی انھوں نے مسجد کو پھر درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

چھٹا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفعِ جسمانی کے چالیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے اپنے حکمران سلاطینِ روم سے بغاوت اختیار کر لی رومیوں نے پھر شہر اور مسجد کو تباہ کر کے وہی حالت بنا دی جو پہلے تھی اس وقت کے

Marfat.com

بادشاہ کا نام طیطس تھا جو نہ یہودی تھا نہ نصرانی کیونکہ اس کے بہت روز کے بعد قسطنین اول عیسائی ہوا ہے اور اس کے بعد سے حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ تک یہ مسجد ویران پڑی رہی۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کی تعمیر کرائی۔ یہ چھ واقعات تفسیر بیان القرآن میں بحوالہ تفسیر حقانی لکھے گئے ہیں۔

ایک واقعہ عجیبہ

قرطبی نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ اسی وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا جب یہ شخص اپنے والد کو لیکر پہونچا تو آپؐ نے والد سے کہا کہ کیا بات ہے آپکا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایہ (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلو ہو گئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں) اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمھارے کانوں نے بھی نہیں سنا' اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہو گئی جو ایک معجزہ ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا آپؐ

Marfat.com

نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ اس وقت اس نے یہ اشعار ذیل سنائے

غذ و تك مو لودا و منتك يا فعا تعل بما اجنى عليك و تنهل

میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمھاری ذمہ داری اٹھائی تمھارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا

اذا ليلة ضافتك بالسقم لم ابت لسقمك الا ساهرا اتململ

جب کسی رات میں تمھیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات تمھاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری

كأني انا ا لمطروق دونك بالذی طرقت به دوني فعيني تهمل

گویا کہ تمھاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمھیں نہیں جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا

تخاف الردى نفسي عليك و انها لتعلم ان الموت وقت موجل

میرا دل تمھاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہوسکتی

فلما بلغت السن والغاية التي اليها مدى ماكنت فيك اومل

پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا

جعلت جزائي غلظة و فظاظة كانك انت المنعم المتفضل

تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنادیا گویا کہ تمھی مجھ پر احسان وانعام کررہے ہو

فليتك اذلم ترع حق ابوتي فعلت كما الجار المصاقب يفعل

کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے

فاوليتني حق الجوار ولم تكن علي بمال دون مالك تبخل

تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے

Marfat.com

کام نہ لیا ہوتا

رسول علیہ ﷺ نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا: انت و مالك لا بیك یعنی جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب باپ کا ہے۔ (تفسیر قرطبی ص۲۴۶ج۱۰)

یاد رکھنے کے قابل ایک حکایت

بعض ائمہ مجتہدین کے سامنے کسی شخص نے حجاج بن یوسف پر کوئی الزام لگایا حجاج بن یوسف اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا ظالم اور انتہائی بدنام شخص ہے جس نے ہزاروں صحابہ و تابعین کو ناحق قتل کیا ہے اس لیے عام طور پر اس کو برا کہنے کی برائی لوگوں کے ذہن میں نہیں رہتی جس بزرگ کے سامنے یہ الزام حجاج بن یوسف پر لگایا گیا انھوں نے الزام لگانے والے سے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف ظالم سے ہزاروں مقتولین بے گناہ کا انتقام لے گا تو یاد رکھو کہ جو شخص حجاج پر کوئی ظلم کرتا ہے اس کو بھی انتقام سے نہیں چھوڑا جائے گا حجاج کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی لیں گے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کوئی جنبہ داری نہیں ہے کہ برے اور گناہگار بندوں پر دوسروں کو آزاد چھوڑ دیں اور وہ جو چاہیں الزام واتہام لگادیا کریں۔

دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک عمل اور اس کے متعلق چند واقعات

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آیتیں پڑھ لیتے تھے اس کے اثر سے کفار آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے وہ تین آیتیں یہ ہیں۔ ایک آیت سورہ کہف میں ہے یعنی

انا جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه و فی اذا نهم و قرًا O

دوسری آیت سورہ نحل میں ہے اولئك الذین طبع اللّٰه علیٰ

Marfat.com

قلوبھم و سمعھم و ابصارھم O اور تیسری آیت سورہ جاثیہ میں ہے افرء یت من اتخذ الھہ ھوہ واضلہ اللّٰہ علیٰ علم و ختم علیٰ سمعہ و قلبہ وجعل علی بصرہ غشوۃO

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا اس کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک وہاں مقیم رہا پھر رومی کفار نے اس کو ستایا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس شخص کو وہ روایت یاد آگئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

امام ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے رئے کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی۔ اتفاق سے دیلم کے کفار نے اس کو گرفتار کر لیا کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا پھر ایک روز موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس شخص نے بھی یہ تین آیتیں پڑھ لیں اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے حالانکہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور ان کے کپڑے ان کے کپڑے سے چھو جاتے تھے۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ ان تینوں کے ساتھ وہ آیات سورہ یٰسین کی بھی ملالی جائیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا آپ نے یہ آیات پڑھیں اور ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے بلکہ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے انمیں سے کسی کو خبر نہیں ہوئی وہ آیات سورہ یٰسین کی یہ ہیں۔

یٰسین والقران الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط

Marfat.com

مستقیم تنزیل العزیز الرحیم لتنذر قوما مآ انذر اباۤؤھم
فھم غفلون o لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا
یومنونo انا جعلنا فی اعناقھم اغللا فھی الی الاذقان
فھم مقمحونo وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من
خلفھم سدا فا غشینھم فھم لا یبصرونo

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے قریب قلعہ منثور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا دشمن نے دو گھوڑ سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورہ یٰسین کی یہ آیتیں پڑھ رہا تھا یہ دونوں سوار میرے برابر سے گذرے پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے کہ یہ شخص کوئی شیطان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔

(قرطبی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات

یہ حدیث ابوداؤد نسائی، ترمذی، ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت صفوان بن عسالؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو۔ ساتھی نے کہا کہ نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہو گئی کہ ہم بھی انکو نبی کہتے ہیں ان کی چار آنکھیں ہو جاویں گی یعنی انکو فخر و مسرت کا موقع مل جاوے گا۔ پھر یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو نو آیات بینات دی گئی تھیں وہ کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا

Marfat.com

نہ کرو(۴) جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔(۵) کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگا کر قتل و سزا کے لیے پیش نہ کرو۔(۶) جادو نہ کرو(۷) سود نہ کھاؤ (۸) پاک دامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ باندھو(۹) میدان جہاد سے جان بچا کر نہ بھاگو۔ اور اے یہود خاص کر تمھارے لیے یہ بھی حکم ہے کہ یوم سبت (سنیچر) کے جو خاص احکام تمھیں دیئے گئے ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمھیں میرا اتباع کرنے سے کیا چیز روکتی ہے کہنے لگے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی ذریت میں ہمیشہ نبی ہوتے رہیں اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم آپ کا اتباع کرنے لگیں تو یہود ہمیں قتل کر دینگے۔

بیماری اور تنگدستی دور کرنے کا ایک نسخہ اکسیر

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا آپ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھا آپؐ نے پوچھا کہ تمھارا یہ حال کیسے ہو گیا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے یہ حال کر دیا آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں چند کلمات بتلاتا ہوں وہ پڑھو گے تو تمھاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی وہ کلمات یہ تھے۔

توکلت علی الحی الذی لایموت الحمد لله

الذی لم یتخذ ولدا (الایة)

Marfat.com

اس کے کچھ عرصہ کے بعد پھر آپؐ اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے ان کو پڑھتا ہوں۔ (ابو یعلیٰ و ابن سنی از مظہری)

اصحاب کہف کے متعلق ایک عجیب واقعہ

ابن ابی شیبہ' ابن المنذر ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ رومیوں کے مقابلے میں ایک جہاد کیا جس کو غزوہ المضیق کہتے ہیں' اس موقع پر ہمارا گذر اس غار پر ہوا جس میں اصحاب کہف ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے حضرت معاویہؓ نے ارادہ کیا کہ غار کے اندر جائیں اور اصحاب کہف کی لاشوں کا مشاہدہ کریں' مگر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مشاہدہ کرنے سے اس ہستی کو بھی منع کر دیا ہے جو آپ سے بہتر تھی' یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

لوا طلعت علیهم لولیت منهم فرارا اولملئت منهم رعبا

(یعنی اگر آپ ان کو دیکھیں تو آپؐ ان سے بھاگیں اور رعب و ہیبت سے مغلوب ہو جائیں گے) مگر حضرت معاویہؓ نے ابن عباسؓ کی اس بات کو شاید اس لیے قبول نہیں کیا کہ قرآن کریم نے ان کی جو حالت بیان کی ہے یہ وہ ہے جو ان کی زندگی کے وقت تھی یہ کیا ضروری ہے کہ اب بھی وہی حالت ہو' اس لیے کچھ آدمیوں کو دیکھنے کے لیے بھیجا' وہ غار پر پہونچے، مگر جب غار میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت ہوا بھیج دی جس نے ان سب کو غار سے نکال دیا۔

(روح المعانی ص ۲۲۷ ج ۱۵)

Marfat.com

اصحاب کہف کا مختصر واقعہ

اس قصہ کو پوری تفصیل اور استیعاب کے ساتھ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں مختلف روایات سے نقل فرمایا ہے، مگر یہاں صرف وہ مختصر واقعہ لکھا جاتا ہے جس کو ابن کثیر نے سلف و خلف کے بہت سے مفسرین کے حوالہ سے پیش کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ :

> "اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تھے، قوم بت پرست تھی، ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لیے شہر سے باہر نکلی، جہاں ان کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا، وہاں جاکر یہ لوگ اپنے بتوں کی پوجاپاٹ کرتے اور ان کے لیے جانوروں کی قربانی دیتے تھے، ان کا بادشاہ ایک جبار ظالم دقیانوس نامی تھا، جو قوم کو اس بت پرستی پر مجبور کرتا تھا، اس سال جبکہ پوری قوم اس میلے میں جمع ہوئی، تو یہ اصحاب کہف نوجوان بھی پہونچے، اور وہاں اپنی قوم کی یہ حرکتیں دیکھیں کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے، اور ان کی عبادت کرتے اور ان کے لیے قربانی کرتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عقلِ سلیم عطا فرمادی کہ قوم کی اس احمقانہ حرکت سے ان کو نفرت ہوئی، اور عقل سے کام لیا تو ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ عبادت تو صرف اس ذات کی ہونی چاہیے جس نے زمین و آسمان اور ساری مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، یہ خیال بیک وقت ان چند نوجوانوں کے دل میں آیا، اور ان میں

Marfat.com

سے ہر ایک نے قوم کی اس احمقانہ عبادت سے چھٹنے کے لیے اس جگہ سے ہلنا شروع کیا' ان میں سب سے پہلے ایک نوجوان مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا' اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا اس کی طرح پھر تیسرا اور چوتھا آدمی آتا گیا' اور درخت کے نیچے بیٹھتا رہا' مگر ان میں کوئی دوسرے کو نہ پہچانتا تھا اور نہ یہ کہ یہاں کیوں آیا ہے' مگر ان کو در حقیقت اس قدرت نے یہاں جمع کیا تھا جس نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا فرمایا"

ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ لوگ تو باہمی اجتماع کا سبب قومیت اور جنسیت کو سمجھتے ہیں' مگر حقیقت وہ ہے جو صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ در حقیقت اتفاق و افتراق اول ارواح میں پیدا ہوتا ہے' اس کا اثر اس عالم کے ابدان میں پڑتا ہے' جن روحوں کے درمیان ازل میں مناسبت اور اتفاق پیدا ہوا وہ یہاں بھی باہم مربوط اور ایک جماعت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور جن میں یہ مناسبت اور باہمی توافق نہ ہو بلکہ وہاں علیحدگی رہی ان میں یہاں بھی علیحدگی رہے گی' اسی واقعہ کی مثال کو دیکھو کہ کس طرح الگ الگ ہر شخص کے دل میں ایک ہی خیال پیدا ہوا اس خیال نے ان سب کو غیر شعوری طور پر ایک جگہ جمع کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایک جگہ جمع تو ہو گئے' مگر ہر ایک اپنے عقیدہ کو دوسرے سے اس لیے چھپاتا تھا کہ یہ کہیں جا کر بادشاہ کے پاس مخبری نہ کر دے اور میں گرفتار ہو جاؤں' کچھ دیر سکوت کے عالم میں جمع رہنے کے بعد ان میں سے ایک شخص بولا کہ بھائی ہم سب کا قوم سے علیحدہ ہو کر یہاں پہونچنے کا کوئی سبب تو ضرور ہے' مناسب یہ ہے کہ ہم سب باہم ایک دوسرے کے خیال سے واقف ہو جائیں' اس

Marfat.com

پر ایک شخص بول اٹھا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کو جس دین ومذہب اور جس عبادت میں مبتلا پایا مجھے یقین ہو گیا کہ یہ باطل ہے' عبادت تو صرف اللہ جل شانہ کی ہونی چاہیے' جس کا تخلیق کائنات میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں' اب تو دوسروں کو بھی موقع مل گیا' اور ان میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ یہی عقیدہ اور خیال ہے جس نے مجھے قوم سے علیحدہ کر کے یہاں پہونچایا۔

اب یہ ایک متحد الخیال جماعت ایک دوسرے کی رفیق اور دوست ہو گئی اور انھوں نے الگ اپنی ایک عبادت گاہ بنالی' جس میں جمع ہو کر یہ لوگ اللہ وحدہ' لا شریک لہ کی عبادت کرنے لگے۔

مگر شدہ شدہ ان کی خبر شہر میں پھیل گئی' اور چغل خوروں نے بادشاہ تک ان کی خبر پہنچادی' بادشاہ نے ان سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا' یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان کے عقیدے اور طریقے کے متعلق سوال کیا' اللہ نے ان کو ہمت بخشی' انھوں نے بغیر کسی خوف وخطر کے اپنا عقیدۂ توحید بیان کر دیا' اور خود بادشاہ کو بھی اس کی طرف دعوت دی' اسی کا بیان قرآن کریم کی آیات میں اس طرح آیا ہے:

وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب
السموت والارض لن ندعوا من دونه الها لقد
قلنآ اذا شططا (الى قوله) كذبا

جب ان لوگوں نے بادشاہ کو بے باک ہو کر دعوت ایمان دی تو بادشاہ نے اس سے انکار کیا اور ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے بدن سے وہ عمدہ پوشاک جو ان شہزادوں کے بدن پر تھی اتروادی' تاکہ یہ لوگ اپنے معاملہ میں غور کریں' اور غور کرنے کے لیے چند روز کی مہلت یہ کہہ کر دیدی کہ تم نوجوان ہو میں تمھارے قتل میں اس لیے جلدی نہیں کرتا کہ تم کو غور کرنے کا موقع مل جائے اب بھی اگر تم اپنی قوم کے دین ومذہب پر آجاتے ہو تو تم اپنے

Marfat.com

حال پر رہو گے ورنہ قتل کردیئے جاؤ گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اپنے مومن بندوں پر تھا کہ اس مہلت نے ان لوگوں کے لیے راہ فرار کھول دی اور یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر ایک غار میں رو پوش ہو گئے۔

اصحاب کہف کا حال اہل شہر پر منکشف ہو جانا

تفسیر قرطبی میں اس کا مختصر قصہ اس طرح مذکور ہے کہ:

اصحاب کہف کے نکلنے کے وقت جو ظالم اور مشرک بادشاہ دقیانوس اس شہر پر مسلط تھا وہ مر گیا' اور اس پر صدیاں گذر گئیں' یہاں تک کہ اس مملکت پر قبضہ اہل حق کا ہو گیا جو توحید پر یقین رکھتے تھے ان کا بادشاہ ایک نیک صالح آدمی تھا (جس کا نام تفسیر مظہری میں تاریخی روایات سے بیدوسیسی لکھا ہے) اس کے زمانے میں اتفاقاً قیامت اور اس میں سب مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلے میں کچھ اختلافات پھیل گئے' ایک فرقہ اس کا منکر ہو گیا کہ بدن گلنے سڑنے' پھر ریزہ ریزہ ہو کر ساری دنیا میں پھیل جانے کے بعد پھر زندہ ہو جائیں گے' بادشاہ وقت بیدوسیس کو اس کی فکر ہوئی کہ کس طرح ان کے شکوک و شبہات دور کیے جائیں' جب کوئی تدبیر نہ بنی تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ کر اللہ سے دعاء کی اور الحاح وزاری شروع کی' کہ یا اللہ آپ ہی کوئی ایسی صورت پیدا فرمادیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ صحیح ہو جائے اور یہ راہ پر آجائیں' اس طرف یہ بادشاہ گریہ وزاری اور دعاء میں مصروف تھا، دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کی قبولیت کا یہ سامان کر دیا کہ اصحاب کہف بیدار ہوئے اور انھوں نے ایک آدمی کو (جس کا نام تملیخا بتلایا جاتا ہے ان کے بازار میں بھیج دیا وہ کھانا خریدنے کے لیے دکان پر پہونچا اور تین سو برس پہلے

Marfat.com

بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکہ کھانے کی قیمت میں پیش کیا تو دکاندار حیران رہ گیا کہ یہ سکہ کہاں سے آیا' کس زمانے کا ہے' بازار کے دوسرے دکان داروں کو دکھلایا' سب نے یہ کہا کہ اس شخص کو کہیں پرانا خزانہ ہاتھ آ گیا اس میں سے سکہ نکال کر لایا ہے' اس نے انکار کیا کہ نہ مجھے کوئی خزانہ ملا' نہ کہیں سے لایا یہ میرا اپنا روپیہ ہے۔

بازار والوں نے اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا' یہ بادشاہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے' ایک نیک صالح اللہ والا تھا' اور اس نے سلطنت کے پرانے خزانے کے آثار قدیمہ میں کہیں وہ تختی بھی دیکھی تھی جس میں اصحاب کہف کے نام اور ان کے فرار ہو جانے کا واقعہ بھی لکھا ہوا تھا' بعض کے نزدیک خود ظالم بادشاہ دقیانوس نے یہ تختی لکھوائی تھی' کہ یہ اشتہاری مجرم ہیں' ان کے نام اور پتے محفوظ رہیں' جب کہیں ملیں گرفتار کر لیے جائیں' اور بعض روایات میں ہے کہ شاہی دفتر میں بعض ایسے مومن بھی تھے جو دل سے بت پرستی کو برا سمجھتے اور اصحاب کہف کو حق پر سمجھتے تھے' مگر ظاہر کرنے کی ہمت نہیں تھی' انھوں نے یہ تختی بطور یادگار کے لکھ لی تھی' اسی تختی کا نام رقیم ہے جس کی وجہ سے اصحاب کہف کو اصحاب رقیم بھی کہا گیا۔

الغرض اس بادشاہ کو اس واقعہ کا کچھ علم تھا اور اس وقت وہ اس دعاء میں مشغول تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اس بات کا یقین آجائے کہ مردہ اجسام کو دوبارہ زندہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بعید نہیں۔

اس لیے تملیخا سے اس کے حالات کی تحقیق کی تو اس کو اطمینان ہو گیا کہ یہ انھی لوگوں میں سے ہے اور اس نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کیا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو دقیانوس کے زمانے میں اپنا ایمان بچا کر بھاگے تھے؟ بادشاہ اس پر مسرور ہوا اور کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی' اس میں لوگوں کے لیے شاید کوئی ایسی حجت ہو جس سے ان کو حشر اجساد کا یقین آجائے' یہ کہہ

Marfat.com

کر اس شخص سے کہا کہ مجھے اس غار پر لے چلو جہاں سے تم آئے ہو۔

بادشاہ بہت سے اہل شہر کے مجمع کے ساتھ غار پہونچا' جب غار قریب آیا تو تملیخا نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حقیقت معاملہ سے باخبر کر دوں کہ اب بادشاہ مسلمان موحد ہے اور قوم بھی مسلمان ہے' وہ ملنے کے لیے آئے ہیں' ایسا نہ ہو کہ اطلاع سے پہلے آپ پہونچیں' تو وہ سمجھیں کہ ہمارا دشمن بادشاہ چڑھ آیا ہے' اس کے مطابق تملیخا نے پہلے جا کر ساتھیوں کو تمام حالات سنائے تو وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے' بادشاہ کا استقبال تعظیم کے ساتھ کیا' پھر وہ اپنے غار کی طرف لوٹ گئے' اور اکثر روایات میں ہے کہ جس وقت تملیخا نے ساتھیوں کو یہ سارا قصہ سنایا' اسی وقت سب کی وفات ہو گئی' بادشاہ سے ملاقات نہیں ہو سکی' بحر محیط میں ابو حیان نے اس جگہ یہ روایت نقل کی ہے کہ ملاقات کے اندر اہل غار نے بادشاہ اور اہل شہر سے کہا کہ اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور غار کے اندر چلے گئے' اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو وفات دیدی۔ **واللہ اعلم بحقیقه الحال۔**

قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام

اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابی بن کعبؓ اس طرح آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' تو لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں اپنے سے زیادہ علم والا کوئی تھا نہیں اس لیے) فرمایا "میں سب سے زیادہ علم والا ہوں" (اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بارگاہ انبیاء کو خاص تربیت دیتے ہیں اس لیے یہ بات پسند نہ آئی بلکہ ادب کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کو اللہ کے

Marfat.com

علم کے حوالے کرتے 'یعنی یہ کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ ساری مخلوق میں اعلم کون ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا' موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین پر ہے' وہ آپ سے زیادہ اعلم ہے (موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ جب وہ مجھ سے زیادہ اعلم ہیں تو مجھے ان سے استفادہ کے لیے سفر کرنا چاہیے اس لیے عرض کیا یا اللہ مجھے ان کا پتہ نشان بتلا دیا جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی اپنی زنبیل میں رکھ لو' اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو' جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہو جائے بس وہی جگہ ہمارے اس بندے کے ملنے کی ہے' موسیٰ علیہ السلام نے حکم کے مطابق ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی اور چل دیئے' ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی تھے' دوران سفر ایک پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے، یہاں اچانک یہ مچھلی حرکت میں آگئی' اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی اور (مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں چلے جانے کے ساتھ ایک دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ) جس راستہ سے مچھلی دریا میں گئی اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کا جریان روک دیا اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ جیسی ہو گئی، (یوشع بن نون اس عجیب واقعہ کو دیکھ رہے تھے' موسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے) جب بیدار ہوئے تو یوشع بن نون مچھلی کا یہ عجیب معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بتلانا بھول گئے اور اس جگہ سے پھر روانہ ہو گئے' پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا' جب دوسرے روز کی صبح ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ' کیونکہ اس سفر سے کافی تکان ہو چکا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا برضائے الٰہی موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے تکان بھی محسوس نہیں ہوا' یہاں تک کہ جس جگہ پہونچنا تھا اس سے آگے نکل آئے' جب موسیٰ علیہ السلام نے ناشتہ طلب کیا تو یوشع بن نون کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا اور اپنے بھول جانے کا عذر کیا کہ شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا'

Marfat.com

لہ اس وقت آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہ کی' اور پھر بتلایا کہ وہ مردہ مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں ایک عجیب طریقہ سے چلی گئی' اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی تو ہمارا مقصد تھا (یعنی منزلِ مقصود وہی تھی جہاں مچھلی زندہ ہو کر گم ہو جائے)۔

چنانچہ اسی وقت واپس روانہ ہو گئے، اور ٹھیک اسی راستہ سے لوٹے جس پر پہلے چلے تھے تاکہ وہ جگہ مل جائے، اب جو یہاں اس پتھر کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اسی حال میں سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس (غیر آباد) جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، تو حضرت خضرؑ نے سوال کیا کہ موسیٰ بنی اسرائیل ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں، اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔

خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، اے موسیٰ! میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے، وہ آپ کے پاس نہیں، اور ایک علم آپ کو دیا ہے جو میں نہیں جانتا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے ہی کو تیار ہیں تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتلاؤں۔

یہ کہہ کر دونوں حضرات دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے، اتفاقاً ایک کشتی آ گئی تو کشتی والوں سے کشتی پر سوار ہونے کی بات چیت کی، ان لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان سب لوگوں کو بغیر کسی کرایہ اور اجرت کے کشتی میں

Marfat.com

سوار کر لیا' کشتی میں سوار ہوتے ہی خضر علیہ السلام نے ایک کلہاڑی کے ذریعہ کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا' حضرت موسیٰ علیہ السلام (سے نہ رہا گیا) کہنے لگے کہ ان لوگوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کر لیا' آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا ' کہ ان کی کشتی توڑ ڈالی ' کہ یہ سب غرق ہو جائیں' یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا' خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے ' اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا' اس بھول پر آپ سخت گیری نہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا پہلا اعتراض خضر علیہ السلام پر بھول سے ہوا تھا اور دوسرا بطور شرط کے اور تیسرا قصداً (اسی اثناء میں) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا' خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

پھر کشتی سے اتر کر دریا کے ساحل پر چلنے لگے ' اچانک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ دوسرے لڑکوں میں کھیل رہا ہے' خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس لڑکے کا سر اس کے بدن سے الگ کر دیا' لڑکا مر گیا' موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا' یہ تو آپ نے بڑا ہی گناہ کیا' خضر علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے ' موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ معاملہ پہلے معاملہ سے زیادہ سخت ہے' اس لیے کہا کہ اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی بات پوچھی تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دیجیے۔ آپ میری طرف سے عذر کی حد پر پہونچ چکے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد پھر چلنا شروع کیا' یہاں تک کہ ایک گاؤں پر گذر ہوا، انھوں نے گاؤں والوں سے درخواست کی کہ ہمیں اپنے یہاں مہمان رکھ لیجیے' انھوں نے انکار کر دیا، اس بستی میں ان لوگوں نے ایک دیوار کو دیکھا کہ گرا چاہتی ہے' حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کھڑا کر دیا' موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ ہم نے ان لوگوں سے مہمانی چاہی تو انھوں نے انکار کر دیا' آپ نے اتنا بڑا کام کر دیا' اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت ان سے لے سکتے تھے' خضر علیہ السلام نے کہا ھذا فراق بینی و بینك (یعنی اب شرط پوری ہو چکی' اس لیے ہماری اور آپ کی مفارقت کا وقت آ گیا)۔

اس کے بعد خضر علیہ السلام نے تینوں واقعات کی حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلا کر کہا ذلك تا ویل ما لم تسطع علیه صبرا "یعنی یہ ہے حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پورا واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور کچھ صبر کر لیتے تو ان دونوں کی اور کچھ خبریں معلوم ہو جاتیں۔ (انتہیٰ)

حضرت ابن عباسؓ کا ایک واقعہ

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نجدہ حروری (خارجی) نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ خضر علیہ السلام نے لڑکے نابالغ کو کیسے قتل کر دیا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نابالغ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے' حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر بچے کے متعلق تمھیں وہ علم حاصل ہو جائے جو موسیٰ علیہ السلام کے عالم (یعنی خضر علیہ السلام) کو حاصل ہوا تھا تو تمھارے لیے بھی نابالغ کا قتل جائز ہو جائے گا۔ مطلب یہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو تو بذریعہ وحی نبوت اس

Marfat.com

کا علم ہوا تھا' وہ اب کسی کو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے' آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' جس کو بذریعہ وحی اس قسم کے واقعات کے متعلق کسی حکم خداوندی سے کسی شخص کو مستثنیٰ کرنے کا علم ہو سکے۔ (مظہری)

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق ایک روایت

حاکم نے مستدرک میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ سفید داڑھی والے داخل ہوئے اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے پھاڑتے اندر پہنچے اور رونے لگے' پھر صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کلمات کہے:

ان فی اللّٰہ عزآء من کل مصیبة وعوضا من کل فائت و خلفا من کل هالك فالی الله فانیبوا والیه فارغبوا ونظره الیکم فی البلاء فانظروا فانما المصاب من لم یجبر

"اللہ کی بارگاہ میں صبر ہے ہر مصیبت سے بدلا ہے ہر فوت ہونیوالی چیز کا اور وہی قائم مقام ہے ہر ہلاک ہونے والے کا اس لیے اسی کی طرف رجوع کرو اسی کی طرف رغبت کرو اور اس بات کو دیکھو کہ وہ تمہیں مصیبت میں مبتلا کر کے تم کو آزماتا ہے اصل مصیبت زدہ وہ ہے جس کی مصیبت کی تلافی نہ ہو۔

یہ آنے والے کلماتِ مذکورہ کہہ کر رخصت ہو گئے تو حضرت ابو بکر اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے' اس روایت کو جزریؒ نے حصن حصین میں بھی نقل کیا ہے جن کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات اس میں درج کرتے ہیں۔

Marfat.com

خروج دجال نزول عیسیٰؑ اور خروج یاجوج ماجوج کے متعلق

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت دجال کا تذکرہ فرمایا' اور تذکرہ فرماتے ہوئے بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے اس کا حقیر وذلیل ہونا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا فتنہ سخت اور عظیم ہے (مثلاً جنت ودوزخ کا اس کے ساتھ ہونا اور دوسرے خوارق عادات)۔ آپ کے بیان سے (ہم پر ایسا خوف طاری ہوا کہ) گویا دجال کھجوروں کے جھنڈ میں ہے (یعنی قریب ہی موجود ہے) جب ہم شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے قلبی تاثرات کو بھانپ لیا اور پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا؟ ہم نے عرض کیا کہ آپؐ نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں جن سے اس کا معاملہ حقیر اور آسان معلوم ہوتا تھا' اور بعض باتیں ایسی فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی قوت ہوگی اس کا فتنہ بڑا عظیم ہے' ہمیں تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ہمارے قریب ہی وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے' تمھارے بارے میں جن فتنوں کا مجھے خوف ہے ان میں دجال کی بہ نسبت دوسرے فتنے زیادہ قابل خوف ہیں' (یعنی دجال کا فتنہ اتنا عظیم نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے) اگر میری موجودگی میں وہ نکلا تو میں اس کا مقابلہ خود کروں گا (تمھیں اس کے فکر کی ضرورت نہیں اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنی ہمت کے موافق اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا' حق تعالیٰ میری غیر موجودگی میں ہر مسلمان کا ناصر اور مددگار ہے' (اس کی علامت یہ ہے) کہ وہ نوجوان سخت پیچدار بالوں والا ہے' اس کی ایک آنکھ اوپر کو ابھری ہوئی ہے' (اور دوسری آنکھ سے کانا ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) اور اگر میں (اس کی قبیح صور

Marfat.com

ت میں) اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں تو وہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے (یہ زمانہ جاہلیت میں بنو خزاعہ قبیلہ کا ایک بدشکل شخص تھا) اگر تم میں سے کسی مسلمان کا دجال کے ساتھ سامنا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھ لے' (اس سے دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا) دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا' اور ہر طرف فساد مچائے گا' اے اللہ کے بندو! اس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔

ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کس قدر مدت رہے گا' آپ نے فرمایا وہ چالیس دن رہے گا' لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہو گا' دوسرا دن ایک ماہ کے برابر ہو گا' اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہو گا' اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو دن ایک سال کے برابر ہو گا' کیا ہم اس میں صرف ایک دن کی (پانچ نمازیں) پڑھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں' بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی' پھر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ زمین میں کس قدر سرعت کے ساتھ سفر کریگا فرمایا اس ابر کے مانند تیز چلے گا جس کے پیچھے موافق ہوا لگی ہوئی ہو' پس دجال کسی قوم کے پاس سے گذرے گا ان کو اپنے باطل عقائد کی دعوت دے گا' وہ اس پر ایمان لائیں گے تو وہ بادلوں کو حکم دے گا تو برسنے لگیں گے' اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سرسبز و شاداب ہو جائیگی' (اور ان کے مویشی اس میں چریں گے) اور شام کو جب واپس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے کی بہ نسبت بہت اونچے ہوں گے، اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے' اور ان کی کوکھیں پر ہوں گی' پھر دجال کسی دوسری قوم کے پاس سے گذرے گا اور ان کو بھی اپنے کفر واضلال کی دعوت دے گا' لیکن وہ اس کی باتوں کو رد کر دیں گے' وہ ان سے مایوس ہو کر چلا جائے گا تو یہ مسلمان لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو جائیں گے' اور ان کے پاس کچھ

Marfat.com

مال نہ رہے گا' اور ویران زمین کے پاس سے اس کا گذر ہوگا' تو وہ اس کو خطاب کرے گا کہ اپنے خزانوں کو باہر لے آ' چنانچہ زمین کے خزانے اس کے پیچھے ہولیں گے' جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے ہولیتی ہیں' پھر دجال ایک آدمی کو بلائے گا' جس کا شباب پورے زوروں پر ہوگا' اس کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے گا' اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلہ پر کر دیئے جائیں گے جس قدر تیر مارنیوالے اور نشانہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے' پھر اس کو بلائے گا' وہ (زندہ ہوکر) دجال کی طرف اس کے اس فعل پر ہنستا ہوا روشن چہرے کے ساتھ آجائے گا۔ دریں اثناء حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائیں گے' چنانچہ وہ دو رنگ دار چادریں پہنے ہوئے (دمشق کی مشرقی جانب کے سفید مینارہ پر اس طرح نزول فرمائیں گے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے' جب اپنے سر مبارک کو نیچے کریں گے تو اس سے پانی کے قطرات جھڑیں گے (جیسا کوئی ابھی غسل کر کے آیا ہو) اور جو سر کو اوپر کریں گے تو اس وقت بھی پانی کے متفرق قطرات جو موتیوں کی طرح صاف ہوں گے گریں گے' جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ وہیں مر جائے گا' اور آپ کا سانس اس قدر دور پہنچے گا' جس قدر دور آپ کی نگاہ جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے' یہاں تک کہ آپ اسے باب اللد پر جا پکڑیں گے (یہ بستی اب بھی بیت المقدس کے قریب اسی نام سے موجود ہے) وہاں اس کو قتل کر دیں گے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے پاس تشریف لائیں گے اور (بطور شفقت کے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے' اور جنت میں اعلیٰ درجات کی ان کو خوش خبری سنائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ میں اپنے بندوں میں ایسے لوگوں کو نکالوں گا جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت

Marfat.com

نہیں، آپ مسلمانوں کو جمع کر کے کوہ طور پر چلے جائیں (چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام ایسا ہی کریں گے) اور حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دینگے تو وہ سرعت سیر کے سبب ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے، ان میں سے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گذریں گے، اور اس کا سب پانی پی کر ایسا کر دیں گے کہ جب ان میں سے دوسرے لوگ اس بحیرہ سے گذریں گے تو دریا کی جگہ کو خشک دیکھ کر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہو گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہ طور پر پناہ لیں گے اور دوسرے مسلمان اپنے قلعوں اور محفوظ جگہوں میں پناہ لیں گے، کھانے پینے کا سامان ساتھ ہو گا، مگر وہ کم پڑ جائیگا۔ تو ایک بیل کے سر کو سو دینار سے بہتر سمجھا جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے مسلمان اپنی تکلیف دفع ہونے کے لیے حق تعالیٰ سے دعاء کریں گے (حق تعالیٰ دعاء قبول فرمائیں گے) اور ان پر وبائی صورت میں ایک بیماری بھیجیں گے، اور یاجوج ماجوج تھوڑی دیر میں سب کے سب مر جائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہ طور سے نیچے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں بالشت جگہ بھی ان کی لاشوں سے خالی نہیں (اور لاشوں کے سڑنے کی وجہ سے) سخت تعفن پھیلا ہو گا، (اس کیفیت کو دیکھ کر دوبارہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق تعالیٰ سے دعاء کریں گے (کہ یہ مصیبت بھی دفع ہو، حق تعالیٰ قبول فرمائیں گے) اور بہت بھاری بھر کم پرندوں کو بھیجیں گے، جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کے مانند ہوں گی، (وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہو گی وہاں پھینک دیں گے) بعض روایات میں ہے کہ دریا میں ڈالیں گے، پھر حق تعالیٰ بارش برسائیں گے، کوئی شہر اور جنگل ایسا نہ ہو گا جہاں بارش نہ ہوئی ہو گی، ساری زمین دھل جائے گی، اور شیشہ کے مانند صاف ہو جائیگی، پھر حق تعالیٰ زمین کو حکم فرمائیں گے کہ اپنے پیٹ سے پھلوں اور پھولوں کو اگا دے اور (از سر نو) اپنی برکات کو ظاہر کر دے، (چنانچہ ایسا

Marfat.com

ہی ہو گا اور اس قدر برکت ظاہر ہو گی) کہ ایک انار ایک جماعت کے کھانے کے لیے کفایت کریگا، اور لوگ اس کے چھلکے کی چھتری بنا کر سایہ حاصل کریں گے' اور دودھ میں اس قدر برکت ہو گی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بہت بڑی جماعت کے لیے کافی ہو گا اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ کے سب لوگوں کو کافی ہو جائے گا' اور ایک بکری کا دودھ پوری برادری کو کافی ہو جائے گا' (یہ غیر معمولی برکات اور امن و امان کا زمانہ چالیس سال رہنے کے بعد جب قیامت کا وقت آجائے گا تو) اس وقت حق تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائیں گے' جس کی وجہ سے سب مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے ایک خاص بیماری ظاہر ہو جائے گی اور سب کے سب وفات پا جائیں گے' اور باقی صرف شریر و کافر رہ جائیں گے' جو زمین پر کھلم کھلا حرام کاری جانوروں کی طرح کریں گے' ایسے ہی لوگوں پر قیامت آئے گی۔

مامون رشید کا ایک واقعہ

مامون رشید نے ایک مرتبہ سورۂ مریم پڑھی۔ جب اس آیت پر پہنچے تو حاضرین مجلس جو علماء فقہاء تھے اُن میں سے ابنِ سماک کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے متعلق کچھ کہیں۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ جب ہمارے سانس گِنے ہوئے ہیں ان پر زیادتی نہیں ہو سکتی تو یہ کس قدر جلد ختم ہو جائیں گے اسی کو بعض شعراء نے کہا ہے ؎

حیاتك انفاس تعد فکلما

مضی نفس منك انتقصت به جزءاً

یعنی تیری زندگی کے سانس گِنے ہوئے ہیں' جب ایک سانس گزرتا ہے تو تیری زندگی کا ایک جز کم ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ انسان دن رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔ (قرطبی)

Marfat.com

اور بعض حضرات نے فرمایا ؎

وکیف یفرح بالدّنیا و لذّتها

فیَ یُعَدّ علیه اللفظ وَالنَفس

یعنی دُنیا اور اسکی لذت پر وہ شخص کیسے مگن اور بے فکر ہو

سکتا ہے جس کے الفاظ اور سانس گنِے جا رہے ہوں (رُوح)

عمر بن خطابؓ کا واقعہ قبولیت اسلام

ابن اسحٰق کی روایت اس طرح ہے کہ عمر بن خطابؓ ایک روز تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے عمر بن خطابؓ نے کہا کہ میں اس گمراہ شخص کا کام تمام کرنے کے لیے جارہا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا اُن کے دین و مذہب کو بُرا کہا اُن کو بیوقوف بنایا اور اُنکے بتوں کو بُرا کہا۔ نُعیم نے کہا کہ عمر تمھیں تمہارے نفس نے دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو گے اور اُن کا قبیلہ بنو عبد مناف تمھیں زندہ چھوڑے گا کہ زمین پر چلتے پھرتے رہو۔ اگر تم میں عقل ہے تو اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے تابع ہو چکے ہیں' عمر بن خطاب پر اُن کی بات اثر کر گئی اور یہیں سے اپنی بہن بہنوئی کے مکان کی طرف پھر گئے۔ اُنکے مکان میں حضرت خباب بن ارت صحابیؓ ان دونوں کو قرآن کی سُورت طٰہٰ پڑھا رہے تھے جو ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی تھی۔

ان لوگوں نے جب محسوس کیا کہ عمر بن خطابؓ آرہے ہیں تو حضرت خبابؓ گھر کے کسی کمرہ یا گوشہ میں چھپ گئے اور ہمشیرہ نے یہ صحیفہ اپنی ران کے نیچے

Marfat.com

چھپالیا مگر عمر بن خطاب کے کانوں میں خباب بن ارتؓ کی اور اُن کے کچھ پڑھنے کی آواز پہنچ چکی تھی اس لیے پُوچھا کہ یہ پڑھنے پڑھانے کی آواز کیسی تھی جو میں نے سُنی ہے؟ اُنھوں نے (اوّل بات کو ٹالنے کے لیے) کہا کہ کچھ نہیں، مگر اب عمر بن خطابؓ نے بات کھولدی کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع اور مسلمان ہو گئے ہو اور یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زیدؓ پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کی ہمشیرہ فاطمہؓ نے جب یہ دیکھا تو شوہر کو بچانے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ عمر بن خطاب نے اُن کو بھی مار کر زخمی کر دیا۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو بہن بہنوئی دونوں نے بیک زبان کہا کہ سُن لو ہم بلاشُبہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اب جو تم کر سکتے ہو کر لو ہمشیرہ کے زخم سے خون جاری تھا اس کیفیت کو دیکھ کر عمر بن خطابؓ کو کچھ ندامت ہوئی اور بہن سے کہا کہ وہ صحیفہ مجھے دکھلاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں تا کہ میں بھی دیکھوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تعلیم لائے ہیں۔ عمر بن خطاب لکھے پڑھے آدمی تھے۔ اسلیے صحیفہ دیکھنے کے لیے مانگا۔ بہن نے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہم نے یہ صحیفہ اگر تمھیں دے دیا تو تم اِس کو ضائع کر دو یا بے ادبی کرو۔ عمر بن خطاب نے اپنے بُتوں کی قسم کھا کر کہا کہ تم یہ خوف نہ کرو میں اس کو پڑھ کر تمھیں واپس کر دوں گا۔ ہمشیرہ فاطمہؓ نے جب یہ رُخ دیکھا تو اُن کو کچھ اُمید ہو گئی کہ شاید عمر بھی مسلمان ہو جائیں۔ اسوقت کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ تم نجس ناپاک ہو اور اس صحیفہ کو پاک آدمی کے سوا کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا اگر تم دیکھنا ہی چاہتے ہو تو غسل کر لو۔ عمرؓ نے غسل کر لیا پھر یہ صحیفہ انکے حوالہ کیا گیا تو اسمیں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اسکا شروع حصہ ہی پڑھ کر عمرؓ نے کہا کہ یہ کلام تو بڑا اچھا اور نہایت محترم ہے۔ خبّاب بن اَرتؓ جو مکان میں چھپے ہوئے یہ سب کچھ سُن رہے تھے عمرؓ کے یہ الفاظ سُنتے ہی سامنے آ گئے اور کہا کہ اے عمر

Marfat.com

بن خطابؓ مجھے اللہ کی رحمت سے یہ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے رسول کی دُعا کے لیے منتخب فرمالیا ہے کیونکہ گزشتہ کل میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا ہے کہ اللّٰھمّ ایّد الاسلام بابی الحکم بن ہشام او بعمر بن الخطّاب' یا اللہ اسلام کی تائید و تقویت فرما ابو الحکم بن ہشام (یعنی ابو جہل) کے ذریعہ یا پھر عمر بن خطاب کے ذریعہ۔ مطلب یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی کمزور جماعت میں جان پڑ جائے۔ پھر خبابؓ نے کہا کہ اے عمرؓ اب تو اس موقع کو غنیمت سمجھ' عمر بن خطابؓ نے خبابؓ سے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو (قرطبی) آگے اُن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور اسلام قبول کرنا مشہور و معروف واقعہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی بندش کا واقعہ

اس بندش کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کے زمانے میں تو اپنی والدہ ہی کے پاس رہے اور دربار فرعون سے اُن کو دودھ پلانیکا وظیفہ اور صلہ ملتا رہا۔ جب دودھ چھڑایا گیا تو فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا تھا اس لیے والدہ سے واپس لے کر اپنے یہاں پالنے لگے۔ اسی عرصہ میں ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور اسکے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک چھڑی ہاتھ میں تھی جس سے کھیل رہے تھے وہ فرعون کے سر پر ماری' فرعون کو غصہ آیا اور اس نے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ بیوی آسیہ نے کہا کہ شاہا' آپ بچّے کی بات پر خیال کرتے ہیں جس کو کسی چیز کی عقل نہیں اور اگر آپ چاہیں تو تجربہ کرلیں کہ اس کو کسی بھلے بُرے کا امتیاز نہیں۔ فرعون کو تجربہ کرانے کے لیے ایک طشت میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں جواہرات لاکر موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام کے سامنے رکھ دیئے خیال یہ تھا کہ بچّہ ہے یہ بچّوں کی عادت کے مطابق آگ کے انگارے کو روشن خوبصورت سمجھ کر اُس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا جواہرات کی رونق بچوں کی نظر میں ایسی نہیں ہوتی کہ اس طرف توجہ دیں' اس سے فرعون کو تجربہ ہو جائیگا کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بچپن کی نادانی سے کیا۔ مگر یہاں تو کوئی عام بچّہ نہیں تھا' خدا تعالےٰ کا ہونے والا رسول تھا جن کی فطرت اوّلِ پیدائش سے ہی غیر معمولی ہوتی ہے موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے بجائے جواہرات پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر جبرئیلِ امین نے اُن کا ہاتھ آگ کے طشت میں ڈالدیا اور انھوں نے آگ کا انگارہ اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا' جس سے زبان جل گئی اور فرعون کو یقین آگیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل کسی شرارت سے نہیں بچپن کی بے خبری کے سبب سے تھا اسی واقعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں ایک قسم کی تکلیف پیدا ہو گئی اسی کو قرآن میں عُقدہ کہا گیا ہے اور اسی کو کھولنے کی دُعا حضرت موسیٰؑ نے مانگی۔ (مظہری و قرطبی)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل واقعہ

حدیث الفتون کے نام سے طویل حدیث سُنن نسائی کتاب التفسیر میں بروایت ابنِ عباسؓ نقل کی ہے اور ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی اسکو پورا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ حضرت ابنِ عباس نے اس روایت کو مرفوع یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان قرار دیا ہے اور ابنِ کثیر نے بھی حدیث کے مرفوع ہونے کی توثیق کے لیے فرمایا ہے کہ :

وَصَدَقَ ذٰلِكَ عِندِی' یعنی اس حدیث کا مرفوع ہونا میرے نزدیک درست ہے پھر اس کے لیے ایک دلیل بھی بیان فرمائی۔ لیکن اسکے بعد یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں یہ روایت نقل کی ہے مگر

Marfat.com

وہ موقوف یعنی ابن عباسؓ کا اپنا کلام ہے' مرفوع حدیث کے جملے اسمیں کہیں کہیں آئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ روایت کعب احبارؒ سے لی ہے جیسا کہ بہت سے مواقع میں ایسا ہوا ہے مگر ابن کثیر جیسے ناقدِ حدیث اور نسائی جیسے امام حدیث اس کو مرفوع مانتے ہیں اور جنھوں نے مرفوع تسلیم نہیں کیا وہ بھی اسکے مضمون پر کوئی نکیر نہیں کرتے اور اکثر حصہ اسکا تو خود قرآن کریم کی آیات میں آیا ہوا ہے اس لیے پُوری حدیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی قصے کے ضمن میں بہت سے علمی اور عملی فوائد بھی ہیں۔ حدیث الفتون بسند امام نسائیؒ قاسم بن ابی ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن جُبیرؒ نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آئی ہے یعنی وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا میں نے دریافت کیا کہ اسمیں فتون سے کیا مُراد ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اسکا واقعہ بڑا طویل ہے صبح کو سویرے آجاؤ تو بتلا دینگے' جب اگلے دن صبح ہوئی تو میں سویرے ہی ابنِ عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تاکہ کل جو وعدہ فرمایا تھا اُس کو پُورا کراؤں۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ سنو (ایک روز) فرعون اور اس کے ہمنشینوں میں اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُنکی ذرّیت میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرما دیں گے۔ بعض شرکاء مجلس نے کہا کہ ہاں بنی اسرائیل تو اسکے منتظر ہیں جس میں اُن کو ذرا شک نہیں کہ اُن کے اندر کوئی نبی و رسُول پیدا ہوگا اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں جب اُن کی وفات ہو گئی تو کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اسکے مصداق نہیں (کوئی اور نبی و رسول پیدا ہوگا جو اس وعدہ کو پُورا کریگا)۔ فرعون نے یہ سُنا تو (اُس کو فکر لاحق ہو گئی کہ اگر بنی اسرائیل میں جن کو اُس نے غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی و رسول پیدا ہو گیا تو وہ ان کو مجھ سے

Marfat.com

آزاد کرائے گا) اس لیے حاضرینِ مجلس سے دریافت کیا کہ اس آفت سے بچنے کا کیا راستہ ہے یہ لوگ آپس میں مشورے کرتے رہے اور انجام کار سب کی رائے اس پر متفق ہو گئی کہ (بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے اس کے لیے) ایسے سپاہی مقرر کر دیئے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے تھے جہاں کوئی لڑکا نظر آیا اسکو ذبح کر دیا۔

کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہنے کے بعد ان کو یہ ہوش آیا کہ ہماری سب خدمتیں اور محنت مشقت کے کام تو بنی اسرائیل ہی انجام دیتے ہیں اگر یہ سلسلہ قتل کا جاری رہا تو اُن کے بوڑھے تو اپنی موت مر جائیں گے اور بچے ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جو ہماری خدمتیں انجام دے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے مشقت کے کام ہمیں خود ہی کرنا پڑیں گے اس لیے اب یہ رائے ہوئی کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو چھوڑ دیا جائے' دوسرے سال میں پیدا ہونے والوں کو ذبح کر دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں کچھ جوان بھی رہیں گے جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہیں ہو گی جس سے فرعونی حکومت کو خطرہ ہو سکے۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور یہی قانون نافذ کر دیا گیا (اب حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک حمل اسوقت ہوا جبکہ بچوں کو زندہ چھوڑ دینے کا سال تھا' اسمیں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے فرعونی قانون کی رُو سے اُن کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا اگلے سال جو لڑکوں کے قتل کا سال تھا اُس میں حضرت موسیٰ حمل میں آئے تو اُن کی والدہ پر رنج و غم طاری تھا کہ اب یہ بچہ پیدا ہو گا تو قتل کر دیا جائیگا۔ ابنِ عباسؓ نے قصہ کو یہاں تک پہنچا کر فرمایا کہ اے ابن جُبیر فُتون یعنی آزمائش کا یہ پہلا موقع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ابھی دُنیا میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اُن کے قتل کا منصوبہ تیار تھا۔ اس

Marfat.com

وقت حق تعالیٰ نے انکی والدہ کو بذریعہ وحی الہام یہ تسلی دیدی کہ لاتخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین کوئی خوف و غم نہ کرو (ہم اسکی حفاظت کریں گے اور کچھ دن جدا رہنے کے بعد) ہم انکو تمھارے پاس واپس کر دیں گے پھر ان کو اپنے رسولوں میں داخل کر لیں گے۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تو اُن کی والدہ کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا (نیل) میں ڈالدو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ جب وہ تابوت کو دریا کے حوالہ کر چکیں تو شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا اگر بچہ تیرے پاس رہ کر ذبح بھی کر دیا جاتا تو اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر کے کچھ تو تسلی ہوتی اب تو اسکو دریا کے جانور کھائیں گے (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی رنج و غم میں مبتلا تھیں کہ) دریا کی موجوں نے تابوت کو ایک ایسی چٹان پر ڈالدیا جہاں فرعون کی باندیاں لونڈیاں نہانے دھونے کے لیے جایا کرتی تھی، انھوں نے یہ تابوت دیکھا تو اُٹھا لیا اور کھولنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر اسمیں کچھ مال ہوا اور ہم نے کھول لیا تو فرعون کی بیوی کو یہ گمان ہو گا کہ ہم نے اسمیں سے کچھ الگ رکھ لیا ہے ہم کچھ بھی کہیں اس کو یقین نہیں آئے گا اس لیے سب کی رائے یہ ہو گئی کہ اس تابوت کو اسطرح بند اُٹھا کر فرعون کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

فرعون کی بیوی نے تابوت کھولا تو اسمیں ایک ایسا لڑکا دیکھا جس کو دیکھتے ہی اُس کے دل میں اُس سے اتنی محبت ہو گئی جو اس سے پہلے کسی بچے سے نہیں ہوئی تھی (جو درحقیقت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظہور تھا) (والقیت علیک محبۃ منی) دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بوسوسہ شیطانی اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھول گئیں اور حالت یہ ہو گئی واصبح فؤاد ام موسیٰ فرغاً یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ہر خوشی اور ہر خیال سے خالی ہو گیا (صرف

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی فکر غالب آگئی) ادھر جب لڑکوں کے قتل پر مامور پولیس والوں کو فرعون کے گھر میں ایک لڑکا آنانے کی خبر ملی تو وہ چھریاں لیکر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے کہ یہ لڑکا ہمیں دو تا کہ ذبح کر دیں۔

ابنِ عباسؓ نے یہاں پہنچکر پھر ابن جبیرؒ کو مخاطب کیا کہ اے ابنِ جُبیر فتون یعنی آزمائش کا (دوسرا) واقعہ یہ ہے۔

فرعون کی بیوی نے ان لشکری لوگوں کو جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو کہ صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہیں بڑھ جائے گی میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس بچے کی جان بخشی کراتی ہوں اگر فرعون نے اسکو بخش دیا تو یہ بہتر ہو گا ورنہ تمھارے معاملے میں دخل نہ دُوں گی یہ بچہ تمھارے حوالہ ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ فرعون کے پاس گئی اور کہا کہ یہ بچہ میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے فرعون نے کہا کہ ہاں تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا تو معلوم ہے مگر مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کی قسم کھائی جاسکتی ہے اگر فرعون اسوقت بیوی کی طرح اپنے لیے بھی موسیٰ علیہ السلام کے قرۃالعین آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت کر دیتا جیسا کہ اُس کی بیوی کو ہدایت ایمان عطا فرمائی۔

(بہر حال بیوی کے کہنے سے فرعون نے اس لڑکے کو قتل سے آزاد کر دیا) اب فرعون کی بیوی نے اسکو دودھ پلانے کے لیے اپنے آس پاس کی عورتوں کو بلایا سب نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی کی چھاتی نہ لگتی (وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ) اب فرعون کی بیوی کو یہ فکر ہو گئی کہ جب کسی کا دودھ نہیں لیتے تو زندہ یہ کیسے رہیں گے اس لیے

Marfat.com

اپنی کنیزوں کے سپرد کیا کہ اس کو بازار اور لوگوں کے مجمع میں لیجائیں شاید کسی عورت کا دودھ یہ قبول کرلیں۔

اس طرف موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے چین ہو کر اپنی بیٹی کو کہا کہ ذرا باہر جاکر تلاش کرو اور لوگوں سے دریافت کرو کہ اس تابوت اور بچہ کا کیا انجام ہوا' وہ زندہ ہے یا دریائی جانوروں کی خوراک بن چکا ہے اسوقت تک اُن کو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ یاد نہیں آیا تھا جو حالتِ حمل میں اُن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت اور چند روزہ مفارقت کے بعد واپسی کا کیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ کی بہن باہر نکلیں تو (قدرتِ حق کا یہ کرشمہ دیکھا کہ) فرعون کی کنیزیں اس بچے کو لیے ہوئے دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں ہیں' جب اُنھوں نے یہ ماجرا دیکھا کہ یہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں لیتا اور یہ کنیزیں پریشان ہیں تو ان سے کہا کہ میں تمھیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں جہاں مجھے اُمید ہے کہ یہ اُن کا دودھ بھی لینگے اور وہ اس کو خیر خواہی و محبّت کے ساتھ پالیں گے۔ یہ سُنکر ان کنیزوں نے ان کو اس شبہ میں پکڑ لیا کہ یہ عورت شاید اس بچے کی ماں یا کوئی عزیز خاص ہے جو وثوق کے ساتھ یہ کہہ رہی ہے کہ وہ گھر والے اس کے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں (اس وقت یہ بہن بھی پریشان ہو گئی)۔

ابنِ عباسؓ نے اس جگہ پہنچ کر پھر ابنِ جُبیر کو خطاب کیا کہ یہ (تیسرا) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے اسوقت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے بات بنائی اور کہا کہ میری مُراد اس گھر والوں کے ہمدرد خیر خواہ ہونے سے یہی تھی کہ فرعونی دربار تک اُن کی رسائی ہو گی اُس سے انکو منافع پہنچنے کی اُمید ہو گی اسلیے وہ اس بچے کی محبت و ہمدردی میں کسر نہ کریں گے۔ یہ سُنکر کنیزوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہ واپس اپنے گھر پہنچی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو واقعہ کی خبر دی وہ اُنکے ساتھ اُس جگہ پہنچیں جہاں یہ کنیزیں جمع تھیں' کنیزوں کے کہنے سے اُنھوں نے بھی بچّے کو گود میں لے لیا' موسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام فوراً اُن کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگے یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا۔ یہ خوشخبری فرعون کی بیوی کو پہنچی کہ اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی مل گئی۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلوایا۔ اُنھوں نے آکر حالات دیکھے اور یہ محسوس کیا کہ فرعون کی بیوی میری حاجت وضرورت محسوس کر رہی ہے تو ذرا خود داری سے کام لیا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ یہاں رہ کر اس بچے کو دودھ پلائیں کیونکہ مجھے اس بچے سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کو اپنی نظروں سے غائب نہیں رکھ سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ میری گود میں خود ایک بچہ ہے جس کو دودھ پلاتی ہوں' میں اسکو کیسے چھوڑوں۔ ہاں اگر آپ اس پر راضی ہوں کہ بچہ میرے سپرد کریں میں اپنے گھر رکھ کر اسکو دودھ پلاؤں اور یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اس بچے کی خبر گیری اور حفاظت میں ذرا کوتاہی نہ کرونگی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اسوقت اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی یاد آگیا جس میں فرمایا کہ چند روز کی جُدائی کے بعد ہم اُن کو تمھارے پاس واپس دیدینگے اس لیے وہ اور اپنی بات پر جم گئیں۔ اہلیہ فرعون نے مجبور ہو کر ان کی بات مان لی اور یہ اُسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنے گھر آگئیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کا نشوونما خاص طریقے پر فرمایا۔

جب موسیٰ علیہ السلام ذرا قوی ہو گئے تو اہلیہ فرعون نے اُن کی والدہ سے کہا کہ یہ بچّہ مجھے لا کر دکھلاؤ (کہ میں اسکے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں) اور اہلیہ فرعون نے اپنے سب درباریوں کو حکم دیا کہ یہ بچّہ آج ہمارے گھر میں آرہا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہ رہے جو اسکا اکرام نہ کرے اور کوئی ہدیہ اسکو پیش نہ کرے اور میں خود اس کی نگرانی کروں گی کہ تم لوگ اس معاملہ میں کیا کرتے ہو۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کیساتھ گھر سے نکلے اسوقت سے اُن پر تحفوں اور ہدایا کی بارش ہونے لگی یہاں تک کہ اہلیہ فرعون کے پاس پہنچے تو اُسنے اپنے پاس سے خاص

Marfat.com

تحفے اور ہدیئے الگ پیش کیے۔ اہلیہ فرعون ان کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئی اور یہ سب تحفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دیدیئے۔ اس کے بعد اہلیہ فرعون نے کہا کہ اب میں ان کو فرعون کے پاس لیجاتی ہوں وہ انکو انعامات اور تحفے دیں گے جب ان کو لیکر فرعون کے پاس پہنچی تو فرعون نے ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف جھکا دیا۔ اُسوقت دربار کے لوگوں نے فرعون سے کہا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا ہوگا جو آپکے ملک و مال کا وارث ہوگا' آپ پر غالب آئیگا اور آپکو پچھاڑیگا' یہ وعدہ کس طرح پُورا ہو رہا ہے۔ فرعون متنبہ ہوا اور اسی وقت لڑکوں کو قتل کرنے والے سپاہیوں کو بلا لیا تاکہ اس کو ذبح کر دیں۔ ابن عباسؓ نے یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر کو خطاب کیا کہ یہ چوتھا واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے پھر موت سر پر منڈلانے لگی۔

اہلیہ فرعون نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ تو یہ بچہ مجھے دے چکے ہیں پھر اب یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے فرعون نے کہا کہ تم یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ لڑکا اپنے عمل سے گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ مجھ کو زمین پر پچھاڑ کر مجھ پر غالب آجائیگا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ ایک بات کو اپنے اور میرے معاملہ کے فیصلہ کے لیے مان لیں جس سے حق بات ظاہر ہو جاوے گی (کہ بچے نے یہ معاملہ بچپن کی بے خبری میں کیا ہے یا دیدہ دانستہ کسی شوخی سے) آپ دو انگارے آگ کے اور دو موتی منگوا لیجئے اور دونوں کو انکے سامنے کر دیجیئے اگر یہ موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور آگ کے انگاروں سے بچیں تو آپ سمجھ لیں کہ اسکے افعال عقل و شعور سے دیدہ و دانستہ ہیں اور اگر اس نے موتیوں کے بجائے انگارے ہاتھ میں اُٹھا لیے تو یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ کام کسی عقل و شعور سے نہیں کیا گیا کیونکہ کوئی عقل والا انسان آگ کو ہاتھ میں نہیں اُٹھا سکتا (فرعون نے اس

Marfat.com

آزمائش کو مان لیا) دو انگارے اور دو موتی موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اُٹھا لیے (بعض دوسری روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام موتیوں کیطرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے کہ جبرئیل امین نے اُن کا ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیا) فرعون نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اُن کے ہاتھ سے انگارے چھین لیے کہ اُن کا ہاتھ نہ جل جائے (اب تو اہلیہ فرعون کی بات بن گئی) اُسنے کہا کہ آپنے واقعہ کی حقیقت کو دیکھ لیا' اس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر یہ موت موسیٰ علیہ السلام سے ٹلا دی کیونکہ قدرتِ خداوندی کو ان سے آگے کام لینا تھا۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی طرح فرعون کے شاہانہ اعزاز و اکرام اور شاہانہ خرچ پر اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ جوان ہو گئے)۔

اُن کے شاہی اکرام و اعزاز کو دیکھ کر فرعون کے لوگوں کو بنی اسرائیل پر وہ ظلم وجور اور تذلیل و توہین کرنے کی ہمت نہ رہی جو اس سے پہلے آلِ فرعون کی طرف سے ہمیشہ بنی اسرائیل پر ہوتا رہتا تھا۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام شہر کے کسی گوشہ میں چل رہے تھے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن میں سے ایک فرعونی ہے اور دوسرا اسرائیلی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر امداد کے لیے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی آدمی کی جسارت پر بہت غصہ آ گیا کہ اس نے شاہی دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کو جانتے ہوئے اسرائیلی کو اُن کے سامنے پکڑ رکھا ہے جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو تو صرف یہی معلوم تھا کہ ان کا تعلق اسرائیلی لوگوں سے صرف رضاعت اور دودھ پینے کی وجہ سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی والدہ یا کسی اور ذریعہ سے یہ معلوم کرا دیا ہو کہ یہ اپنی دودھ پلانے والی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسرائیلی ہیں۔

Marfat.com

غرض موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آ کر اس فرعونی کے ایک مکا رسید کیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور وہیں مر گیا مگر اتفاق سے وہاں کوئی اور آدمی موسیٰ علیہ السلام اور ان دونوں لڑنے والوں کے سوا موجود نہیں تھا، فرعونی تو قتل ہو گیا اسرائیلی اپنا آدمی تھا اس سے اسکا اندیشہ نہ تھا کہ یہ مخبری کر دے گا۔

اچانک یہ واقعہ پیش آیا کہ اگلے روز موسیٰ علیہ السلام گھر سے نکلے تو اُسی اسرائیلی کو دیکھا کہ کسی دوسرے فرعونی شخص سے مقابلہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور پھر اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا مگر موسیٰ علیہ السلام کل کے واقعہ پر ہی نادم ہو رہے تھے اور اسوقت اسی اسرائیلی کو پھر لڑتے ہوئے دیکھ کر اس پر ناراض ہوئے (کہ خطا اسی کی معلوم ہوتی ہے یہ جھگڑالو آدمی ہے اور لڑتا ہی رہتا ہے) مگر اسکے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ فرعونی شخص کو اس پر حملہ کرنے سے روکیں لیکن اسرائیلی کو بھی بطور تنبیہ کے کہنے لگے تُو نے کل بھی جھگڑا کیا تھا آج پھر لڑ رہا ہے، تو ہی ظالم ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ آج بھی اُسی طرح غصے میں ہیں جیسے کل تھے تو اُس کو موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے یہ شبہ ہو گیا کہ یہ آج مجھے ہی قتل کر دیں گے تو فوراً بول اُٹھا کہ اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر ڈالو جیسے کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

یہ باتیں ہونے کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے مگر فرعونی شخص نے آلِ فرعون کے اُن لوگوں کو جو کل کے قاتل کی تلاش میں تھے جا کر یہ خبر پہنچا دی کہ خود اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے کہ تم نے کل ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر دربار فرعون تک فوراً پہنچائی گئی۔ فرعون نے اپنے سپاہی موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے بھیج دیئے۔ یہ سپاہی جانتے تھے کہ وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ اطمینان کے ساتھ شہر کی بڑی سڑک سے موسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

تلاش میں نکلے۔ اس طرف ایک شخص کو موسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے جو شہر کے کسی بعید حصہ میں رہتا تھ اس کی خبر لگ گئی کہ فرعونی سپاہی موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں بغرض قتل نکل چکے ہیں اس نے کسی گلی کوچے کے چھوٹے راستہ سے آگے پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔

یہاں پہنچ کر پھر ابنِ عباسؓ نے ابنِ جُبیر کو خطاب کیا کہ اے ابن جُبیر یہ (پانچواں) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے کہ موت سر پر آچکی تھی اللہ نے اُس سے نجات کا سامان کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خبر سُن کر فوراً شہر سے نکل گئے اور مدیَن کی طرف رُخ پھر گیا۔ یہ آج تک شاہی ناز و نعمت میں پلے تھے کبھی محنت و مشقت کا نام نہ آیا تھا مصر سے نکل کھڑے ہوئے مگر راستہ بھی کہیں کا نہ جانتے تھے مگر اپنے رب پر بھروسہ تھا کہ عَسٰی رَبّی اَن یَّھدِیَنِی سَوَاء لسَّبِیل' یعنی اُمید ہے کہ میرا رب مجھے راستہ دکھادیگا۔ جب شہر مدیَن کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ایک کنویں پر لوگوں کا اجتماع دیکھا جو اُس پر اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ اور دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو سمیٹے ہوئے الگ کھڑی ہیں' موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم الگ کیوں کھڑی ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم ان سب لوگوں سے مزاحمت اور مقابلہ کریں اس لیے ہم اس انتظار میں ہیں کہ جب یہ سب لوگ فارغ ہو جائیں تو جو کچھ بچا ہوا پانی ملجائے گا اُس سے ہم اپنا کام نکالیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی شرافت دیکھ کر خود اُن کے لیے کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت بخشی تھی بڑی جلدی اُن کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ یہ عورتیں اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی رَبِّ اِنِّی لِمَآ اَنزَلتَ اِلَیَّ مِن

Marfat.com

خَیرٍ فَقِیر 'یعنی اے میرے پروردگار میں محتاج ہوں اس نعمت کا جو آپ میری طرف بھیجیں (مطلب یہ تھا کہ کھانے کا اور ٹھکانہ کا کوئی انتظام ہو جائے) یہ لڑکیاں جب روزانہ کے وقت سے پہلے بکریوں کو سیراب کر کے گھر پہنچیں تو اُن کے والد کو تعجب ہوا اور فرمایا آج تو کوئی نئی بات ہے 'لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی کھینچنے اور پانی پلانے کا قصہ والد کو سُنا دیا۔ والد نے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ جس شخص نے یہ احسان کیا ہے اسکو یہاں بُلا لاؤ' وہ بُلا لائی 'والد نے موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے حالات دریافت کیے اور فرمایا لاَ تَخف نَجَوتَ مِنَ القومِ الظّٰلِمِینَ' یعنی اب آپ خوف و ہراس اپنے دل سے نکال دیجئے 'آپ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا چکے ہیں ہم نہ فرعون کی سلطنت میں ہیں نہ اسکا ہم پر کچھ حکم چل سکتا ہے۔

اب ان دو لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے والد سے کہا یَآ بَتِ استَاجِرہُ اِنَّ خَیرَ مَنِ استَاجَرتَ القَوِیُّ الاَمِین 'یعنی ابا جان 'ان کو آپ ملازم رکھ لیجئے کیونکہ ملازمت کے لیے بہترین آدمی وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔ والد کو اپنی لڑکی سے یہ بات سنکر غیرت سی آئی کہ میری لڑکی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی۔ اس لیے اس سے سوال کیا کہ تمھیں اُن کو قوت کا اندازہ کیسے ہوا اور اُن کی امانت داری کس بات سے معلوم کی۔ لڑکی نے عرض کیا کہ اُن کی قوت کا مشاہدہ تو اُن کے کنویں سے پانی کھینچنے کے وقت ہوا کہ سب چرواہوں سے پہلے اُنھوں نے اپنا کام کر لیا دوسرا کوئی ان کی برابر نہیں آسکا اور امانت کا حال اس طرح معلوم ہوا کہ جب میں اُن کو بُلانے کے لیے گئی اور اوّل نظر میں جب انھوں نے دیکھا کہ میں ایک عورت ہوں تو فوراً اپنا سر نیچا کر لیا اور اسوقت تک سر نہیں اُٹھایا جب تک کہ میں نے ان کو آپکا پیغام نہیں پہنچادیا۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو مگر مجھے اپنے گھر کا راستہ پیچھے سے بتلاتی رہو اور یہ بات صرف وہی مرد کر سکتا ہے جو امانت دار

Marfat.com

ہو۔ والد کو لڑکی کی اس دانشمندانہ بات سے مسرّت ہوئی اور اسکی تصدیق فرمائی اور خود بھی ان کے بارے میں قوت و امانت کا یقین ہو گیا۔ اُس وقت لڑکیوں کے والد نے (جو اللہ کے رسول حضرت شعیب علیہ السلام تھے) موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو یہ منظور ہے کہ میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کر دوں جس کی شرط یہ ہو گی کہ آپ آٹھ سال تک ہمارے یہاں مزدوری کریں' اور اگر آپ دس سال پُورے کر دیں تو اپنے اختیار سے کر دیں بہتر ہو گا مگر ہم یہ پابندی آپ پر عائد نہیں کرتے تاکہ آپ پر زیادہ مشقت نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منظور فرمالیا جسکی رُو سے موسیٰ علیہ السلام پر صرف آٹھ سال کی خدمت بطور معاہدہ کے لازم ہو گئی باقی دو سال کا وعدہ اختیاری رہا' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے وہ وعدہ بھی پُورا کرا کر دس سال پُورے کرا دیئے۔

سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نصرانی عالم مجھے ملا' اس نے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں میں سے کونسی میعاد پوری فرمائی؟ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کیونکہ اسوقت تک ابن عباسؓ کی یہ حدیث مجھے معلوم نہ تھی۔ اس کے بعد میں ابنِ عباسؓ سے ملا اُن سے سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آٹھ سال کی میعاد پورا کرنا تو موسیٰؑ پر واجب تھا اسمیں کچھ کمی کرنے کا تو احتمال ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کا اختیاری وعدہ بھی پورا ہی کرنا منظور تھا اس لیے دس سال کی میعاد پوری کی۔ اس کے بعد میں اس نصرانی عالم سے ملا اور اس کو یہ خبر دی تو اس نے کہا کہ تم نے جس شخص سے یہ بات دریافت کی ہے کیا وہ تم سے زیادہ علم والے ہیں' میں نے کہا کہ بیشک وہ بہت بڑے عالم اور ہم سب سے افضل ہیں۔

(دس) سال کی میعادِ خدمت پوری کرنے کے بعد جب) حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لیکر شعیب علیہ السلام کے وطن مدین سے رخصت ہوئے' راستہ میں سخت سردی اندھیری رات' راستہ نامعلوم' بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اچانک کوہ طور پر آگ دیکھنے پھر وہاں جانے اور حیرت انگیز مناظر کے بعد معجزہ عصا و ید بیضاء اور اسکے ساتھ منصبِ نبوت و رسالت عطا ہونے کے بعد (جسکا پورا قصہ قرآن میں اُوپر گزر چکا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فکر ہوئی کہ میں فرعونی دربار کا ایک مفرور ملزم قرار دیا گیا ہوں مجھ سے قبطی کا قصاص لینے کا حکم وہاں سے ہو چکا ہے اب اُس کے پاس دعوتِ رسالت لیکر جانے کا حکم ہوا ہے' نیز اپنی زبان میں لکنت کا عذر بھی سامنے آیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض پیش کی۔ حق تعالیٰ نے اُن کی فرمائش کے مطابق اُنکے بھائی حضرت ہارون کو شریکِ رسالت بنا کر اُنکے پاس وحی بھیجدی اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہر مصر سے باہر استقبال کریں۔ اسکے مطابق موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے۔ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی دونوں بھائی (حسب الحکم) فرعون کو دعوتِ حق دینے کے لیے اُس کے دربار میں پہنچے کچھ وقت تک تو اُن کو دربار میں حاضری کا موقع نہیں دیا گیا۔ یہ دونوں دروازے پر ٹھہرے رہے پھر بہت سے پردوں میں گزر کر حاضری کی اجازت ملی اور دونوں نے فرعون سے کہا اِنَّا رَسُوْلاَ رَبِّكَ' یعنی ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے قاصد اور پیغامبر ہیں۔ فرعون نے پُوچھا فَمَنْ رَّبُّكُمَا (تو بتلاؤ تمہارا رب کون ہے) موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے وہ بات کہی جس کا قرآن نے خود ذکر کر دیا رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعطٰے كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ، ثُمَّ هَدٰی' اس پر فرعون نے پُوچھا کہ پھر تم دونوں کیا چاہتے ہو اور ساتھ ہی قبطی مقتول کا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجرم ٹھہرایا (اور اپنے گھر میں اُن کی پرورش پانیکا احسان جتلایا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں باتوں کا وہ جواب دیا جو قرآن میں مذکور ہے (یعنی مقتول کے معاملہ

Marfat.com

میں تو اپنی خطا اور غلطی کا اعتراف کر کے ناواقفیت کا عذر ظاہر کیا اور گھر میں پرورش پر احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تم نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اُن پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہو اُسی کے نتیجہ میں یہ نیرنگِ تقدیر میں تمھارے گھر میں پہنچا دیا گیا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خطاب کر کے پُوچھا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دو۔ فرعون نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تمھارے پاس رُسولِ رَب ہونے کی کوئی علامت ہے تو دکھلاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا زمین پر ڈالدی تو وہ عظیم الشان اژدہا کی شکل میں منھ کھولے ہوئے فرعون کی طرف لپکی۔ فرعون خوفزدہ ہو کر اپنے تخت کے نیچے چھپ گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے پناہ مانگی کہ اس کو روک لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو پکڑ لیا۔ پھر اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا یہ دوسرا معجزہ فرعون کے سامنے آیا پھر دوبارہ گریبان میں ہاتھ ڈالا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

فرعون نے ہیبت زدہ ہو کر اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ کیا ماجرا کیا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے درباریوں نے متفقہ طور پر کہا (کچھ فکر کی بات نہیں) یہ دونوں جادوگر ہیں اپنے جادو کے زریعہ تم کو تمھارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمھارے بہترین دین و مذہب کو (جو اُن کی نظر میں فرعون کی پرستش کرنا تھا) یہ مٹانا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں (اور کوئی فکر نہ کریں) کیونکہ آپ کے ملک میں بڑے بڑے جادوگر ہیں' آپ اُن کو بلا لیجیئے وہ اپنے جادو سے ان کے جادو پر غالب آجائیں گے۔

فرعون نے اپنی مملکت کے سب شہروں میں حکم دیدیا کہ جتنے آدمی جادوگری میں ماہر ہوں وہ سب دربار میں حاضر کر دیے جاویں ملک بھر کے جادوگر جمع

Marfat.com

ہو گئے تو انھوں نے فرعون سے پوچھا کہ جس جادوگر سے آپ ہمارا مقابلہ کرانا چاہتے ہیں وہ کیا عمل کرتا ہے، اس نے بتلایا کہ وہ اپنی لاٹھی کو سانپ بنادیتا ہے، جادوگروں نے بڑی بے فکری سے کہا کہ یہ تو کوئی چیز نہیں، لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنادینے کے جادو کا تو جو کمال ہمیں حاصل ہے اُس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر یہ طے کر دیجئے کہ اگر ہم اس پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔

فرعون نے کہا کہ تم غالب آ گئے تو تم میرے خاندان کا جزء اور مقربین خاص میں داخل ہو جاؤ گے اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔

اب جادوگروں نے مقابلہ کا وقت اور جگہ موسیٰ علیہ السلام سے طے کر کے اپنی عید کے دن چاشت کا وقت مقرر کر دیا۔ ابنِ جُبیرؒ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انکا یوم الزینہ (یعنی عید کا دن) جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اُس کے جادوگروں پر فتح عطا فرمائی وہ عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ جب سب لوگ ایک وسیع میدان میں مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تو فرعون کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِن کَانُوا هُمُ الغٰلِبُونَ' یعنی ہمیں یہاں ضرور رہنا چاہیئے تا کہ یہ ساحر یعنی موسیٰ وہارون اگر غالب آجائیں تو ہم بھی ان پر ایمان لے آئیں' اُن کی یہ گفتگو ان حضرات کے ساتھ استہزاء و مزاق کے طور پر تھی (اُن کا یقین تھا کہ یہ ہمارے جادوگروں پر غالب نہیں آ سکیں گے)۔

میدانِ مقابلہ مکمل آراستہ ہو گیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا کہ پہلے آپ کچھ ڈالیں (یعنی اپنا سحر دکھلائیں) یا ہم پہلے ڈال کر ابتداء کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ہی پہل کرو' اپنا جادو دکھلاو۔ ان لوگوں نے اپنی لاٹھیاں اور کچھ رسیاں زمین پر یہ کہتے ہوئے ڈالدیں بِعِزَّةِ فِرعَونَ اِنَّا

Marfat.com

لَنحن الغلبونَ' یعنی بطفیل فرعون ہم ہی غالب آئیں گے (یہ لاٹھیاں اور رسّیاں دیکھنے میں سانپ بن کر چلنے لگیں) یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر ایک خوف طاری ہوا (فَاَو جَسَ فِی نَفسِہٖ خِیفَتَہ مُّوسیٰ)

یہ خوف طبعی بھی ہو سکتا ہے جو مقتضائے بشریت ہے' انبیاء بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خوف اس بات کا ہو کہ اب اسلام کی دعوت جس کو میں لے کر آیا ہوں اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنی عصاڈالدو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصاڈالی تو وہ ایک بڑا اژدہابن گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا اس اژدہا نے اُن تمام سانپوں کو نگل لیا جو جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کے بنائے تھے۔

فرعونی جادوگر جادو کے فن کے ماہر تھے یہ ماجرا دیکھ کر اُن کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی عصا کا یہ اژدہا جادو سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس لیے جادوگروں نے اُسیوقت اعلان کر دیا کہ ہم اللہ پر اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پچھلے خیالات و عقائد سے توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اسکے ساتھیوں کی کمر توڑ دی اور اُنھوں نے جو جال پھیلایا تھا وہ سب باطل ہو گیا (فَغُلِبوا ھُنَالِکَ وَانقَلَبُوا صٰغِرِینَ) فرعون اور اسکے ساتھی مغلوب ہو گئے اور ذلت و رُسوائی کیساتھ اس میدان سے پسپا ہوئے۔

جس وقت یہ مقابلہ ہو رہا تھا فرعون کی بیوی آسیہ پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے دُعاء مانگ رہی تھی اور آلِ فرعون کے لوگ یہ سمجھتے رہے کہ یہ فرعون کی وجہ سے پریشان حال ہیں اُسکے لیے دُعا مانگ رہی ہیں حالانکہ اُن کا غم و فکر سارا موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا (اور اُنھیں کے غالب آنے کی دُعاء مانگ رہی تھیں (اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوئی

Marfat.com

معجزہ دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پر حجت تمام ہو جاتی تو اُسی وقت وعدہ کر لیتا تھا کہ اب میں بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجدوں گا مگر جب موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء سے وہ عذاب کا خطرہ ٹل جاتا تو اپنے وعدہ سے پھر جاتا تھا) اور یہ کہدیتا تھا کہ کیا آپ کا رب کوئی اور بھی نشانی دکھا سکتا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دَل اور کپڑوں میں جوئیں اور برتنوں اور کھانے میں مینڈکوں اور خُون وغیرہ کے عذاب مسلط کر دیئے' جن کو قرآن میں آیات مفصّلات کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور فرعون کا حال یہ تھا کہ جب اُن میں سے کوئی عذاب آتا اور اُس سے عاجز ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتا کہ کسی طرح یہ عذاب ہٹا دیجئے تو ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے پھر جب عذاب ٹل جاتا تو پھر بد عہدی کرتا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیدیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے نکل جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کو لیکر رات کے وقت شہر سے نکل گئے فرعون نے جب صبح کو دیکھا کہ یہ سب لوگ چلے گئے تو اپنی فوج تمام اطراف سے جمع کر کے اُنکے تعاقب میں چھوڑ دی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے اُس دریا کو جو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے راستہ میں تھا یہ حکم دیدیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تجھ پر لاٹھی ماریں تو دریا میں بارہ راستے بَن جانے چاہئیں۔ جن سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل الگ الگ گزر سکیں اور جب یہ گزر جائیں تو اُن کے تعاقب میں آنے والوں پر یہ دریا کے بارہ حصے پھر مِل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا کے قریب پہنچے تو یہ یاد نہ رہا کہ لاٹھی مارنے سے دریا میں راستے پیدا ہوں گے اور اُن کی قوم نے اُن سے فریاد کی اِنَّا لَمُدرَکُونَ یعنی ہم تو پکڑ لیے گئے (کیونکہ پیچھے سے فرعونی فوجوں کو آتا دیکھ رہے تھے اور آگے یہ دریا حائل تھا) اُس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ یاد آیا کہ دریا

Marfat.com

پر لاٹھی مارنے سے اسمیں رستے پیدا ہو جائیں گے اور فوراً دریا پر اپنی لاٹھی ماری یہ وہ وقت تھا کہ بنی اسرائیل کے پچھلے حصوں سے فرعونی افواج کے اگلے حصے تقریباً مل چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے دریا کے الگ الگ ٹکڑے ہو کر وعدہ ربانی کے مطابق بارہ راستے بن گئے اور موسیٰ علیہ السلام اور تمام بنی اسرائیل ان راستوں سے گزر گئے۔ فرعونی افواج جو اُن کے تعاقب میں تھی اُنھوں نے دریا میں راستے دیکھ کر اُن کے تعاقب میں اپنے گھوڑے اور پیادے ڈالدیئے تو دریا کے یہ مختلف ٹکڑے بامرِ ربانی پھر آپس میں مل گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو اُن کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ فرعون اُنکے ساتھ غرق نہ ہوا ہو اور اُسنے اپنے آپ کو بچالیا ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی کہ فرعون کی ہلاکت ہم پر ظاہر کردے قدرتِ حق نے فرعون کی مُردہ لاش کو دریا سے باہر پھینک دیا اور سب نے اسکی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔

اس کے بعد یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آگے چلے تو راستہ میں ان کا گزر ایک قوم پر ہوا جو اپنے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت اور پرستش کر رہے تھے۔ تو یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے (یٰمُوسَی اجعَل لَّنَآ اِلٰهاً کَمَا لَهُم اٰلِهة قَالَ اِنَّکُم قَوم تَجهَلُونَ اِنَّ هٰٓؤُ لَآءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ) یعنی اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسے انھوں نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عجیب قوم ہو کہ ایسی جہالت کی باتیں کرتے ہو' یہ لوگ جو بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں انکی عبادت برباد ہونیوالی ہے (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کہ تم اپنے پروردگار کے اتنے معجزات اور اپنے اوپر انعامات دیکھ چکے ہو پھر بھی تمھارے یہ جاہلانہ خیالات نہیں بدلے۔ یہ کہکر حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے اُن ساتھیوں کے یہاں سے آگے بڑھے اور ایک مقام پر جا کر

Marfat.com

اُن کو ٹھہرا دیا اور فرمایا تم سب یہاں ٹھہرو' میں اپنے رب کے پاس جاتا ہوں' تیس دن کے بعد واپس آجاؤنگا اور میرے پیچھے ہارون علیہ السلام میرے نائب و خلیفہ رہیں گے ہر کام میں اُن کی اطاعت کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام ان سے رُخصت ہو کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور (اشارہ ربانی سے) تیس دن رات کا مُسلسل روزہ رکھا تاکہ اسکے بعد کلامِ ربانی سے مستفید ہو سکیں مگر تیس دن رات کے مُسلسل روزہ سے جو ایک قسم کی بو روزہ دار کے منھ میں ہو جاتی ہے یہ فکر ہوئی کہ اس بُو کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شرفِ ہمکلامی نامناسب ہے تو پہاڑی گھاس کے ذریعہ مسواک کر کے منھ صاف کر لیا۔ جب بارگاہِ حق میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ارشاد ہوا کہ تم نے افطار کیوں کر لیا (اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کچھ کھایا پیا نہیں بلکہ صرف منھ صاف کر لینے کو پیغمبرانہ امتیاز کی بِنا پر افطار کرنے سے تعبیر فرمایا) موسیٰ علیہ السلام نے اس حقیقت کو سمجھ کر عرض کیا کہ اے میرے پرودگار مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ سے ہمکلام ہونے کے لیے منھ کی بو دُور کر کے صاف کرلوں۔ حکم ہوا کہ موسیٰ کیا تمھیں خبر نہیں کہ روزہ دار کے منھ کی بُو ہمارے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے' اب آپ لوٹ جایئے اور دس دن مزید روزے رکھیئے پھر ہمارے پاس آیئے موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔

ادھر جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے دیکھا کہ مقررہ مدت تیس روز گزر گئے اور موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئے تو اُن کو یہ بات ناگوار ہوئی' ادھر حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے رخصت ہونے کے بعد اپنی قوم میں ایک خطبہ دیا کہ قوم فرعون کے لوگوں کی بہت سی چیزیں جو تم نے عاریتہً مانگ رکھی تھیں یا اُنھوں نے تمھارے پاس ودیعت (امانت) رکھوا رکھی تھیں وہ

Marfat.com

سب تم اپنے ساتھ لے آئے ہو اگرچہ تمھاری بھی بہت سی چیزیں قوم فرعون کے پاس عاریت اور ودیعت کی تھیں اور آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اُن کی یہ چیزیں ہماری چیزوں کے معاوضہ میں ہم نے رکھ لی ہیں مگر میں اس کو حلال نہیں سمجھتا کہ اُن کی عاریت اور ودیعت کا سامان تم اپنے استعمال میں لاؤ اور ہم اس کو واپس بھی نہیں کر سکتے اس لیے ایک گڑھا کھدوا کر سب کو حکم دیا کہ یہ چیزیں خواہ زیورات ہوں یا دوسری استعمالی اشیاء سب اس گڑھے میں ڈالدو (ان لوگوں نے اسکی تعمیل کی) ہارون علیہ السلام نے اس سارے سامان کے اوپر آگ جلوادی جس سے یہ سب سامان جل گیا اور فرمایا کہ اب یہ نہ ہمارا رہا نہ اُن کا۔

اُن کے ساتھ ایک شخص سامری ایک ایسی قوم کا فرد تھا جو گائے کی پرستش کیا کرتے تھے یہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر جب حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیا' اس کو یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ اس نے (جبرئیل علیہ السلام) کا ایک اثر دیکھا (یعنی جہاں اُن کا قدم پڑتا ہے اُسمیں زندگی اور نمو پیدا ہو جاتا ہے) اس نے اُس جگہ سے ایک مُٹھی مٹی کو اُٹھالیا' اس کو ہاتھ میں لیے ہوئے آ رہا تھا کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' ہارون علیہ السلام۔ نے خیال کیا کہ اسکی مٹھی میں کوئی فرعونی زیور وغیرہ ہے اس سے کہا کہ جس طرح سب نے اس گڑھے میں ڈالا ہے تم بھی ڈالدو' اس نے کہا یہ تو اُس رسول (جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا سے پار کرایا ہے اور میں اس کو کسی طرح نہ ڈالوں گا بجز اسکے کہ آپ یہ دعاء کریں کہ میں جس مقصد کے لیے ڈالوں وہ مقصد پورا ہو جائے' ہارون علیہ السلام نے دُعا کا وعدہ کر لیا اُسنے وہ مٹھی مٹی کی اس گڑھے میں ڈالدی اور حسبِ وعدہ ہارون علیہ السلام نے دُعا کی کہ یا اللہ جو کچھ سامری چاہتا ہے وہ پُورا کر دیجئیے۔ جب وہ دُعاء کر چکے تو سامری نے کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ سونا'

Marfat.com

چاندی'لوہا' پیتل جو کچھ اس گڑھے میں ڈالا گیا ہے ایک گائے کا بچھڑا بن جائے۔ ہارون علیہ السلام دُعاء کر چکے تھے اور وہ قبول ہو چکی تھی جو کچھ زیورات اور تانبا پیتل لوہا اس میں ڈالا گیا تھا سب کا ایک بچھڑا بن گیا جسمیں کوئی روح تو نہ تھی مگر گائے کی طرح آواز نکالتا تھا۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ وہ کوئی زندہ آواز نہیں تھی بلکہ ہوا اُس کے پچھلے حصہ سے داخل ہو کر منہ سے نکلتی تھی اُس سے یہ آواز پیدا ہوتی تھی۔

یہ عجیب و غریب قصہ دیکھ کر بنی اسرائیل کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے'ایک فرقہ نے سامری سے پُوچھا کہ یہ کیا ہے اُس نے کہا یہی تمھارا خدا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھُول کر دوسری طرف چلے گئے۔ ایک فرقہ نے یہ کہا کہ ہم سامری کی اس بات کی اُسوقت تک تکذیب نہیں کر سکتے جب تک موسیٰ علیہ السلام حقیقتِ حال بتلائیں اگر واقع میں یہی ہمارا خدا ہے تو ہم اسکی مخالفت کر کے گناہگار نہیں ہونگے اور یہ خدا نہیں تو ہم موسیٰ علیہ السلام کے قول کی پیروی کریں گے۔

ایک اور فرقہ نے کہا کہ یہ سب شیطانی دھوکہ ہے یہ ہمارا رب نہیں ہو سکتا نہ ہم اس پر ایمان لا سکتے ہیں نہ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ایک اور فرقہ کے دل میں سامری کی بات اُتر گئی اور اُس نے سامری کی تصدیق کر کے اسکو اپنا خدا مان لیا۔

ہارون علیہ السلام نے یہ فسادِ عظیم دیکھا تو فرمایا یٰقَوم اِنَّمَا فُتِنتُم بِہٖ وَاِنَّ رَبَّکُم الرَّحمٰنُ فَاتَّبِعُونِی وَاَطِیعُوآ اَمرِی'یعنی اے میری قوم تم فتنہ میں پڑ گئے ہو بلاشبہ تمھارا رب اور خدا تو رحمٰن ہے تم میرا اتباع کرو اور میرا حکم مانو۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ بتلایئے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو کیا ہوا کہ ہم سے تیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے اور وعدہ خلافی کی یہاں تک کہ اب چالیس دن پورے ہو رہے ہیں۔ اُن کے کچھ بے وقوفوں نے کہا کہ موسی علیہ السلام اپنے رب کو بھول گئے اس کی تلاش

Marfat.com

میں پھرتے ہونگے۔

اس طرف جب چالیس روزے پورے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہمکلامی نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس فتنہ کی خبر دی جسمیں اُن کی قوم مبتلا ہو گئی تھی فَرَجَعَ مُوسیٰٓ اِلیٰ قَومِہٖ غَضبَانَ اَسِفًا' موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بڑے غصے میں اور افسوس کی حالتیں واپس آئے اور آ کر وہ باتیں فرمائیں جو قرآن میں تم نے پڑھی ہیں۔ وَاَلقَی الاَلوَاحَ وَاَخَذَ بِرَأسِ اَخِیہِ یَجُرُّہٗ اِلَیہِ' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس غصّے میں اپنے بھائی ہارون کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے اور الواحِ تورات جو کہ کوہ طور سے ساتھ لائے تھے ہاتھ میں سے رکھدیں پھر غصہ فرو ہونیکے بعد بھائی کا عذر صحیح معلوم کر کے اسکو قبول کیا اور اُن کے لیے اللہ سے استغفار کیا' پھر سامری کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی' اُس نے جواب دیا قَبَضتُ قَبضَۃً مِن اَثَرِالرسول' یعنی میں نے رسول (جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی اُٹھالی تھی اور میں نے سمجھ لیا تھا (کہ یہ جس چیز پر ڈالی جائے گی اُسمیں حیات کے آثار پیدا ہو جائیں گے) مگر میں نے تم لوگوں سے اس بات کو چھپائے رکھا فَنَبَذتُھَا وَکَذٰلِکَ سَوَّلَت لِی نَفسِی' یعنی میں نے اس مٹی کو (زیورات وغیرہ کے ڈھیر پر ڈالدیا) میرے نفس نے میرے لیے یہ کام پسندیدہ شکل میں دکھلایا۔

قَالَ فَاذھَب فَاِنَّ لَکَ فِی الحَیٰوۃِ اَن تَقُولَ
لَامِسَاسَ وَاِنَّ لَکَ مَوعِدً الَّن تُخلَفَہٗ وَانظُر اِلٰی
اِلٰھِکَ الَّذِی ظَلتَ عَلَیہِ عَاکِفاً لَنُحَرِّ قَنَّہٗ' ثُمَّ
لَنَنسِفَنَّہٗ' فِی الیَمِّ نَسفًا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا کہ جا اب تیری سزا یہ ہے کہ تو زندگی بھر یہ کہتا پھرے کہ مجھے کوئی مس نہ کرے (ورنہ وہ عذاب میں گرفتار ہو جائیگا) اور تیرے

Marfat.com

لیے ایک میعاد مقرر ہے جس کے خلاف نہیں ہو گا کہ زندگی میں تو یہ عذاب چکھتا رہے) اور دیکھ اپنے اُس معبود کو جس کی تو نے پرستش کی ہے ہم اس کو آگ میں جلائینگے پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہادیں گے' اگر یہ خدا ہوتا تو ہم کو اس عمل پر قدرت نہ ہوتی۔

اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ ہم فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے اور سب کو اُس جماعت پر غبطہ اور رشک ہونے لگا' جسکی رائے حضرت ہارون کے مطابق تھی (یعنی یہ ہمارا خدا نہیں ہو سکتا) بنی اسرائیل کو اپنے اس گناہِ عظیم پر تنبہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے رب سے دُعا کیجئے کہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھولدے جس سے ہمارے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کام کے لیے بنی اسرائیل میں سے ستر ایسے صلحاء نیک لوگوں کا انتخاب کیا جو پوری قوم میں نیکی اور صلاح میں ممتاز تھے اور جواُن کے علم میں گوسالہ پرستی سے بھی دُور رہے تھے اس انتخاب میں بڑی چھان بین سے کام لیا۔ ان ستر منتخب صلحاء بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف چلے تا کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں عرض کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر پہنچے تو زمین میں زلزلہ آیا جس سے موسیٰ علیہ السلام کو بڑی شرمندگی اس وفد کے سامنے ہوئی اور قوم کے سامنے بھی۔ اس لیے عرض کیا رَبِّ لَو شِئتَ اَھلَکتَھُم مِنْ قَبلُ وَاِیایَ اَتُھلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنا' یعنی اے میرے پروردگار اگر آپ ان کو ہلاک ہی کرنا چاہتے تھے تو اس وفد میں آنے سے پہلے ہلاک کر دیتے اور مجھے بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دیتے' کیا آپ ہم سب کو اس لیے ہلاک کرتے ہیں کہ ہم میں کچھ بیوقوفوں نے گناہ کیا ہے۔ اور دراصل وجہ اس زلزلہ کی یہ تھی کہ اس وفد میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحقیق و تفتیش کے باوجود کچھ لوگ اُنھیں میں سے

Marfat.com

شامل ہو گئے تھے جو پہلے گوسالہ پرستی کر چکے تھے اور اُن کے دِلوں میں گوسالہ کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعاء و فریاد کے جواب میں ارشاد ہوا

وَرَحمَتِی وَسِعَت کُلَّ شَیءٍ فَسَاَ کتُبُهَا لِلَّذِینَ
یَتَّقُونَ وَیُؤتُونَ الزَّ کٰوۃَ وَالَّذِینَ هُم بِاٰیٰتِنَا یُؤمِنُونَ
اَلَّذِینَ یَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِیَّ الاُمِّیَّ الَّذِی یَجِدُونَه
مَکتُوباً عِندَهُم فِی التَّوراۃِ وَالاِنجِیل

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری رحمت تو سب کو شاملِ ہے اور میں عنقریب لکھدونگا اپنی رحمت (کا پروانہ) اُن لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اتباع کرتے ہیں اُس رسولِ اُمّی کا جس کا ذکر لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

یہ سُن کر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' اے میرے پروردگار' میں نے آپ سے اپنی قوم کی توبہ کے بارے میں عرض کیا تھا' آپ نے جواب میں رحمت کا عطا فرمانا میری قوم کے علاوہ دوسری قوم کے متعلق ارشاد فرمایا' تو پھر آپ نے میری پیدائش کو مؤخر کیوں نہ کر دیا کہ مجھے بھی اُس نبی اُمّی کی اُمتِ مرحومہ کے اندر پیدا فرما دیتے' اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا ایک طریقہ ارشاد ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت یہ ہے کہ انہیں سے ہر شخص اپنے متعلقین میں سے باپ یا بیٹے جس سے ملے اسکو تلوار سے قتل کر دے اُسی جگہ میں جہاں یہ گوسالہ پرستی کا گناہ کیا تھا۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جن کا حال موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا اور انکو بے قصور صالح سمجھ کر ساتھ لیا تھا مگر در حقیقت اُن کے دل میں

Marfat.com

گوسالہ پرستی کا جذبہ لپٹک تھا وہ بھی اپنے دل میں نادم ہو کر تائب ہو گئے اور اُنھوں نے اُس شدید حکم پر عمل کیا جو اُن کی توبہ قبول کرنے کے لیے بطور کفارہ نافذ کیا تھا (یعنی اپنے عزیز و اقارب کا قتل) اور جب اُنھوں نے یہ عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونوں کی خطا معاف فرمادی اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی الواح جن کو غصہ میں ہاتھ سے رکھ دیا تھا اُٹھا کر اپنی قوم کو لے کر ارضِ مقدسہ (شام) کی طرف چل دیئے وہاں ایک ایسے شہر پر پہنچے جس پر جبارین کا قبضہ تھا جن کی شکل و صورت اور قد و قامت بھی ہیبت ناک تھی اُن کے ظلم و جور اور قوت و شوکت کے عجیب و غریب قصے ان سے کہے گئے (موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے مگر بنی اسرائیل پر ان جبارین کے حالات سنکر رُعب چھا گیا اور) کہنے لگے اے موسیٰ اس شہر میں تو بڑے جبار ظالم لوگ ہیں جن کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہم تو اس شہر میں اُس وقت تک داخل نہیں ہونگے جب تک یہ جبارین وہاں موجود ہیں' ہاں وہ یہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم اُس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِینَ یَخَافُوْنَ' اس روایت کے راویوں میں جو یزید بن ہارون ہے اُس سے پوچھا گیا کہ کیا ابنِ عباسؓ نے اس آیت کی قرات اسی طرح کی ہے' یزید بن ہارون نے کہا کہ ہاں ابنِ عباسؓ کی قرات یوں ہی ہے رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِینَ یخافونَ سے مُراد قوم جبارین کے دو آدمی ہیں جو اس شہر سے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے' اُنھوں نے بنی اسرائیل پر اپنی قوم کا رعب طاری دیکھ کر کہا کہ ہم اپنی قوم کے حالات سے خوب واقف ہیں تم اُن کے ڈیل ڈول اور اُن کی جسامت اور اُن کی بڑی تعداد سے ڈر رہے ہو حقیقت یہ ہے کہ اُن میں دل (کی قوت) بالکل نہیں اور نہ مقابلہ کرنے کی ہمت ہے تم ذرا شہر کے دروازے تک چلے چلو تو دیکھ لینا کہ (وہ ہتھیار ڈال دیں گے) اور تم ہی اُن پر غالب آؤ گے۔

Marfat.com

اور بعض لوگوں نے رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِینَ یَخَافُونَ کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ دو شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم بنی اسرائیل کے تھے۔

قَالُوا یٰمُوسٰی اِنَّا لَن نَّد خُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوا فِیهَا
فَاذهَب اَنتَ وَرَبُّکَ فَقَا تِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُونَ

'یعنی بنی اسرائیل نے ان دونوں آدمیوں کی نصیحت سُننے کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام کو کورا جواب اس بیہودگی کے ساتھ دیا کہ اے موسیٰ ہم تو اس شہر میں اُسوقت تک ہر گز نہ جائیں گے جب تک جبّارین وہاں موجود ہیں اگر آپ ان کا مقابلہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو آپ اور آپکا رب جاکر ان سے لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ کے بیشمار انعامات کے ساتھ ہر قدم پر اُن کی سرکشی اور بیہودگی کا مشاہدہ کرتے آرہے تھے مگر اسوقت تک صبر و تحمل سے کام لیتے رہے' کبھی اُن کے لیے بد دُعا نہیں کی اسوقت ان کے اس بیہودہ جواب سے وہ بہت دل شکستہ اور غمگین ہو گئے اور اُن کے لیے بد دُعا کی' اُن کے حق میں فاسقین کے الفاظ استعمال فرمائے۔ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے بھی فاسقین کا نام دیدیا اور اس زمین مقدس سے ان لوگوں کو چالیس سال کے لیے محروم کر دیا اور اس کھلے میدان میں اُن کو ایسا قید کر دیا کہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے کہیں قرار نہ تھا۔ مگر چونکہ اللہ کے رسُول حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اُن کے ساتھ تھے اُن کی برکت اور طفیل سے اس قوم فاسقین پر اس سزا کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں برستی رہیں کہ اس میدان تیہ میں یہ جس طرف چلتے تھے بادل ان کے سروں پر سایہ کر دیتا تھا' اُن کے کھانے کے لیے مَنّ و سلوٰی نازل ہوتے تھے' اُن کے کپڑے معجزانہ انداز سے نہ میلے ہوتے تھے نہ پھٹتے تھے۔ اور ان کو ایک مربع پتھر عطا فرمادیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیدیا تھا کہ جب

Marfat.com

اُن کو پانی کی ضرورت ہو تو اس پتھر پر اپنی لاٹھی مارو تو اسمیں سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے تھے' پتھر کی ہر جانب سے تین چشمے بہنے لگتے تھے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں یہ چشمے متعین کر کے تقسیم کر دیئے گئے تھے تاکہ باہم جھگڑا نہ پیدا ہو اور جب بھی یہ لوگ کسی مقام سے سفر کرتے اور پھر کہیں جاکر منزل کرتے تو اس پتھر کو وہیں موجود پاتے تھے (قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث کو مرفوع کر کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد قرار دیا ہے اور میرے نزدیک یہ درست ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ نے ابنِ عباسؓ کو یہ حدیث روایت کرتے ہوئے سُنا تو اس بات کو منکر اور غلط قرار دیا جو اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس قبطی کو قتل کیا تھا اور اس کا سُراغ قوم فرعون کو نہیں مل رہا تھا تو اُس کی مخبری اُس دوسرے فرعونی شخص نے کی جس سے دوسرے روز یہ اسرائیلی لڑ رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ فرعونی کو تو کل کے واقعہ قتل کا علم نہیں تھا وہ اس کی مخبری کیسے کر سکتا تھا اس کی خبر تو صرف اسی لڑنے والے اسرائیلی کو معلوم تھی۔

جب حضرت معاویہؓ نے انکی حدیث کے اس واقعہ کا انکار کیا تو ابنِ عباسؓ کو غصہ آیا' اور حضرت معاویہؓ کا ہاتھ پکڑ کر سعد بن مالک زہریؓ کے پاس لے گئے اور اُن سے کہا کہ اے ابو اسحاق کیا تمھیں یاد ہے جب ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتیل موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حدیث بیان فرمائی' اس راز کا افشاء کرنے والا اور فرعون کے پاس مخبری کرنے والا اسرائیلی تھا یا فرعونی۔ سعد بن مالک نے فرمایا کہ فرعونی تھا کیونکہ اُسنے اسرائیلی سے یہ سُن لیا تھا کہ کل کا واقعہ قتل موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا تھا اسنے اسکی شہادت فرعون کے پاس دے دی' امام نسائی نے یہ پوری طویل حدیث اپنی کتاب سُنن کبریٰ کی کتاب التفسیر میں نقل فرمائی ہے۔

Marfat.com

اور اس پوری حدیث کو ابنِ جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی یزید بن ہارون کی سند سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ ابنِ عباسؓ کا اپنا کلام ہے جس کو اُنھوں نے کعب بن احبار کی اُن اسرائیلی روایات سے لیا ہے جن کے نقل کرنے اور بیان کرنے کو جائز رکھا گیا ہے۔ ہاں کہیں کہیں اس کلام میں مرفوع حدیث کے جملے بھی شامل ہیں۔ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس پوری حدیث اور اُس پر مذکور الصدر تحقیق و تصدیق لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی بھی ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی طرح اس روایت کو موقوف ابن عباسؓ کا کلام قرار دیتے تھے۔

سامری کون تھا

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ آلِ فرعون کا قبطی آدمی تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور جب بنی اسرائیل کو لیکر موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو یہ بھی ساتھ ہو لیا۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا اور قبیلہ سامرہ ملک شام میں معروف ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی یہ کسی طرح مصر پہنچ گیا اور بظاہر دین بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا (قرطبی) حاشیہ قرطبی میں ہے کہ یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔ انتہی۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا پھر اپنے کفر کی طرف لوٹ گیا یا پہلے ہی سے منافقانہ طور پر ایمان کا اظہار کیا وَاللہُ اَعْلَمُ۔

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ ابن ظفر تھا ۔ ابن جریر نے

Marfat.com

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ سامری پیدا ہوا تو فرعون کی طرف سے تمام اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا حکم جاری تھا اس کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونی سپاہی اس کو قتل کر دیں گے تو بچہ کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنے کی مصیبت سے یہ بہتر سمجھا کہ اس کو جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اُوپر سے بند کر دیا (کبھی کبھی اسکی خبر گیری کرتی ہو گی) ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کر دیا وہ اپنی ایک انگلی پر شہد ایک پر مکھن ایک پر دودھ لاتے اور اس بچہ کو چٹا دیتے تھے یہاں تک کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہو گیا اور اسکا انجام یہ ہوا کہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو مبتلا کیا پھر قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے دو شعروں میں اسطرح ضبط کیا ہے۔ (از روح المعانی)

اذاالمرء لم يخلق سعيد اتحيّرت عقول مربّيه و خاب المؤمل

فموسى الذى ربّاه جبريل كافر و موسى الذى ربّاه فرعون مرسل

(ترجمہ) جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو تو اُسکے پرورش کرنے والوں کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے اُمید کرنے والا محروم ہو جاتا ہے۔ دیکھو جس موسیٰ کو جبرئیل امین نے پالا تھا وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا۔

حضرت ابن عباسؓ کی قرآن فہمی کا واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں ابن ابی حاتم کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور اُن سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی اُنھوں نے حضرت ابنِ عباسؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس شیخ کے پاس جاؤ اُن سے دریافت کرو اور وہ جو جواب دیں مجھے بھی اس کی اطلاع کر دو یہ شخص حضرت ابن

Marfat.com

عباسؓ کے پاس گیااور دریافت کیا کہ اس آیت میں رتقا اور فتقنا سے کیا مُراد ہے ؟
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے آسمان بند تھے بارش نہ برساتے تھے اور زمین بند تھی کہ اسمیں نباتات نہیں اُگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو آباد کیا تو آسمان کی بارش کھولدی اور زمین کا نشو ونما۔ یہ شخص آیت کی تفسیر معلوم کر کے حضرت ابن عمرؓ کے پاس واپس گیااور جو کچھ ابن عباسؓ سے سنا تھا وہ بیان کیا تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اب مجھے ثابت ہو گیا کہ واقعی ابن عباسؓ کو قرآن کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباسؓ کے بیانات کو ایک جراءت سمجھا کرتا تھا جو مجھے پسند نہ تھی اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو علومِ قرآن کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے اُنھوں نے رتق وفتق کی تفسیر صحیح فرمائی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہؓ کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کیساتھ سفر میں تھے کہ ایک ایسی بستی پر گزر ہوا جہاں کا رئیس ظالم بدکار تھا جب کسی شخص کے ساتھ اسکی بیوی کو دیکھتا تو بیوی کو پکڑ لیتا اور اُس سے بدکاری کرتا۔ مگر یہ معاملہ اُس صورت میں نہ کرتا تھا جبکہ کوئی بیٹی اپنے باپ کے ساتھ یا بہن اپنے بھائی کیساتھ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بستی میں مع اہلیہ کے پہنچنے کی مخبری اس ظالم بدکار کے سامنے کر دی گئی تو اُس نے حضرت سارہ کو گرفتار کر کے بلوالیا۔ پکڑنے والوں نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ عورت رشتہ میں تم سے کیا تعلق رکھتی ہے ابراہیم علیہ السلام نے ظالم کے خوف سے بچنے کے لیے یہ فرمادیا کہ یہ میری بہن ہے (یہی وہ چیز ہے جس کو حدیث میں تیسرے جھوٹ سے تعبیر کیا گیا ہے) مگر اسکے باوجود وہ پکڑ کر لے گئے اور ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو بھی بتلا دیا کہ میں نے تم کو اپنی بہن کہا ہے

Marfat.com

تم بھی اسکے خلاف نہ کہنااور وجہ یہ ہے کہ اسلامی رشتہ سے تم میری بہن ہو کیونکہ اسوقت اس زمین میں دو ہی مسلمان ہیں اور اسلامی اخوت کا تعلق رکھتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام کو مقابلے پر قدرت نہ تھی۔اللہ کے سامنے الحاح وزاری کے لیے نماز پڑھنا شروع کر دیا حضرت سارہ اس کے پاس پہنچیں یہ ظالم بُری نیت سے ان کی طرف بڑھا تو قدرت نے اس کو اپاہج ومعذور کر دیا اس پر اس نے حضرت سارہ سے درخواست کی کہ تم دُعا کر دو کہ میری یہ معذوری دُور ہو جاوے میں تمھیں کچھ نہ کہونگا۔ان کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے پھر اسکو صحیح سالم کر دیا مگر اُس نے عہد شکنی کی اور پھر بُری نیت سے اُن پر ہاتھ ڈالنا چاہا پھر اللہ نے اُس کے ساتھ وہی معاملہ کیا اسی طرح تین مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تو اسنے حضرت سارہ کو واپس کر دیا۔ (یہ خلاصہ مضمون حدیث کا ہے)۔

مقدمہ کا وہ واقعہ جو حضرت داؤدؑ اور پھر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش ہوا

امام بغوی نے حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ اور زہری سے اس واقعہ کی روایت اس طرح کی ہے کہ دو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں ایک شخص بکریوں والا دوسرا کھیتی والا تھا کھیتی والے نے بکریوں والے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسکی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں گھس گئیں اور کھیت کو بالکل صاف کر دیا کچھ نہیں چھوڑا (غالباً مدعا علیہ نے اسکا اقرار کر لیا ہوگا اور بکریوں کی پوری قیمت اسکے ضائع شدہ کھیت کی قیمت کے برابر ہوگی اس لیے) حضرت داؤدؑ نے یہ فیصلہ سنادیا کہ بکریوں والا اپنی ساری بکریاں کھیت والے کو دیدے۔(کیونکہ جو چیزیں قیمت ہی کے ذریعہ لی اور دیجاتی ہیں جن کو عرف فقہا میں ذوات القیم کہا جاتا ہے وہ اگر کسی نے ضائع کر دی تو اسکا ضمان قیمت ہی کے حساب سے دیا جاتا ہے بکریوں کی قیمت

Marfat.com

چونکہ ضائع شدہ کھیتی کی قیمت کے مساوی تھی اس لیے یہ ضابطہ کا فیصلہ فرمایا گیا) یہ دونوں مدعی اور مدعا علیہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت سے واپس ہوئے تو (دروازے پر اُن کے صاحبزادے) حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا؟ ان لوگوں نے بیان کر دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میں کرتا تو اسکے علاوہ کچھ اور ہوتا جو فریقین کے لیے مفید اور نافع ہوتا۔ پھر خود والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی بات عرض کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تاکید کے ساتھ دریافت کیا کہ وہ کیا فیصلہ ہے جو دونوں کے لیے اس فیصلہ سے بہتر ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ بکریاں تو سب کھیت والے کو دیدیں کہ وہ اُن کے دودھ اور اُون وغیرہ سے فائدہ اُٹھاتا رہے اور کھیت کی زمین بکریوں والے کے سُپرد کر دیں کہ وہ اس میں کاشت کر کے کھیت اُگائے۔ جب یہ کھیت اُس حالت پر آجائے جس پر بکریوں نے کھایا تھا تو کھیت کھیت والے کو دلوادیں اور بکریاں بکری والے کو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس فیصلے کو پسند فرما کر کہا کہ بس اب فیصلہ یہی رہنا چاہیے اور فریقین کو بلا کر دوسرا فیصلہ کر دیا۔

قصہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اسرائیلی روایات بڑی طویل ہیں اُن میں سے جن کو حضرات محدثین نے تاریخی درجہ میں قابلِ اعتماد سمجھا ہے وہ نقل کی جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ اُن کو کوئی شدید مرض پیش آیا جس پر وہ صبر کرتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو اس سے نجات ملی اور یہ کہ اس بیماری کے زمانے میں اُن کی اولاد اور احباب سب غائب ہو گئے خواہ موت

Marfat.com

کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے' پھر حق تعالیٰ نے انکو صحت و عافیت دی اور جتنی اولاد تھی وہ سب انکو دیدی بلکہ اتنی ہی اور بھی زیادہ دیدی' باقی قصے کے اجزاء بعض تو مستند احادیث میں موجود ہیں اور زیادہ تر تاریخی روایات ہیں حافظ ابن کثیر نے اس قصے کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ :

ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتدا میں مال و دولت اور جائداد اور شاندار مکانات اور سواریاں اور اولاد اور حشم و خدم بہت کچھ عطا فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا یہ سب چیزیں اُنکے ہاتھ سے نکل گئیں اور بدن میں بھی ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جزام ہوتا ہے کہ بدن کا کوئی حصہ بجز زبان اور قلب کے اس بیماری سے نہ بچا وہ اس حالت میں زبان و قلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں' دوستوں اور پڑوسیوں نے اُن کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک کوڑا کچرہ ڈالنے کی جگہ پر ڈالدیا۔ کوئی اُن کے پاس نہ جاتا تھا صرف اُن کی بیوی اُن کی خبر گیری کرتی تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھی جسکا نام لیا بنت میشا ابن یوسف علیہ السلام بتلایا جاتا ہے (ابن کثیر) مال و جائداد تو سب ختم ہو چکا تھا ان کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور اُن کے لیے رزق اور ضروریات فراہم کرتی اور انکی خدمت کرتی تھیں۔

ایوب علیہ السلام کا یہ ابتلاء و امتحان کوئی حیرت و تعجب کی چیز نہیں' نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اشدّ النّاس بلاء الانبیاء ثمّ الصّالحون ثمّ الامثل فالامثل' یعنی سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائشیں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی ہیں اُن کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بدرجہ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء اور آزمائش اس کی دینی صلابت اور مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے جو دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اُتنی اس کی آزمائش و ابتلاء زیادہ ہوتی ہے (تاکہ اسی مقدار سے اسکے درجات

Marfat.com

اللہ کے نزدیک بلند ہوں) حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زمرۂ انبیاء علیہم السلام میں دینی صلابت اور صبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا (جیسے داؤد علیہ السلام کو شکر کا ایسا ہی امتیاز دیا گیا تھا) مصائب و شدائد پر صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام ضرب المثل ہیں۔ یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو مال و اولاد وغیرہ سب دُنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے آزمائش فرمائی تو انھوں نے فارغ ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال جائداد اور دولتِ دُنیا اور اولاد عطا فرمائی جس کی محبت میرے دل کے ایک ایک جز پر چھا گئی پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کر دیا اور اب میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

حافظ ابن کثیر یہ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وہب بن منبہ سے اس قصہ میں بڑی طویل روایات منقول ہیں جن میں غرابت پائی جاتی ہے اور طویل ہیں اس لیے ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اس شدید بلاء میں کہ سب مال و جائداد اور دولتِ دُنیا سے الگ ہو کر ایسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوئے کہ لوگ پاس آتے ہوئے گھبرائیں، بستی سے باہر ایک کوڑے کچرے کی جگہ پر سات سال چند ماہ پڑے رہے کبھی جزع و فزع یا شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہیں آیا۔ نیک بی بی لیا زوجہ محترمہ نے عرض بھی کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے اللہ سے دُعا کیجیے کہ یہ تکلیف دُور ہو جائے تو فرمایا کہ میں نے ستر سال صحیح تندرست اللہ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں کیا اسکے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے گزرنے مشکل ہیں۔ پیغمبرانہ عزم و ضبط اور صبر و ثبات کا یہ عالم تھا کہ دُعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے کہ

Marfat.com

کہیں صبر کیخلاف نہ ہو جائے (حالانکہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا اور اپنی احتیاج و تکلیف پیش کرنا بے صبری میں داخل نہیں) بالآخر کوئی ایسا سبب پیش آیا جس نے ان کو دُعا کرنے پر مجبور کر دیا اور جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے یہ دُعاء ہی تھی کوئی۔ بے صبری نہیں تھی حق تعالیٰ نے اُن کے کمالِ صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرمادی ہے فرمایا اِنَّا وَجَدنٰاہُ صَابِرًا اس سبب کے بیان میں روایات بہت مختلف اور طویل ہیں اس لیے ان کو چھوڑا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ (جب ایوب علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی اور اُن کو حکم ہوا کہ زمین پر ایڑ لگایئے یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اُس سے غسل کیجئے اور اسکا پانی پیجیئے تو یہ سارا روگ چلا جائیگا۔ حضرت ایوبؑ نے اسکے مطابق کیا تمام بدن جو زخموں سے چُور تھا اور بجز ہڈیوں کے کچھ نہ رہا تھا اس چشمہ کے پانی سے غسل کرتے ہی سارا بدن کھال اور بال یکایک اپنی اصلی حالت پر آگئے تو) اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے الگ جنت کا ایک لباس بھیج دیا وہ زیب تن فرمایا اور اس کوڑے کچرے سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ زوجہ محترمہ حسب عادت انکی خبر گیری کے لیے آئیں تو انکو اپنی جگہ پر نہ پا کر رونے لگی۔ ایوب علیہ السلام جو ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے اُن کو نہیں پہچانا کہ حالت بدل چکی تھی انہیں سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے (کیا تمھیں معلوم ہے کہ) وہ بیمار مبتلا جو یہاں پڑا رہتا تھا کہاں چلا گیا؟ کیا کتوں یا بھیڑیوں نے اُسے کھالیا؟ اور کچھ دیر تک اس معاملے میں ان سے گفتگو کرتی رہی۔ یہ سب سُن کر ایوب علیہ السلام نے اُن کو بتلایا کہ میں ہی ایوب ہوں مگر زوجہ محترمہ نے اب تک بھی نہیں پہچانا۔ کہنے لگی اللہ کے بندے کیا آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں تو ایوب علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ غور کرو میں ہی ایوب ہوں اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی اور میرا بدن از سر نو درست فرمادیا۔

Marfat.com

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انکا مال و دولت بھی اُن کو واپس دیدیا اور اولاد بھی، اور اولاد کی تعداد کے برابر مزید اولاد بھی دیدی۔ (ابن کثیر)

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے سات لڑکیاں تھیں اس ابتلاء کے زمانے میں یہ سب مر گئے تھے جب اللہ نے ان کو عافیت دی تو ان کو بھی دوبارہ زندہ کر دیا اور اُنکی اہلیہ سے نئی اولاد بھی اتنی ہی اور پیدا ہو گئی جس کو قرآن میں وَمِثْلَهُم مَّعَهُم فرمایا ہے۔ ثعلبی نے کہا کہ یہ قول ظاہر آیت قرآن کے ساتھ اقرب ہے۔ (قرطبی)

بعض حضرات نے فرمایا کہ نئی اولاد خود اپنے سے اُتنی ہی مل گئی جتنی پہلے تھی اور اُن کے مثل اولا سے مراد اولاد کی اولاد ہے (واللہ اعلم)۔

حضرت ذوالکفل نبی تھے یا ولی اور اُن کا عجیب قصہ

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ان کا نام ان دونوں پیغمبروں کیساتھ شامل کر کے ذکر کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ یہ بھی کوئی اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے مگر بعض دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمرۂ انبیاء میں نہیں تھے بلکہ ایک مرد صالح اولیاء اللہ میں سے تھے۔ امام تفسیر ابن جریر نے اپنی سند کیساتھ مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت یَسَعؑ (جن کا نبی و پیغمبر ہونا قرآن میں مذکور ہے) جب بوڑھے اور ضعیف ہو گئے تو ارادہ کیا کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں جو اُن کی زندگی میں وہ سب کام اُن کی طرف سے کرے جو نبی کے فرائض میں داخل ہیں۔

اس مقصد کے لیے حضرت یَسَعؑ علیہ السلام نے اپنے سب صحابہ کو جمع کیا کہ میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جس کے لیے تین شرطیں ہیں جو شخص ان شرائط کا جامع ہو اس کو خلیفہ بناؤں گا۔ وہ تین شرطیں یہ ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور ہمیشہ

Marfat.com

رات کو عبادت میں بیدار رہتا ہو اور کبھی غصہ نہ کرتا ہو۔ مجمع میں سے ایک ایسا غیر معروف شخص کھڑا ہوا جس کو لوگ حقیر ذلیل سمجھتے تھے اور کہا کہ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت یَسَعؑ نے دریافت کیا کہ کیا تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور ہمیشہ شب بیداری کرتے ہو اور کبھی غصہ نہیں کرتے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ بے شک میں ان تین چیزوں کا عامل ہوں۔ حضرت یسعؑ (کو شاید کچھ اسکے قول پر اعتماد نہ ہوا اس لیے) اُس روز اسکو رَد کر دیا پھر کسی دوسرے روز اسی طرح مجمع سے خطاب فرمایا اور سب حاضرین ساکت رہے اور یہی شخص پھر کھڑا ہو گیا اُس وقت حضرت یَسَعؑ نے ان کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا۔ شیطان نے یہ دیکھا کہ ذوالکفل اسمیں کامیاب ہو گئے تو اپنے اعوان شیاطین سے کہا کہ جاؤ کسی طرح اس شخص پر اثر ڈالو کہ یہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس سے یہ منصب اسکا سلب ہو جائے۔ اعوانِ شیطان نے عذر کر دیا۔ کہ وہ ہمارے قابو میں آنیوالا نہیں شیطان ابلیس نے کہا کہ اچھا تم اس کو مجھ پر چھوڑو (میں اُس سے نمٹ لوں گا)۔ حضرت ذوالکفلؑ اپنے اقرار کے مطابق دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے تھے صرف دوپہر کو قیلولہ کرتے تھے (قیلولہ دوپہر کے سونے کو کہتے ہیں) شیطان عین دوپہر کو ان کے قیلولہ کے وقت آیا اور دروازہ پر دستک دی یہ بیدار ہو گئے اور پُوچھا کون ہے کہنے لگا کہ میں بوڑھا مظلوم ہوں انھوں نے دروازہ کھولدیا۔ اُس نے اندر پہنچ کر ایک افسانہ کہنا شروع کر دیا کہ میری برادری کا مجھ سے جھگڑا ہے اُنھوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا وہ ظلم کیا' ایک طویل داستان شروع کر دی یہاں تک کہ دوپہر کے سونے کا وقت ختم ہو گیا۔ حضرت ذوالکفل نے فرمایا کہ جب میں باہر آؤں تو میرے پاس آ جاؤ میں تمھارا حق دلواؤں گا۔

حضرت ذوالکفلؑ باہر تشریف لائے اور اپنی مجلس عدالت میں اُسکا انتظار کرتے رہے مگر اسکو نہیں پایا۔ اگلے روز پھر جب وہ عدالت میں فیصلہ مقدمات

Marfat.com

کے لیے بیٹھے تو اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے اور یہ نہ آیا۔ جب دوپہر کو پھر قیلولہ کے لیے گھر میں گئے تو یہ شخص آیا اور دروازہ کوٹنا شروع کیا۔ انھوں نے پھر پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ ایک مظلوم بوڑھا ہے' انھوں نے پھر دروازہ کھولدیا اور فرمایا کہ کیا میں نے کل تم سے نہیں کہا تھا کہ جب میں اپنی مجلس میں بیٹھوں تو تم آجاؤ (تم نہ کل آئے نہ آج صبح سے آئے) اُسنے کہا کہ حضرت میرے مخالف بڑے خبیث لوگ ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ آپ اپنی مجلس میں بیٹھے ہیں اور میں حاضر ہونگا تو آپ اُن کو میرا حق دینے پر مجبور کریں گے تو انھوں نے اس وقت اقرار کر لیا کہ ہم تیرا حق دیتے ہیں پھر جب آپ مجلس سے اٹھ گئے تو انکار کر دیا انھوں نے پھر اسکو یہی فرمایا کہ اب جاؤ جب میں مجلس میں بٹھوں تو میرے پاس آجاؤ۔ اسی گفت وشنید میں آج کے دوپہر کا سونا بھی رہ گیا اور وہ باہر مجلس میں تشریف لے گئے اور اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے (اگلے روز بھی دوپہر تک انتظار کیا وہ نہیں آیا پھر جب تیسرے روز دوپہر کا وقت ہوا اور نیند کو تیسرا دن ہو گیا تھا نیند کا غلبہ تھا) تو گھر میں آ کر گھر والونکو اسپر مقرر کیا کہ کوئی شخص دروازے پر دستک نہ دے سکے۔ یہ بوڑھا پھر تیسرے روز پہنچا اور دروازے پر دستک دینا چاہا لوگوں نے منع کیا تو ایک روشندان کے راستے سے اندر داخل ہو گیا اور اندر پہنچ کر دروازہ بجانا شروع کر دیا یہ پھر نیند سے بیدار ہو گئے اور دیکھا کہ یہ شخص گھر کے اندر ہے اور دیکھا کہ دروازہ بدستور بند ہے اس سے پُوچھا" تو کہاں سے اندر پہنچا' اسوقت حضرت ذوالکفل نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے اور فرمایا کہ کیا تو خدا کا دشمن ابلیس ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں' اور کہنے لگا کہ تو نے مجھے میری ہر تدبیر میں تھکا دیا کبھی میرے جال میں نہیں آیا' اب میں نے یہ کوشش کی کہ تجھے کسی طرح غصہ دلا دوں تا کہ تو اپنے اس اقرار میں جھوٹا ہو جائے جو یَسَعؑ نبی کے ساتھ کیا ہے' اس لیے میں نے یہ سب حرکتیں کیں۔ یہ واقعہ تھا جس کی وجہ سے اُن کو ذوالکفل کا خطاب دیا گیا'

Marfat.com

کیونکہ ذوالکفل کے معنی ہیں ایسا شخص جو اپنے عہد اور ذمہ داری کو پورا کرے' حضرت ذوالکفل اپنے اس عہد پر پورے اُترے۔ (ابن کثیر)

بنی اسرائیل کے ایک شخص 'کفل' کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے اور ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ سات مرتبہ سے زائد سنی ہے وہ یہ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کِفل بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے پرہیز نہ کرتا تھا' اُسکے پاس ایک عورت آئی اُسنے اسکو ساٹھ دینار (گنیاں) دیں اور فعل حرام پر اسکو راضی کر لیا۔ جب وہ مباشرت کے لیے بیٹھ گیا تو یہ عورت کانپنے اور رونے لگی اُس نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے کیا میں نے تم پر کوئی جبر اور زبردستی کی ہے۔ اس نے کہا نہیں جبر تو نہیں کیا' لیکن یہ ایسا گناہ ہے جو میں نے کبھی عمر بھر نہیں کیا اور اسوقت مجھے اپنی ضرورت نے مجبور کر دیا اس لیے اسپر آمادہ ہو گئی یہ سنکر وہ شخص اسی حالت میں عورت سے الگ ہو کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جاؤ یہ دینار بھی تمھارے ہیں اور اب سے کفل بھی کوئی گناہ نہیں کریگا' اتفاق یہ ہوا کہ اسی رات میں کفل کا انتقال ہو گیا اور صبح اسکے دروازے پر غیب سے یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی گئی۔ غفر اللہ للکفل یعنی اللہ نے کفل کو بخش دیا ہے۔

قصہ حضرت یونس علیہ السلام

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینویٰ کے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان و عمل صالح کی دعوت دی' اُنھوں نے تمرّد اور سرکشی سے کام لیا۔ یونس علیہ

Marfat.com

السلام ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور اُن کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمھارے اوپر عذاب آجائیگا۔ یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر نکل گئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آہی جائیگا (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار کا اُن کو مشاہدہ بھی ہو گیا) تو انھوں نے اپنے شرک وکفر سے توبہ کی اور بستی کے سب مرد عورت اور بچے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے مویشی جانوروں اور اُن کے بچوں کو بھی ساتھ لے گئے اور بچوں کو اُن کی ماؤں سے الگ کر دیا اور سب نے گریہ وزاری کرنا شروع کی اور الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے پناہ مانگی' جانوروں کے بچوں نے جن کو اُن کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا تھا الگ شور وغُل کیا۔ حق تعالیٰ نے اُن کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو قبول کر لیا اور عذاب اُن سے ہٹا دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام اس انتظار میں رہے کہ قوم پر عذاب آرہا ہے وہ ہلاک ہو گئی ہو گی جب اُن کو یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم صحیح سالم اپنی جگہ ہے تو (ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا' اور بعض روایات میں ہے کہ اُن کی قوم میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا (مظہری) اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہو گیا تو) یُونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کے بجائے کسی دوسری جگہ کو ہجرت کرنے کے قصد سے سفر اختیار کیا۔ راستہ میں دریا تھا اسکو پار کرنے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں سے ایک کو دریا میں ڈالدیا جائے تو باقی لوگ غرقابی سے محفوظ رہ سکیں گے۔ اس کام کے لیے کشتی والوں کے نام پر قرعہ اندازی کی گئی اتفاق سے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا (کشتی والے شاید انکی بزرگی سے واقف تھے) ان کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا اور دوبارہ قرعہ ڈالا پھر بھی اس میں نام

Marfat.com

یونس علیہ السلام کا نکلا' ان کو پھر بھی تامل ہوا تو تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر بھی اُنھیں کا نام نکل آیا۔ اسی قرعہ اندازی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ سے آیا ہے فَسَاهَم فَكَانَ مِنَ المُد حَضِينَ' یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام ہی اس قرعہ میں متعین ہوئے۔ اس وقت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے غیر ضروری کپڑے اُتار کر اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا اُدھر حق تعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً یہاں پہنچ گئی (کما قالہ ابن مسعودؓ) اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ہدایت فرمادی تھی کہ نہ ان کے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے نہ ہڈی کو یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چندروز کے لیے ان کا قید خانہ ہے (یہاں تک یہ سب واقعہ روایت ابن کثیر میں ہے بجز اُن کلمات کے جو قوسین میں لیے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں سے لیے ہوئے ہیں) قرآن کریم کے اشارات اور بعض تصریحات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بغیر اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہوا اسی پر عتاب نازل ہوا اور دریا میں پھر مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی نوبت آئی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جو قوم کو تین دن کے اندر عذاب آ جانے سے ڈرایا تھا ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے ہوا تھا اور اسوقت قوم کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جانا بھی جو قدیم عادت انبیاء علیہم السلام کی ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی بحکم خداوندی ہوا ہو گا یہاں تک کوئی بات لغزش کی موجبِ عتاب نہیں تھی مگر جب قوم کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان سے عذاب ہٹا دیا اُسوقت حضرت یُونس علیہ السلام کا اپنی قوم میں واپس نہ آنا اور بقصد ہجرت سفر اختیار کرنا یہ اپنے اس اجتہاد کی بنا پر ہوا کہ اس حالت میں اگر میں واپس اپنی قوم میں گیا تو جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور میری دعوت بے اثر بے فائدہ ہو جاوے گی بلکہ اپنی جان کا

Marfat.com

بھی خطرہ ہے اور اگر میں اُنکو چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ وگرفت نہیں ہو گی۔ اپنے اجتہاد کی بنا پر ہجرت کا قصد کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کا انتظار نہ کرنا اگرچہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یُونس علیہ السلام کا یہ طرزِ عمل پسند نہ آیا کہ وحی کا انتظار کیے بغیر ایک فیصلہ کر لیا یہ اگرچہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر خلافِ اولیٰ ضرور ہوا۔ انبیاء علیہم السلام اور مقربان بارگاہِ الٰہی کی شان بہت بُلند ہوتی ہے اُن کو مزاج شناس ہونا چاہیئے اُن سے اس معاملے میں اَدنیٰ کوتاہی ہوتی ہے تو اس پر بھی عتاب اور گرفت ہوتی ہے یہی معاملہ تھا جس پر عتاب ہوا۔

قصّہ اِفک وبہتان

صحیحین اور دوسری کتبِ حدیث میں یہ واقعہ غیر معمولی طویل تفصیل کی ساتھ ذکر کیا گیا ہے' اسکا مختصر بیان یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہَ بنی المصطلق میں جسکو غزوہَ مریسیع بھی کہا جاتا ہے ۶ھ ہجری میں تشریف لے گئے تو امہات المؤمنین میں سے حضرت صدیقہ عائشہؓ ساتھ تھیں' حضرت عائشہؓ کا اونٹ جس پر اُن کا ہودج (پردہ دار شغدف) ہوتا تھا اور چونکہ اُسوقت احکام پردہ کے نازل ہو چکے تھے تو معمول یہ تھا کہ صدیقہ عائشہؓ اپنے ہودج میں سوار ہو جاتیں پھر لوگ اُس ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر رکھدیتے تھے۔ غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک روز یہ قصہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا آخر شب میں کوچ سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو جاویں۔ حضرت صدیقہ عائشہؓ کو قضاء حاجت کی ضرورت تھی اُس سے فراغت کے لیے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں اُن کو دیر لگ گئی۔ جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا

Marfat.com

کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اُن کے اونٹ کا قصہ یہ ہوا کہ جب کوچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت صدیقہ عائشہؓ کا ہودج یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہؓ اسمیں موجود ہیں اُٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ اس لیے نہ ہوا کہ اُسوقت حضرت صدیقہؓ کی عمر کم اور بدن میں نحیف تھیں کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت صدیقہؓ نے اپنی جگہ واپس آ کر قافلہ کو نہ پایا تو بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر اُدھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور رفقاء کو یہ معلوم ہو گا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہاں پہنچیں گے' اگر میں ادھر اُدھر کہیں اور گئی تو اُن کو تلاش میں مشکل ہو گی اسلیے اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں۔ آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابیؓ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خدمت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اُسکو اُٹھا کر محفوظ کر لیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے' ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے۔ قریب آئے تو حضرت صدیقہ عائشہؓ کو پہچان لیا کیونکہ اُنھوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے اُن کو دیکھا تھا۔ پہچاننے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ اُن کی زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ نکلا' یہ کلمہ صدیقہؓ کے کان میں پڑا تو آنکھ کھُل گئی اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا۔ حضرت صدیقہؓ اُس پر سوار ہو گئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیادہ پا چلنے لگے یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے۔

Marfat.com

عبداللہ بن اُبی بڑا خبیث منافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اسکو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی سُنی سُنائی اُسکا تذکرہ کرنے لگے۔ جیسے حضرت حسانؓ و حضرت مِسطحؓ مردوں میں سے اور حضرت حمنہؓ عورتوں میں سے۔ تفسیر دُر منثور میں بحوالہ ابنِ مردویہ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہی قول نقل کیا ہے کہ اعانه ای عبدالله ابن اُبیّ حسان و مسطح و حمنه۔

جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ صدیقہ عائشہؓ کو تو انتہائی صدمہ پہنچنا ظاہر ہی ہے عام مُسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج و افسوس ہوا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ چلتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہؓ کی برات اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں سورہ نور کی آیات نازل فرمائی۔ قرآنی ضابطہ کے مطابق (جس کا ذکر ابھی حدِ قذف کے تحت میں آچکا ہے) تہمت لگانے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آتے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حدِ قذف جاری کی' ہر ایک کو اسّی اسّی کوڑے لگائے۔ بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اسوقت رسول اللہ ﷺ نے تین مسلمانوں پر حدِ قذف جاری فرمائی۔ مِسطحؓ، حمنہ' حسانؓ اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی ﷺ نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی۔ پھر مؤمنین نے توبہ کرلی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ (بیان القرآن)

اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضرت صدیقہؓ اپنے گھریلو کاموں میں مشغول ہوگئیں ان کو کچھ خبر نہیں تھی کہ منافقین نے اُن کے بارے میں کیا

Marfat.com

خبریں اُڑائی ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں خود حضرتِ صدیقہؓ کا بیان یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے بعد کچھ میری طبیعت خراب ہو گئی اور سب سے بڑی وجہ طبیعت خراب ہونے کی یہ ہو گئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا بلکہ اس عرصہ میں آپؐ کا معاملہ یہ رہا کہ گھر میں تشریف لاتے اور سلام کرتے پھر پوچھ لیتے کیا حال ہے اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مجھے چونکہ اسکی کچھ خبر نہ تھی کہ میرے بارے میں کیا خبر مشہور کی جارہی ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کا راز مجھ پر نہ کھلتا تھا۔ میں اسی غم میں گھلنے لگی۔ ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطحؓ صحابیؓ کی والدہ اُم مسطحؓ کو ساتھ لیکر میں نے قضاء حاجت کے لیے باہر جانیکا ارادہ کیا کیونکہ اُسوقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا۔ جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آنے لگی تو اُم مسطحؓ کا پاؤں اُن کی بڑی چادر میں الجھا اور یہ گر پڑیں۔ اسوقت انکی زبان سے یہ کلمہ نکلا تَعِسَ مسطح یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں بد دُعا کے لیے استعمال ہوتا ہے اس میں ماں کی زبان سے اپنے بیٹے مسطح کے لیے بد دُعا کا کلمہ سُن کر صدیقہ عائشہؓ کو تعجب ہوا۔ ان سے فرمایا کہ یہ بہت بُری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوۂ بدر کا شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح، اسپر اُم مسطحؓ نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تم کو خبر نہیں کہ مسطحؓ میرا بیٹا کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے تب اُن کی والدہ نے مجھے یہ سارا واقعہ اہل افک کی چلائی ہوئی تہمت کا اور مسطح کا اس میں شریک ہونا بیان کیا ۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرا مرض دوگنا ہو گیا۔ جب میں گھر میں واپس آئی اور حسبِ معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سلام کیا اور مزاج پرسی فرمائی تو صدیقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ آپؐ نے اجازت دیدی۔ منشاء یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی

Marfat.com

تحقیق کریں۔ میں نے جا کر والدہ سے پُوچھا' اُنھوں نے تسلی دی کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں تم اسکے غم میں نہ پڑو خود بخود معاملہ صاف ہو جاویگا۔ میں نے کہا سُبحان اللہ لوگوں میں اسکا چرچا ہو چکا میں اس پر کیسے صبر کروں۔ میں ساری رات روتی رہی' نہ میرا آنسو تھما نہ آنکھ لگی۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس خبر کے پھیلنے سے سخت غمگین تھے اور اس عرصہ میں اس معاملے کے متعلق کوئی وحی بھی آپ پر نہ آئی تھی اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' اور اُسامہ بن زیدؓ جو دونوں گھر کے ہی آدمی تھے ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے حضرت اُسامہ بن زید نے تو کھُل کر عرض کیا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں۔ انکی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپؐ کو غم واضطراب سے بچانے کے لیے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی اگر افواہوں کی بناء پر عائشہؓ کی طرف سے کچھ تکدُّر طبعی ہو گیا ہے تو عورتیں اور بہت ہیں اور آپؐ کا یہ تکدر اس طرح بھی رفع ہو سکتا ہے کہ بریرہؓ جو صدیقہ عائشہؓ کی کنیز ہیں اُن سے انکے حالات کی تحقیق فرمالیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے پوچھ گچھ فرمائی بریرہؓ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی بجز اسکے کہ نو عمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھدیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے (اسکے بعد حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دینا اور بر سر منبر تہمت گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت کا ذکر فرمانا اور طویل قصہ مذکور ہے۔ آگے کا مختصر قصہ یہ ہے کہ) صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی مُسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین بھی میرے پاس آگئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے میرا کلیجہ

Marfat.com

پھٹ جائیگا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصہ چلا تھا اس سے پہلے آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے پھر آپ نے ایک مختصر خطبہ شہادت پڑھا اور فرمایا اے عائشہ مجھے تمھارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمھیں بری کر دینگے (یعنی برات کا اظہار بذریعہ وحی فرمادینگے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے' میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا۔ میں نے اپنے والد ابو بکر صدیق ؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجیئے۔ ابو بکرؓ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجیئے انھوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا' میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی۔ اسوقت اس رنج و غم اور انتہائی صدمہ کی حالت میں جبکہ اچھے اچھے عقلاء کو بھی کوئی معقول کلام کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت صدیقہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب و غریب عاقلانہ فاضلانہ کلام ہے اسکے الفاظ بعینہ لکھے جاتے ہیں۔

واللہ لقد عرفت لقد سمعتم ھٰذا الحدیث حتّٰی استقرّفی انفسکم وصدقتم بہ و لئن قلت لکم انّی بریئۃ واللہ یعلم انّی بریئۃ لا تصدّقونی ولا ن اعترفت لکم بامر واللہ یعلم انّی منہ بریئۃ لتصدقونی واللہ لا اجد لی ولکم مثلا الا کما قال ابو یوسف فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون۔

Marfat.com

ترجمہ: بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپؐ نے اس بات کو سُنا اور سُنتے رہے یہاں تک کہ آپ کے دل میں بیٹھ گئی اور آپؐ نے اُسکی (عملاً تصدیق کر دی۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں جیسا کہ اللہ جانتا ہے کہ واقع میں بری ہوں تو آپ میری تصدیق نہ کرینگے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو آپ میری بات مان لیں گے۔ واللہ اب میں اپنے اور آپکے معاملہ کی کوئی مثال بجز اسکے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سنکر فرمائی تھی کہ میں صبرِ جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ سے اُس معاملہ میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو۔

صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اتنی بات کر کے میں الگ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ میری براءت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرمادیں گے۔ لیکن یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملے میں قرآن کی آیات نازل ہونگی جو ہمیشہ تلاوت کی جاویگی کیونکہ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس کرتی تھی۔ ہاں یہ خیال تھا کہ غالباً آپ کو خواب میں میری براءت ظاہر کر دیجاوے گی۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مجلس سے ابھی نہیں اُٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں اُٹھا تھا کہ آپؐ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی جس سے سخت سردی کے زمانے میں آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹنے لگتا تھا جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے اُٹھے اور سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا ابشری یا

Marfat.com

عائشة اما الله فقد ابراك یعنی اے عائشہؓ خوشخبری سنو اللہ تعالیٰ نے تو تمھیں بری کر دیا۔ میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں نہ کھڑی ہوں گی میں اپنے رب کی شکر گزار ہوں کہ اُسی نے مجھے بَری فرمایا۔

حضرتِ سعد بن عبادہؓ کا غلبہ عشق و محبت

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا استاذن احدکم ثلاثاً فلم یؤذن له فلیرجع۔ یعنی جب کوئی آدمی تین مرتبہ استیذان کرے اور کوئی جواب نہ آوے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے (ابن کثیر بحوالہ صحیح بخاری) اور مسند احمد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور سُنت کے مطابق باہر سے استیذان کے لیے سلام کیا السلام علیکم حضرت سعد بن عبادہ نے سلام کا جواب تو دیا مگر آہستہ کہ حضور نہ سُنیں' آپ نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ سلام کیا۔ حضرت سعدؓ سنتے اور آہستہ جواب دیتے رہے۔ تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد آپ لوٹ گئے جب سعدؓ نے دیکھا کہ اب آواز نہیں آرہی تو گھر سے نکل کر پیچھے دوڑے اور یہ عذر پیش کیا کہ یارسول اللہ میں نے ہر مرتبہ آپ کی آواز سُنی اور جواب بھی دیا مگر آہستہ دیا تاکہ زبان مبارک سے زیادہ سے زیادہ سلام کے الفاظ میرے بارے میں نکلیں وہ میرے لیے موجبِ برکت ہوگا (آپ نے اُن کو طریقہ سُنت بتلا دیا کہ تین مرتبہ جواب نہ آنے پر لوٹ جانا چاہیے) اس کے بعد حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر ساتھ لے گئے اُنھوں نے کچھ مہمانی کی آپ نے اسکو قبول فرمایا۔

Marfat.com

ایک واقعہ عجیبہ

تفسیر قرطبی میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت فاروق اعظمؓ کا نقل کیا جس سے ان چاروں چیزوں کے مفہوم کا فرق اور وضاحت ہو جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایک روز مسجد نبوی میں کھڑے تھے اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپکے برابر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا انا اشھدان لاَ الٰہ الاَّ اللہ واشھد انّ محمدًا رسول اللہ' حضرت فاروقِ اعظمؓ نے پوچھا کیا بات ہے تو کہا میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا اسکا کوئی سبب ہے اس نے کہا ہاں۔ بات یہ ہے کہ میں نے تورات' انجیل' زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا وہ سُنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمو لیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو اس رومی دہقان نے یہی آیت مذکورہ (یعنی سورۃ النور آیت ۵۲) تلاوت کی اور اُسکے ساتھ اسکی تفسیر بھی عجیب و غریب اس طرح بیان کی کہ مَن یُّطعِ اللّٰہ فرائضِ الٰہیہ کے متعلق ہے۔ وَرَسُولَہ سُنتِ نبوی کے متعلق ہے وَیَخشَ اللّٰہ گزشتہ عمر کے متعلق ہے وَیَتقہ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے۔ جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے تو اسکو اُولٰئِکَ ھُمُ الفَائِزُونَ کی بشارت ہے اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنّت میں اُس کو ٹھکانا ملے۔ فاروق اعظمؓ نے یہ سُن کر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کے کلام میں اسکی تصدیق موجود ہے آپ) نے فرمایا ہے اوتیت جوامع الکلم یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں۔ (قرطبی)

Marfat.com

حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک واقعہ

حضرت لقمان ایک روز ایک بڑی مجلس میں لوگوں کو حکمت کی باتین سنا رہے تھے ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ کیا تم وہی نہیں جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے' لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں' اس شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ خلق خدا آپ کی تعظیم کرتی ہے اور آپ کے کلمات سننے کے لیے دور دور سے جمع ہوتی ہے' لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا سبب میرے دو کام ہیں ایک ہمیشہ سچ بولنا دوسرے فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔

واقعہ غزوہ احزاب

احزاب' حزب کی جمع ہے' جس کے معنی پارٹی یا جماعت کے آتے ہیں' اس غزوہ میں کفار کی مختلف جماعتیں متحد ہو کر مسلمانوں کو ختم کر دینے کا معاہدہ کر کے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں' اسی لیے اس غزوہ کا نام غزوۂ احزاب رکھا گیا ہے اور چونکہ اس غزوہ میں دشمن کے آنے کے راستہ پر بامرِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودی گئی تھی، اس لیے اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سال مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے' اس کے دوسرے ہی سال میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ تیسرے سال میں غزوۂ احد پیش آیا۔ چوتھے سال میں یہ غزوۂ احزاب واقع ہوا۔ اور بعض روایات میں اس کو پانچویں سال کا واقعہ قرار دیا ہے۔ بہر حال ابتداء ہجرت سے اس وقت تک کفار کے حملے مسلمانوں پر مسلسل جاری تھے غزوۂ احزاب کا حملہ بڑی بھرپور طاقت و قوت اور پختہ عزم اور عہد و میثاق کے ساتھ کیا گیا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر یہ غزوہ سب دوسرے غزوات سے زیادہ

Marfat.com

اشد تھا۔ کیونکہ اس میں حملہ آور احزاب کفار کی تعداد بارہ ہزار سے پندرہ ہزار تک بتلائی گئی ہے اور اس طرف سے مسلمان کل تین ہزار وہ بھی بے سرو سامان' اور زمانہ سخت سردی کا۔ قرآن کریم نے تو اس واقعہ کی شدت بڑی ہولناک صورت میں یہ بیان فرمائی ہے زاغت الابصار (آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں) بلغت القلوب الحناجر (کلیجے منہ کو آنے لگے)، وزلزلوا زلزالا شدیدا (سخت زلزلہ میں ڈالے گئے)۔

مگر جیسا کہ یہ وقت مسلمانوں پر سب سے زیادہ سخت تھا' ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد سے اس کا انجام مسلمانوں کے حق میں ایسی عظیم فتح و کامیابی کی صورت میں سامنے آیا' کہ اس نے تمام مخالف گروہوں مشرکین' یہود اور منافقین کی کمریں توڑ دیں اور آگے ان کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ مسلمانوں پر کسی حملے کا ارادہ کر سکیں' اس لحاظ سے یہ غزوہ کفر واسلام کا آخری معرکہ تھا' جو مدینہ منورہ کی زمین پر ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال میں لڑا گیا۔

اس واقعہ کی ابتداء یہاں سے ہوئی کہ یہود کے قبیلہ بنی نضیر اور قبیلہ بنی وائل کے تقریباً بیس آدمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچے' اور قریشی سرداروں سے ملاقات کر کے ان کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ قریشی سردار سمجھتے تھے کہ جس طرح مسلمان ہماری بت پرستی کو کفر کہتے ہیں اور اس لیے ہمارے مذہب کو برا سمجھتے ہیں یہود کا بھی یہی خیال ہے' تو ان سے موافقت واتحاد کی کیا توقع رکھی جائے۔ اس لیے ان لوگوں نے یہود سے سوال کیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان دین ومذہب کا اختلاف ہے اور آپ لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہیں، پہلے ہمیں یہ بات بتلایئے کہ آپ کے نزدیک ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا۔

ان یہودیوں نے اپنے علم وضمیر کے بالکل خلاف ان کو یہ جواب دیا کہ

Marfat.com

تمھارا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ لوگ کچھ مطمئن ہوئے، مگر اس پر بھی معاملہ یہ ٹھہرا کہ بیس آدمی یہ آنے والے اور پچاس آدمی قریشی سرداروں کے مسجد حرام میں جا کر بیت اللہ کی دیواروں سے سینے لگا کر اللہ کے سامنے یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ رہے گا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے۔

اللہ کے گھر میں اللہ کے بیت سے چمٹ کر اللہ کے، دشمن اس کے رسول کے خلاف جنگ لڑنے کا معاہدہ کر رہے ہیں اور مطمئن ہو کر جنگ کا نیا جذبہ لے کر لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم کا عجیب مظہر ہے، پھر ان کے اس معاہدہ کا حشر بھی آخر قصہ میں معلوم ہوگا کہ سب کے سب اس جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے۔

یہ یہودی قریش مکہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد عرب کے ایک بڑے اور جنگجو قبیلہ غطفان کے پاس پہونچے اور ان کو بتلایا کہ ہم اور قریش مکہ اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ اس نئے دین (اسلام) کے پھیلانے والوں کا ایک مرتبہ سب مل کر استیصال کر دیں، آپ بھی اس پر ہم سے معاہدہ کریں اور ان کو یہ رشوت بھی پیش کی کہ خیبر میں جس قدر کھجور ایک سال میں پیدا ہوگی وہ اور بعض روایات میں اس کا نصف قبیلہ غطفان کو دیا جانے کا وعدہ کیا۔ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن نے اس شرط کے ساتھ ان سے شرکت کو منظور کر لیا اور یہ لوگ بھی جنگ میں شامل ہو گئے۔

اور باہمی قرارداد کے مطابق مکہ سے قریشیوں کا لشکر چار ہزار نوجوانوں اور تین سو گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹوں کے سامان کے ساتھ ابو سفیان کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے نکلا اور مر ظہران میں قیام کیا یہاں قبیلہ اسلم اور قبیلہ اشجع اور بنو مرہ بنو کنانہ اور فزارہ اور غطفان کے سب قبائل شامل ہو گئے۔ جن کی مجموعی تعداد بعض روایات میں دس بعض میں بارہ ہزار اور بعض میں پندرہ ہزار بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

غزوہ بدر میں مسلمانوں کے مقابل آنے والا لشکر ایک ہزار کا تھا' پھر غزوہ احد میں حملہ کرنے والا لشکر تین ہزار کا تھا۔ اس مرتبہ لشکر کی تعداد بھی ہر پہلی مرتبہ سے زائد تھی اور سامان بھی اور تمام قبائل عرب و یہود کی اتحادی طاقت بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس متحدہ محاذ کی حرکت میں آنے کی اطلاع ملی تو سب سے پہلا کلمہ جو زبان مبارک پر آیا یہ تھا حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل یعنی "ہمیں اللہ کافی اور وہی ہمارا بہتر کارساز ہے"۔

اس کے بعد مہاجرین و انصار کے اہل حل و عقد کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ اگرچہ صاحب وحی کو در حقیقت مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی' وہ براہ راست حق تعالیٰ کے اذن و اجازت سے کام کرتے ہیں مگر مشورے میں دو فائدے تھے۔ ایک امت کے لیے مشورہ کی سنت جاری کرنا' دوسرے قلوب مومنین میں باہمی ربط و اتحاد کی تجدید اور تعاون و تناصر کا جذبہ بیدار کرنا۔ اس کے بعد دفاع اور جنگ کے مادی وسائل پر غور ہوا۔ مجلس مشورہ میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی شامل تھے جو ابھی حال میں ایک یہودی کی مصنوعی غلامی سے نجات حاصل کر کے اسلامی خدمات کے لیے تیار ہوئے تھے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمارے بلاد فارس کے بادشاہ ایسے حالات میں دشمن کا حملہ روکنے کے لیے خندق کھود کر ان کا راستہ روک دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دیدیا۔ اور بنفسِ نفیس خود بھی اس کام میں شریک ہوئے۔

یہ خندق جبل سلع کے پیچھے اس پورے راستہ کی لمبائی پر کھودنا طے ہوا جس سے مدینہ کے شمال کی طرف سے آنے والے دشمن آسکتے تھے، اس خندق کے طول و عرض کا خط خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا یہ خندق قلعہ شیخین سے شروع ہو کر جبل سلع کے مغربی گوشہ تک آئی اور بعد میں اسے بڑھا کر وادی بطحان

Marfat.com

اور وادی راتونا کے مقام اتصال تک پہونچا دیا گیا۔ اس خندق کی کل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی' چوڑائی اور گہرائی کی صحیح مقدار کسی روایت سے معلوم نہیں ہوئی'لیکن یہ ظاہر ہے کہ چوڑائی اور گہرائی بھی خاصی ہوگی جس کو عبور کرنا دشمن کے لیے آسان نہ ہو۔

حضرت سلمانؓ کے خندق کھودنے کے واقعہ میں یہ آیا ہے کہ وہ روزانہ پانچ گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھودتے تھے (مظہری) اس سے خندق کی گہرائی پانچ گز کہی جا سکتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی جمعیت کل تین ہزار تھی اور کل چھتیس گھوڑے تھے۔

اسلامی لشکر میں کچھ نابالغ بچے بھی اپنے جوش ایمانی سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کو واپس کر دیا جو پندرہ سال سے کم عمر والے تھے' پندرہ سالہ نوعمر لے لیے گئے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر' زید بن ثابت' ابو سعید خدری' براء ابن عازب رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ جس وقت یہ اسلامی لشکر مقابلہ کے لیے روانہ ہونے لگا تو جو منافقین مسلمانوں میں رلے ملے رہتے تھے انھوں نے سرکنا شروع کیا' کچھ چھپ کر نکل گئے' کچھ لوگوں نے جھوٹے اعذار پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپسی کی اجازت لینی چاہی۔ یہ اپنے اندر سے ایک نئی آفت پھوٹی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کے لیے مہاجرین کا جھنڈا حضر زید بن حارثہؓ کے سپرد فرمایا اور حضرات انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد فرمایا۔ اس وقت مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارے کے تعلقات بڑی مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم تھے اور سب بھائی بھائی تھے۔ مگر انتظامی سہولت کے لیے مہاجرین کی قیادت الگ اور انصار کی الگ کر دی گئی تھی۔ اس سے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اسلامی قومیت اور اسلامی وحدت انتظامی اور معاشرتی تقسیم کے منافی نہیں بلکہ ہر جماعت پر ذمہ داری کا بوجھ ڈال دینے سے باہمی اعتماد اور تعاون و تناصر کے جذبہ کی تقویت ہوتی تھی اور اس جنگ کے سب سے پہلے کام یعنی خندق کھودنے میں اس تعاون و تناصر کا اس طرح مشاہدہ ہوا کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے لشکر کے مہاجرین و انصار کو دس دس آدمیوں کی جماعت میں تقسیم کر کے ہر دس آدمیوں کو چالیس گز خندق کھودنے کا ذمہ دار بنایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ چونکہ خندق کھودنے کا مشورہ دینے والے اور کام سے واقف اور مضبوط آدمی تھے اور نہ انصار میں شامل تھے نہ مہاجرین میں ان کے متعلق انصار و مہاجرین میں ایک مسابقت کی فضاء پیدا ہو گئی۔ انصار ان کو اپنے میں شامل کرنا چاہتے تھے' مہاجرین اپنے میں' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع نزاع کے لیے مداخلت کرنے کی نوبت آئی اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ سلمان منا اھل البیت یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں شامل ہیں۔

آج تو دنیا میں غیر ملکی باشندے اور غیر مقامی کو اپنی برابر کا درجہ دینا لوگ پسند نہیں کرتے وہاں ہر فریق اہل صلاحیت کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل بیت میں خود داخل فرما کر نزاع کو ختم کیا اور عملی طور پر چند انصار اور چند مہاجرین شامل کر کے ان کے دس کی جماعت بنائی جس میں حضرت عمرو بن عوفؓ اور حذیفہؓ وغیرہ مہاجرین میں سے تھے۔

اتفاق سے جو حصہ خندق کا حضرت سلمانؓ وغیرہ کے سپرد تھا اس میں ایک سخت اور چکنے پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی۔ حضرت سلمانؓ کے ساتھی عمرو بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ اس چٹان نے ہمارے اوزار توڑ دیئے اور ہم اس کے کاٹنے سے عاجز ہو گئے۔ تو میں نے سلمانؓ سے کہا کہ اگرچہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس جگہ سے کچھ ہٹ کر

Marfat.com

خندق کھودیں اور ذرا سی کجی کے ساتھ اس کو اصل خندق سے ملا دیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھینچے ہوئے خط سے انحراف ہمیں اپنی رائے سے نہیں کرنا چاہیے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کر کے حکم حاصل کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

اس ساڑھے تین میل کے میدان میں خندق کھودنے والوں میں کسی کو رکاوٹ پیش نہ آئی جو عاجز کر دے۔ پیش آئی تو حضرت سلمانؓ کو پیش آئی، جنھوں نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا اور اسی کو قبول کر کے یہ سلسلہ جاری ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ خندق کھودنے اور بنانے میں بھی اللہ کی طرف رجوع کے سوا چارہ نہیں، آلات واوزار سب جواب دے چکے۔ جس میں ان حضرات کو تعلیم تھی کہ مادی اسباب کو بقدر وسعت و طاقت جمع کرنا فرض ہے، مگر ان پر بھروسہ کرنا درست نہیں۔ مومن کا بھروسہ تمام اسبابِ مادیہ کو جمع کر لینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہیے۔

حضرت سلمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے حصہ کی خندق میں کام کر رہے تھے، خندق کی مٹی کو اس جگہ سے منتقل کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؐ کے جسم مبارک کو غبار نے ایسا ڈھانپ لیا تھا کہ پیٹ اور پیٹھ کی کھال نظر نہ آتی تھی۔ ان کو کوئی مشورہ یا حکم دینے کے بجائے خود ان کے ساتھ موقع پر تشریف لائے اور دس حضرات صحابہؓ مع سلمانؓ کے جو اس کے کھودنے میں مصروف تھے خندق کے اندر اتر کر آپؐ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ اور کدال اپنے دست مبارک میں لے کر اس چٹان پر ایک ضرب لگائی اور یہ آیت پڑھی تمت کلمة ربك صدقا (یعنی پوری ہو گئی نعمت آپ کے رب کی سچائی کے ساتھ) اس ایک ہی ضرب سے چٹان کا ایک تہائی حصہ کٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی

Marfat.com

ایک روشنی پتھر کی چٹان سے بر آمد ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ نے دوسری ضرب لگائی اور آیت مذکورہ کو آخر تک پڑھا، یعنی تمت کلمة ربك صدقا و عدلا اس دوسری ضرب سے ایک تہائی چٹان اور کٹ گئی، اور اسی طرح پتھر سے ایک روشنی نکلی، تیسری مرتبہ پھر وہی آیت پوری پڑھ کر تیسری ضرب لگائی، تو باقی چٹان بھی کٹ کر ختم ہو گئی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے باہر تشریف لائے۔ اور اپنی چادر جو خندق کے کنارہ پر رکھ دی تھی اٹھالی اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ اس وقت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے جتنی مرتبہ اس پتھر پر ضرب لگائی میں نے ہر مرتبہ پتھر سے ایک روشنی نکلتی دیکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ کیا واقعی تم نے یہ روشنی دیکھی ہے؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی ضرب میں جو روشنی نکلی میں نے اس روشنی میں یمن اور کسریٰ کے شہروں کے محلات دیکھے اور جبرئیل امین نے مجھے بتلایا کہ آپ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔ اور جب میں نے دوسری ضرب لگائی تو مجھے رومیوں کے سرخ محلات دکھائے گئے۔ اور جبرئیل امین نے یہ خوش خبری دیدی کہ آپ کی امت ان شہروں کو بھی فتح کرے گی۔ یہ ارشاد سن کر سب مسلمان مطمئن ہوئے اور آئندہ عظیم الشان فتوحات پر یقین ہو گیا۔

اس وقت جو منافقین خندق کی کھدائی میں شامل تھے' وہ کہنے لگے کہ تمھیں محمد ﷺ کی بات پر حیرت و تعجب نہیں ہوتا۔ وہ تمھیں کیسے باطل اور بے بنیاد وعدے سنا رہے ہیں کہ یثرب میں خندق کی گہرائی کے اندر انھیں حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات نظر آرہے ہیں اور یہ کہ تم لوگ ان کو فتح کرو گے۔ ذرا اپنے حال کو تو دیکھو کہ تمھیں اپنے تن بدن کا تو ہوش نہیں' پیشاب پاخانے کی ضرورت پوری کرنے کی

Marfat.com

مہلت نہیں، تم ہو جو کسریٰ وغیرہ کے ملک کو فتح کرو گے۔ اسی واقعہ پر ان آیات کا نزول ہوا۔ اذیقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا اس آیت میں الذین فی قلوبھم مرض میں بھی انھی منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض چھپا ہوا تھا۔

غور کیجئے کہ اس وقت مسلمانوں کے ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر پورے یقین کا کیسا سخت امتحان تھا کہ ہر طرف سے کفار کے نرغہ اور خطرے میں ہیں، خندق کھودنے کے لیے مزدور اور خادم نہیں، خود ہی یہ محنت ایسی حالت میں برداشت کر رہے ہیں کہ سخت سردی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے، ہر طرف سے خوف ہی خوف ہے۔ بظاہر اسباب اپنے بچاؤ اور بقاء پر یقین کرنا بھی آسان نہیں، دنیا کی عظیم سلطنت روم و کسریٰ کی فتوحات کی خوش خبری پر یقین کس طرح ہو؟ مگر ایمان کی قیمت سب اعمال سے زیادہ اسی بناء پر ہے کہ اسباب و حالات کے سر اسر خلاف ہونے کے وقت بھی ان کو رسولؐ کے ارشاد میں کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہوا۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جاں نثار خادم تھے جو کسی حال میں بھی یہ نہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس مزدوری کی محنت شاقہ میں ان کے شریک ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی دل جوئی اور امت کی تعلیم کے لیے اس محنت و مزدوری میں برابر کا حصہ لیا۔ صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری، آپ کے اوصاف کمال اور نبوت و رسالت کی بنیاد پر تو تھی ہی، مگر ظاہر اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہر محنت و مشقت اور تنگی و تکلیف میں آپؐ سب عوام کی طرح ان میں شریک ہوتے تھے۔ حاکم و محکوم، بادشاہ و رعیت اور صاحب اقتدار و عوام کی تفریق کا کوئی تصور وہاں نہ پیدا ہوتا۔ اور جب سے ملوک اسلام نے اس سنت کو ترک کیا اسی وقت سے یہ تفرقے چھوٹے اور

Marfat.com

طرح طرح کے فتنے اپنے دامن میں لائے۔

واقعہ مذکورہ میں اس ناقابل تسخیر چٹان پر ضرب لگانے کے ساتھ آیت قرآن تمت کلمة ربك صدقا و عد لاً ط لا مبدل لكلمته تلاوت فرمائی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مشکل کو حل کرنے کے لیے اس آیت کی تلاوت ایک مجرب نسخہ ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ خندق کی کھدائی کے لیے ہر چالیس گز پر دس آدمی مامور تھے' مگر یہ ظاہر ہے کہ بعض لوگ قوی اور جلد کام کر لینے والے ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے جن حضرات کا اپنا حصہ کھدائی کا پورا ہو جاتا تو یہ سمجھ کر خالی نہ بیٹھتے تھے کہ ہماری ڈیوٹی پوری ہو گئی' بلکہ دوسرے صحابہ جن کا حصہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا ان کی مدد کرتے تھے (قرطبی' مظہری)

صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ چھ روز میں سامنے آ گیا' کہ اتنی طویل اور چوڑی اور گہری خندق کی چھ روز میں تکمیل ہو گئی۔ (مظہری)

اسی خندق کی کھدائی کے دوران وہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ ایک روز حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ بھوک کے سبب آپ متاثر ہو رہے ہیں اپنی اہلیہ سے جا کر کہا کہ تمھارے پاس کچھ ہو تو پکالو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر دیکھا نہیں جاتا۔ اہلیہ نے بتلایا کہ ہمارے گھر میں ایک صاع بھر جو رکھے ہیں میں ان کو پیس کر آٹا بناتی ہوں۔ ایک صاع ہمارے وزن کے اعتبار سے تقریباً تین سیر کا ہوتا ہے۔ اہلیہ پیسنے پکانے میں لگی' گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا حضرت جابرؓ نے اس کو ذبح کر کے گوشت تیار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لیے چلے۔ تو اہلیہ نے پکار کر کہا کہ دیکھیے حضورؐ کے ساتھ بہت بڑا مجمع صحابہ

Marfat.com

کا ہے' صرف حضورؐ کو کسی طرح تنہا بلا لائیں، مجھے رسوانہ کیجئے کہ صحابہ کرامؓ کا بڑا مجمع چلا آئے۔ حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری حقیقت حال عرض کردی کہ صرف اتنا کھانا ہے' مگر آپ نے پورے لشکر میں اعلان فرمادیا کہ چلو جابر کے گھر دعوت ہے۔ حضرت جابرؓ حیران تھے۔ گھر پہونچے تو اہلیہ نے سخت پریشانی کا اظہار کیا' اور پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حقیقت اور کھانے کی مقدار بتلادی تھی؟ جابرؓ نے فرمایا کہ ہاں وہ میں بتلا چکا ہوں تو اہلیہ محترمہ مطمئن ہوئیں کہ پھر ہمیں کچھ فکر نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں جس طرح چاہیں کریں۔

واقعہ کی تفصیل اس جگہ غیر ضروری ہے اتنا نتیجہ معلوم کرلینا کافی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے روٹی اور سالن سب کو دینے اور کھلانے کا اہتمام فرمایا' اور پورے مجمع نے شکم سیر ہو کر کھایا اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سب مجمع کے فارغ ہونے کے بعد بھی نہ ہماری ہنڈیا میں سے کچھ گوشت کم نظر آتا تھا اور نہ گوندھے ہوئے آٹے میں کوئی کمی معلوم ہوتی تھی۔ ہم سب گھر والوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا باقی پڑوسیوں میں تقسیم کردیا۔

اس طرح چھ روز میں جب خندق سے فراغت ہوگئی تو احزاب کا لشکر آ پہونچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جبل سلع کو اپنی پشت کی طرف رکھ کر فوج کی صف بندی کردی۔

اس وقت دس بارہ ہزار کے باسامان لشکر کے ساتھ تین ہزار بے سروسامان لوگوں کا مقابلہ بھی عقل و قیاس میں آنے کی چیز نہ تھی اس پر ایک اور نیا اضافہ ہوا کہ احزاب میں قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے جس نے سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دشمنی پر جمع کرنے میں بڑا کام کیا تھا، مدینہ پہونچ کر یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کا منصوبہ بنایا۔ بنو قریظہ اور

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ایک صلح نامہ پر دستخط ہو چکے تھے اور معاہدہ مکمل ہو کر ایک دوسرے سے بے فکر تھے۔ بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد تھا۔ حیی بن اخطب اس کے پاس پہونچا۔ جب کعب کو اس کے آنے کی خبر ملی تو اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، کہ حی اس تک نہ پہونچ سکے۔ مگر حیی بن اخطب نے آوازیں دیں اور دروازہ کھولنے پر اصرار کیا۔ کعب نے اندر ہی سے جواب دیدیا کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ صلح کر چکے ہیں اور ہم نے آج تک ان کی طرف سے معاہدہ کی پابندی اور صدق وسچائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا' اس لیے ہم اس معاہدہ کے پابند ہیں' آپ کے ساتھ نہیں آسکتے۔ دیر تک حیی بن اخطب دروازہ کھولنے اور کعب سے باتیں کرنے پر اصرار کرتا رہا اور یہ اندر سے ہی انکار کرتا رہا۔ مگر بالآخر جب کعب کو بہت عار دلایا تو اس نے دروزاہ کھول کر حی کو بلایا اس نے بنو قریظہ کو وہ سبز باغ دکھائے کہ بالآخر کعب اس کی باتوں میں آ گیا' اور احزاب میں شرکت کا وعدہ کر لیا۔ اور کعب نے جب اپنے قبیلہ کے دوسرے سرداروں کو یہ بات بتلائی تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ تم نے غضب کیا کہ مسلمانوں سے بلاوجہ عہد شکنی کی اور ان کے ساتھ لگ کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔ کعب بھی ان کی بات سے متاثر ہوا اور اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کیا۔ مگر اب بات اس کے قبضہ سے نکل چکی تھی' اور بالآخر یہی عہد شکنی بنو قریظہ کی ہلاکت وبربادی کا سبب بنی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع ملی تو اس وقت میں ان کی عہد شکنی سے سخت صدمہ پہنچا' اور بہت بڑی فکر اس کی لاحق ہو گئی کہ احزاب کے راستہ پر تو خندق کھود دی گئی تھی' مگر یہ لوگ تو مدینہ کے اندر تھے' ان سے بچاؤ کیسے ہو۔ قرآن کریم میں جو اس جملہ کے متعلق فرمایا ہے کہ لشکر احزاب کے کفار تم پر چڑھ آئے تھے من فوقکم ومن اسفل منکم اس کی تفسیر میں بعض ائمہ تفسیر نے

Marfat.com

یہی فرمایا ہے کہ فوق کی جانب سے مراد بنو قریظہ ہیں اور اسفل سے آنے والے باقی احزاب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد شکنی کی حقیقت اور صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لیے انصار کے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کو بصورت وفد کعب کے پاس بھیجا کہ اس سے گفتگو کریں اور یہ ہدایت دیدی کہ اگر عہد شکنی کا واقعہ غلط ثابت ہو تو سب صحابہ کے سامنے کھل کر بیان کر دینا اور صحیح ثابت ہو تو آکر گول مول بات کہنا جس سے ہم سمجھ لیں اور عام صحابہ کرامؓ میں سراسیمگی پیدا نہ ہو۔

یہ دونوں بزرگ سعد نامی وہاں پہونچے تو عہد شکنی کے سامان کھلے دیکھے۔ ان کے اور کعب کے درمیان سخت کلامی بھی ہوئی واپس آکر حسب ہدایت گول مول بات کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عہد شکنی کا واقعہ صحیح ہونے سے باخبر کر دیا۔

اس وقت جب کہ یہود کا قبیلہ بنو قریظہ جو مسلمانوں کا حلیف تھا وہ بھی بر سر جنگ آگیا تو جو نفاق کے ساتھ مسلمانوں میں شامل تھے ان کا نفاق بھی کھلنے لگا۔ بعض نے تو کھل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کہنا شروع کر دیں، جیسا کہ اوپر گذرا اذ یقول المنفقون اور بعض نے حیلے بہانے بنا کر میدان جنگ سے بھاگ جانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، جس کا ذکر آیات مذکورہ ان بیوتنا عورۃ میں آیا ہے۔

اب محاذ جنگ کی یہ صورت تھی کہ خندق کی وجہ سے احزاب کا لشکر اندر نہ آسکتا تھا۔ اس کے دوسرے کنارہ پر مسلمانوں کا لشکر تھا۔ دونوں میں ہر وقت تیر اندازی کا سلسلہ رہتا تھا۔ اسی حال میں تقریباً ایک مہینہ ہو گیا کہ نہ کھل کر کوئی فیصلہ

Marfat.com

کن جنگ ہوتی تھی اور نہ کسی وقت بے فکری' دن رات صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے کنارے اس کی حفاظت کرتے تھے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بنفس نفیس اس محنت و مشقت میں شریک تھے، مگر آپؐ پر یہ بات بہت شاق تھی کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب سخت اضطراب اور بے چینی میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ قبیلہ غطفان کے رئیس نے ان یہودیوں کے ساتھ شرکت خیبر کے پھل اور کھجور کی طمع میں کی ہے۔ آپ نے غطفان کے دو سردار عیینہ ابن حصن اور ابو الحارث بن عمرو کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم تمھیں مدینہ طیبہ کا ایک تہائی پھل دیں گے، اگر تم اپنے ساتھیوں کو لے کر میدان سے واپس چلے جاؤ۔ یہ گفتگو درمیان میں تھی اور دونوں سردار راضی ہو چکے تھے قریب تھا کہ معاہدہ صلح پر دستخط ہو جائیں' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت ارادہ کیا کہ صحابہ کرامؓ سے اس معاملہ میں مشورہ لیں۔ قبیلہ اوس و خزرج کے دو بزرگ سعدین یعنی سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کو بلا کر ان سے مشورہ لیا۔

دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر آپ کو اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے تو ہمارے کچھ کہنے کی مجال نہیں ہم قبول کریں گے ورنہ بتائیے کہ یہ آپ کی طبعی رائے ہے یا آپ نے ہمیں مشقت و تکلیف سے بچانے کے لیے یہ تدبیر کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ امر الٰہی اس کا ہے' اور نہ میری طبیعت کا تقاضا ہے بلکہ صرف تمھاری مصیبت و تکلیف کو دیکھ کر یہ صورت اختیار کی ہے، کیونکہ تم لوگ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ میں نے چاہا فریق مقابل کی قوت کو اس طرح فوراً توڑ دیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جس وقت بتوں کو پوجتے تھے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانتے تھے نہ اسکی عبادت کرتے تھے

Marfat.com

اسوقت ان لوگوں کو ہمارے شہر کے پھل میں سے ایک دانہ کی طمع رکھنے کی ہمت نہیں تھی بجز اسکے کہ وہ ہمارے مہمان ہوں اور مہمانی کے طور پر ہم انکو کھلادیں یا پھر ہم سے خرید کر لے جائیں آج جبکہ اللہ تعالی نے ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائی اور اسلام کا اعزاز عطا فرمایا' کیا آج ہم ان لوگوں کو اپنا پھل اور اپنے اموال دیدیں گے۔ ہمیں ان کی مصالحت کی کوئی حاجت نہیں' ہم تو ان کو تلوار کے سوا کچھ نہیں دیں گے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کی اولوالعزمی اور غیرت ایمانی کو دیکھ کر اپنا یہ ارادہ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ سعدؓ نے صلح نامہ کا کاغذ ان کے ہاتھوں سے لے کر تحریر مٹادی' کیونکہ ابھی اس پر دستخط نہیں ہوئے تھے۔ غطفان کے سردار عیینہ اور حارث جو خود اس صلح کے لیے تیار ہو کر مجلس میں موجود تھے' صحابہ کرامؓ کی یہ قوت وشدت دیکھ کر خود بھی اپنے دلوں میں متزلزل ہو گئے۔

ادھر خندق کے دونوں طرفوں سے تیر اندازی اور پتھراؤ کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت سعد بن معاذؓ بنی حارثہ کے قلعہ میں جہاں عورتوں کو محفوظ کر دیا گیا تھا، اپنی والدہ کے پاس گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی اس وقت اسی قلعہ میں تھی، اور عورتوں کو پردے کے احکام اس وقت تک آئے نہ تھے۔ میں نے دیکھا کہ سعد بن معاذؓ ایک چھوٹی زرہ پہنے ہوئے ہیں جس میں سے ان کے ہاتھ نکل رہے تھے اور ان کی والدہ ان سے کہہ رہی ہیں کہ جاؤ جلدی کرو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے ان کی والدہ سے کہا کہ ان کے لیے کوئی بڑی زرہ ہوتی تو بہتر تھا۔ مجھے ان کے ہاتھ پاؤں کا خطرہ ہے۔ جو زرہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ والدہ نے کہا کچھ مضائقہ نہیں' اللہ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ لشکر میں پہنچے تو ان کو تیر لگا جس نے ان کی رگ

Marfat.com

اکحل کو کاٹ ڈالا۔ اس وقت سعدؓ نے یہ دعا کی کہ یااللہ اگر آئندہ بھی قریش کا کوئی حملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر ہونا مقدر ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھیے' کیونکہ اس سے زیادہ میری کوئی تمنا نہیں کہ میں اس قوم سے مقابلہ کروں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچائیں' وطن سے نکالا' اور آپ کی تکذیب کی اور اگر آئندہ آپ کے علم میں یہ جنگ کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو آپ مجھے موت شہادت عطاء فرمائیں' مگر اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک کہ بنی قریظہ سے ان کی غداری کا انتقام لے کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حق تعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ اس واقعہ احزاب کو کفار کا آخری حملہ بنا دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کا دور شروع ہوا۔ پہلے خیبر پھر مکہ مکرمہ اور پھر دوسرے بلاد فتح ہوئے اور بنو قریظہ کا واقعہ آگے آتا ہے کہ وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور ان کے معاملہ کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ کے سپرد کیا گیا۔ ان کے فیصلہ کے مطابق ان کے جوان قتل کئے گئے اور عورتیں بچے قید کر لیے گئے۔

اس واقعہ احزاب میں صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر خندق کی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی۔ اگر کسی وقت آرام کے لیے لیٹتے بھی تو ذرا کسی طرف سے شور و شغب کی آواز آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلحہ باندھ کر میدان میں جاتے تھے۔ حضرت ام سلمہ ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں کئی کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ آپؐ ذرا آرام کرنے کے لیے تشریف لائے اور کوئی آواز سنی تو فوراً باہر تشریف لے گئے' پھر آرام کے لیے ذرا کمر لگائی اور پھر کوئی آواز سنی تو باہر تشریف لے گئے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں بہت سے غزوات غزوۂ مریسیع' خیبر' حدیبیہ' فتح مکہ اور غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

ساتھ رہی ہوں، آپ پر کسی غزوہ میں ایسی شدت اور مشقت نہیں ہوئی، جیسی غزوۂ خندق میں پیش آئی۔ اس غزوہ قریظہ میں مسلمانوں کو زخم بھی بہت لگے، سردی کی شدت سے بھی تکلیف اٹھائی اس کے ساتھ کھانے پینے کی ضروریات میں بھی تنگی تھی۔ (مظہری)

ایک روز مقابل کفار نے یہ طے کیا کہ سب مل کر یکبارگی حملہ کرو اور کسی طرح خندق کو عبور کر کے آگے پہنچو۔ یہ طے کر کے بڑی بے جگری سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آگئے اور سخت تیر اندازی کی۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو دن بھر ایسا مشغول رہنا پڑا کہ نماز کے لیے بھی ذرا سی مہلت نہ ملی، چار نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھی گئیں۔

جب مسلمانوں پر شدت کی انتہا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کفار کے لیے بد دعا کی، اور تین روز پیر منگل، بدھ میں مسجد فتح کے اندر مسلسل احزاب کی شکست و فرار اور مسلمانوں کی فتح کے لیے دعا کرتے رہے۔ تیسرے روز بدھ کے دن ظہر و عصر کے درمیان دعاء قبول ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاداں و فرحاں صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے، فتح کی بشارت سنائی۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پیش نہیں آئی۔

(مظہری)

دشمنوں کی صفوف میں قبیلہ غطفان ایک بڑی طاقت تھی، حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے انھی میں سے ایک شخص نعیم ابن مسعود کے دل میں ایمان ڈال دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور بتلایا کہ ابھی تک میری قوم میں کسی کو یہ معلوم نہیں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں، اب مجھے فرمائیں کہ میں اسلام کی کیا خدمت کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے فرمایا کہ تم اکیلے آدمی یہاں کوئی خاص کام نہ کر سکو گے' اپنی قوم میں واپس جا کر انھی میں مل کر اسلام سے مدافعت کا کوئی کام کر سکو تو کرو۔ نعیم ابن مسعودؓ ذہین سمجھدار آدمی تھے، ایک منصوبہ دل میں بنالیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت چاہی کہ میں ان لوگوں میں جا کر جو مصلحت دیکھوں کہوں' آپ نے اجازت دیدی۔

نعیم بن مسعودؓ یہاں سے بنو قریظہ کے پاس گئے جن کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں ان کے قدیم تعلقات تھے۔ ان سے کہا اے بنو قریظہ تم جانتے ہو کہ میں تمھارا قدیم دوست ہوں انھوں نے اقرار کیا کہ ہمیں آپ کی دوستی میں کوئی شبہہ نہیں اس کے بعد حضرت نعیم ابن مسعودؓ نے بنو قریظہ کے سرداروں سے ناصحانہ اور خیر خواہانہ انداز میں سوال کیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ قریش مکہ ہوں یا ہمارا قبیلہ غطفان یا دوسرے قبائل یہود وغیرہ ان کا وطن یہاں نہیں' یہ اگر شکست کھا کر بھاگ جائیں تو ان کا کوئی نقصان نہیں' تمھارا معاملہ ان سب سے مختلف ہے۔ مدینہ تمھارا وطن ہے' تمھاری عورتیں اور اموال سب یہاں ہیں۔ اگر تم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی اور بعد میں یہ لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے تو تمھارا کیا بنے گا۔ کیا تم تنہا مسلمانوں کا مقابلہ کر سکو گے ؟

اس لیے میں تمھاری خیر خواہی سے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم لوگ ان کے ساتھ اس وقت تک شریک جنگ نہ ہو جب تک یہ لوگ اپنے خاص سرداروں کی ایک تعداد تمھارے پاس رہن نہ رکھ دیں' کہ وہ تم کو مسلمانوں کے حوالہ کر کے نہ بھاگ جائیں۔ بنو قریظہ کو ان کا یہ مشورہ بہت اچھا معلوم ہوا' اس کی قدر کی اور کہا کہ آپ نے بہت اچھا مشور دیا۔

اس کے بعد نعیم بن مسعودؓ قریشی سرداروں کے پاس پہونچے اور ان سے

Marfat.com

کہا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ کا دوست ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں، مجھے ایک خبر ملی ہے تمھاری خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ میں وہ خبر تمھیں پہنچا دوں بشرطیکہ آپ لوگ میرے نام کا اظہار نہ کریں۔ وہ خبر یہ ہے کہ یہود بنی قریظہ تمھارے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد اپنے فیصلہ پر نادم ہوئے اور اس کی اطلاع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ کہہ کر بھیجدی ہے کہ کیا آپ ہم سے اس شرط پر راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے چند سرداروں کو آپ کے حوالے کر دیں کہ آپ ان کی گردن مار دیں، پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر ان سب سے جنگ کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کو قبول کر لیا ہے۔ اب بنو قریظہ تم سے بطور رہن کے تمھارے کچھ سرداروں کا مطالبہ کریں گے۔ اب آپ لوگ اپنے معاملہ کو سوچ لیں۔

اس کے بعد نعیم ابن مسعودؓ اپنے قبیلہ غطفان میں گئے اور ان کو یہی خبر سنائی۔ اس کے ساتھ ہی ابو سفیان نے قریش کی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کو اور غطفان کیطرف سے ورقہ ابن غطفان کو اس کام کے لیے مقرر کیا کہ وہ بنو قریظہ سے جا کر کہیں کہ اب ہمارا سامان جنگ بھی ختم ہو رہا ہے، اور ہمارے آدمی بھی مسلسل جنگ سے تھک رہے ہیں، ہم آپ کے معاہدے کے مطابق آپ کی امداد اور شرکت کے منتظر ہیں۔ بنو قریظہ نے ان کو اپنی قرارداد کے مطابق یہ جواب دیا کہ ہم تمھارے ساتھ جنگ میں اس وقت تک شریک نہیں ہوں گے جب تک تم دونوں قبیلوں کے چند سردار ہمارے پاس بطور رہن (یرغمال) کے نہ پہونچ جائیں۔ عکرمہ اور ورقہ نے یہ خبر ابو سفیان کو پہنچادی تو قریش اور غطفان کے سرداروں نے یقین کر لیا کہ نعیم بن مسعود نے جو خبر دی تھی وہ صحیح ہے، اور بنو قریظہ سے کہلا بھیجا کہ ہم ایک آدمی بھی اپنا آپ کو نہیں دیں گے، پھر آپ کا دل چاہے تو ہمارے ساتھ جنگ میں شرکت کریں اور نہ چاہیں تو نہ کریں۔ بنو قریظہ کو یہ حال دیکھ کر اس بات پر جو نعیم ابن مسعودؓ نے کہی تھی

Marfat.com

اور زیادہ یقین ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمن گروہ میں سے ایک شخص کے ذریعہ ان کے آپس میں پھوٹ ڈال دی اور ان لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اس کے ساتھ دوسری آسمانی افتاد ان پر یہ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت اور برفانی ہوا ان پر مسلط کر دی، جس نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ہنڈیاں چولھوں سے اڑا دیں۔ یہ تو ظاہری اسباب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاؤں اکھاڑنے کے لیے پیدا فرما دیئے تھے اس پر مزید اپنے فرشتے بھیج دیے جو باطنی طور پر ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیں، ان دونوں باتوں کا ذکر آیات مذکورہ کے شروع میں بھی اس طرح فرمایا گیا ہے فارسلنا علیھم ریحا و جنودا لم تروھا یعنی ہم نے بھیجدی ان کے اوپر ایک تند و سخت ہوا اور بھیجدیئے فرشتوں کے لشکر۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اب ان لوگوں کے لیے بھاگ کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعیم ابن مسعودؓ کی کارگذاری اور احزاب کے درمیان پھوٹ کے واقعات کی خبر ملی تو ارادہ فرمایا کہ اپنا کوئی آدمی جا کر دشمن کے لشکر اور ان کے ارادوں کا پتہ لائے۔ مگر وہ سخت برفانی ہوا جو دشمن پر بھیجی گئی تھی بہر حال پورے مدینہ پر حاوی ہوئی اور مسلمان بھی اس سخت سردی سے متاثر ہوئے۔ رات کا وقت تھا، صحابہ کرامؓ دن بھر کی محنت و مقابلہ سے چور چور سخت سردی کے سبب سمٹے ہوئے بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کون ہے جو کھڑا ہو اور دشمن کے لشکر میں جا کر ان کی خبر لائے اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے جاں نثار صحابہ کا مجمع تھا مگر حالات نے ایسا مجبور کر رکھا تھا کہ کوئی کھڑا نہیں ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور کچھ دیر نماز میں مشغول رہنے کے بعد پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہے کوئی

Marfat.com

شخص جو دشمن کے لشکر کی مجھے خبر لا دے اور اس کے عوض میں جنت حاصل کر لے۔ اس مرتبہ بھی پورے مجمع میں سناٹا رہا' کوئی نہیں اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر نماز میں مشغول ہو گئے اور کچھ دیر کے بعد پھر تیسری مرتبہ وہی خطاب فرمایا کہ جو ایسا کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ مگر پوری قوم دن بھر کے سخت تکان اور کئی وقت کے فاقہ سے اور بھوک سے اور اوپر سے سردی کی شدت سے ایسی بے بس ہو رہی تھی کہ پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام لے کر فرمایا کہ حذیفہ تم جاؤ۔ حالت میری بھی سب جیسی تھی، مگر نام لے کر حکم دینے پر اطاعت کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں کھڑا ہو گیا' اور سردی سے میرا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک میرے سر اور چہرے پر پھیرا اور فرمایا کہ دشمن کے لشکر میں جاؤ اور مجھے صرف خبر لا کر دو اور میرے پاس واپس آنے سے پہلے کوئی کام نہ کرو۔ اور پھر آپ نے میری حفاظت کے لیے دعاء فرمائی میں نے اپنی تیر کمان اٹھائی اور اپنے کپڑے اپنے اوپر باندھ لیے اور ان کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہاں سے روانہ ہوا تو عجیب ماجرا یہ دیکھا کہ خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے جو سردی سے کپکپی طاری تھی وہ ختم ہو گئی' اور میں اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی گرم حمام کے اندر ہو' یہاں تک کہ میں ان کے لشکر میں پہونچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ہوا کے طوفان نے ان کے خیمے اکھاڑ دیئے تھے اور ہانڈیاں الٹ دی تھیں۔ ابو سفیان آگ کے پاس بیٹھ کر سینک رہے تھے۔ میں نے یہ دیکھ کر اپنا تیر کمان مستحکم کیا، اور ابو سفیان پر تیر پھینکنے ہی والا تھا کہ مجھے حضورؐ کا یہ فرمان یاد آ گیا۔ کہ کچھ کام وہاں سے واپس آنے تک نہ کرنا۔ ابو سفیان بالکل میری زد میں تھے' مگر اس فرمان کی بناء پر میں

Marfat.com

نے اپنا تیر الگ کر لیا۔

ابو سفیان حالات سے پریشان ہو کر واپسی کا اعلان کرنا چاہتے تھے، مگر اس کے لیے ضروری تھا کہ قوم کے ذمہ داروں سے بات کریں۔ رات کی تاریکی میں اور سناٹے میں یہ خطرہ بھی تھا کہ کوئی جاسوس موجود ہو اور ان کی بات سن لے۔ اس لیے ابو سفیان نے یہ ہوشیاری کی کہ بات کرنے سے پہلے سارے مجمع کو کہا کہ ہر شخص اپنی برابر والے آدمی کو پہچان لے، تاکہ کوئی غیر آدمی ہماری بات نہ سن سکے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اب مجھے خطرہ ہوا کہ میری برابر کا آدمی جب مجھ سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ تو میرا راز کھل جائے گا۔ انھوں نے بڑی ہوشیاری اور دلیری سے خود مسابقت کر کے اپنے برابر والے آدمی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا تعجب ہے تم مجھے نہیں جانتے، میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ وہ قبیلہ ہوازن کا آدمی تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہؓ کو گرفتاری سے بچا دیا۔

ابو سفیان نے جب یہ اطمینان کر لیا کہ مجمع اپنا ہی ہے، کوئی غیر نہیں تو اس نے پریشان کن حالات اور بنو قریظہ کی بد عہدی اور سامان جنگ ختم ہو جانے کے واقعات سنا کر کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اب آپ سب واپس چلیں اور میں بھی واپس جا رہا ہوں اسی وقت لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور سب واپس جانے لگے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں یہاں سے واپس چلا تو ایسا محسوس ہوا کہ میرے گرد کوئی گرم حمام ہے جو مجھے سردی سے بچا رہا ہے۔ واپس پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مشغول پایا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے واقعہ کی خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر مسرت سے خوش ہو کر ہنسنے لگے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپؐ کے دندان مبارک چمکنے لگے۔ اس

Marfat.com

کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے قدموں میں جگہ دی، اور جو چادر آپؐ اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک حصہ مجھ پر ڈال دیا، یہاں تک کہ میں سو گیا۔ جب صبح ہو گئی تو آپؐ نے ہی یہ کہہ کر مجھے بیدار فرمایا کہ قم یا نومان کھڑا ہو جا اے بہت سونے والے"

صحیح بخاری میں حضرت سلیمان بن صردؓ کی روایت ہے کہ احزاب کے واپس جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الان نغزوهم ولا يغزوننا نحن نسير اليهم (بخاری)

یعنی اب وہ ہم پر حملہ آور نہ ہوں گے بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے اور ان کے ملک پر چڑھائی کریں گے (مظہری)

یہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ شہر مدینہ میں واپس آ گئے' اور ایک مہینہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے ہتھیار کھولے۔

غزوۂ بنو قریظہ

ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مدینہ میں واپس پہنچے ہی تھے کہ اچانک جبرئیل امین علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ آپ لوگوں نے اپنے ہتھیار کھول دیئے ہیں مگر فرشتوں نے اپنے ہتھیار نہیں کھولے، اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ پر حملہ کریں اور میں آپ سے آگے وہیں جا رہا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اعلان کرنے کے لیے ایک منادی بھیجدیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم لوگوں کو سنایا اور پہونچایا لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة' یعنی کوئی آدمی عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک

Marfat.com

کہ بنو قریظہ میں نہ پہونچ جائے"

صحابہ کرامؓ سب کے سب اس دوسرے جہاد کے لیے فوراً تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عصر کا وقت آیا تو بعض حضرات نے حکم نبوی کے ظاہر کے موافق راستہ میں نماز عصر ادا نہیں کی، بلکہ منزل مقرر بنو قریظہ میں پہونچ کر ادا کی۔ اور بعض نے یہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد عصر کے وقت میں بنو قریظہ پہونچ جانا ہے، ہم اگر نماز راستہ میں پڑھ کر عصر کے وقت میں وہاں پہونچ جائیں تو یہ حضور ﷺ کے ارشاد کے منافی نہیں۔ انھوں نے نماز عصر اپنے وقت پر راستہ میں ادا کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے اس اختلاف عمل کی خبر دی گئی، تو آپؐ نے دونوں فریق میں سے کسی کو ملامت نہیں فرمائی، بلکہ دونوں کی تصویب فرمائی۔ اس سے علماء امت نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ علمائے مجتہدین جو حقیقۃً مجتہد ہوں اور اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کے اقوال مختلفہ میں سے کسی کو گناہ اور منکر نہیں کہا جاسکتا، دونوں فریقوں کے لیے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں ثواب لکھا جاتا ہے۔

بنو قریظہ سے جہاد کے لیے نکلنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے آنے کی خبر سن کر بنو قریظہ قلعہ بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

بنو قریظہ کا سردار کعب جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد توڑ کر احزاب کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے حالات کی نزاکت بیان کرتے ہوئے تین صورتیں عمل کی پیش کیں۔

Marfat.com

اول یہ کہ تم سب کے سب اسلام قبول کرو اور محمد ﷺ کے تابع ہو جاؤ، کیونکہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب لوگ جانتے ہو کہ وہ حق پر ہیں اور تمھاری کتاب تورات میں ان کی پیشگوئی موجود ہے' جو تم پڑھتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو دنیا میں اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کر لو گے' اور آخرت بھی درست ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تم اپنی اولاد اور عورتوں کو پہلے خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دو اور پھر پوری طاقت سے مقابلہ کرو یہاں تک کہ تم بھی سب مقتول ہو جاؤ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یوم السبت (ہفتہ کے دن) تم مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر دو' کیونکہ مسلمان جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں یوم السبت میں قتال حرام ہے' اس لیے وہ ہماری طرف سے اس دن میں بے فکر ہوں گے' ہم ناگہانی طور پر حملہ کریں تو ممکن ہے کامیاب ہو جائیں۔

کعب رئیس قوم کی یہ تقریر سن کر قوم کے لوگوں نے جواب دیا کہ پہلی بات یعنی مسلمان ہو جانا یہ تو ہم ہرگز قبول نہ کریں گے' کیونکہ ہم تورات کو چھوڑ کر اور کسی کتاب کو نہ مانیں گے۔ رہی دوسری بات تو عورتوں بچوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم ان کو قتل کر دیں۔ باقی تیسری بات خود حکم تورات اور ہمارے مذہب کے خلاف ہے، یہ بھی ہم نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد سب نے اس پر اتفاق کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور آپ ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمادیں اس پر راضی ہو جائیں۔ انصاری صحابہ کرامؓ میں جو لوگ قبیلہ اوس سے متعلق تھے ان کے اور بنو قریظہ کے درمیان قدیم زمانے میں معاہدہ رہا تھا تو اوسی صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ میں ان کا معاملہ تمھارے ہی ایک سردار کے سپرد کر دوں۔ یہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمھارے سردار سعد بن معاذ ہیں، اس کا فیصلہ میں ان کے سپرد کرتا ہوں اس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ ؓ کو واقعہ خندق میں تیر کا زخم شدید پہونچا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے مسجد کے احاطہ میں ایک خیمہ لگوا کر اس میں ٹھہرا دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بنو قریظہ کے قیدیوں کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا گیا۔ انھوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان میں جو جنگ کرنے والے جوان ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں بچوں، بوڑھوں کے ساتھ جنگی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے جو اسلام میں معروف ہے۔ یہی فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ اور اس فیصلے کے فوراً بعد ہی حضرت سعد بن معاذ ؓ کے زخم سے خون بہہ پڑا، اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں ایک یہ کہ آئندہ قریش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حملہ نہ ہو گا، دوسرے بنو قریظہ کی غداری کی سزا ان کو مل جائے وہ اللہ نے انھی کے ذریعہ دلوا دی۔

جن کو قتل کرنا تجویز ہوا تھا ان میں بعض مسلمان ہو جانے کی وجہ سے آزاد کر دیئے عطیہ قرظی جو صحابہ کرامؓ میں معروف ہیں انھی لوگوں میں سے ہیں۔ انھی لوگوں میں زبیر بن باطا بھی تھے۔ ان کو حضرت ثابت بن قیس بن شماس ؓ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر کے آزاد کرا دیا، جس کا سبب یہ تھا کہ زبیر بن باطا نے ان پر زمانہ جاہلیت میں ایک احسان کیا تھا۔ وہ یہ کہ جاہلیت کے زمانے کی جنگ بعاث میں ثابت بن قیس قید ہو کر زبیر بن باطا کے قبضہ میں آگئے تھے، زبیر بن باطا نے ان کے سر کے بال کاٹ کر ان کو آزاد کر دیا قتل نہیں کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت ثابت بن قیس زبیر بن باطا کی رہائی کا حکم حاصل کر کے ان کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تمھارے اس احسان کا بدلہ کر دوں، جو تم نے جنگ بعاث میں مجھ پر کیا تھا۔ زبیر بن باطا نے کہا کہ بے شک شریف آدمی دوسرے شریف کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ وہ آدمی زندہ رہ کر کیا کرے گا۔ جس کے اہل و عیال نہ رہے ہوں۔ یہ سن کر ثابت بن قیسؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کے اہل و عیال کی بھی جان بخشی کر دی جائے، آپ نے قبول فرمالیا۔ زبیر بن باطا کو اس کی اطلاع دی، تو یہ ایک قدم اور آگے بڑھے۔ کہ ثابتؓ یہ بتلاؤ کہ کوئی انسان صاحب عیال کیسے زندہ رہے گا جب اس کے پاس کوئی مال نہ ہو۔ ثابت بن قیس پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا مال بھی ان کو دلوادیا۔ یہاں تک تو ایک مومن کی شرافت اور احسان شناسی کا قضیہ تھا جو حضرت ثابت بن قیس کی طرف سے ہوا۔

اب دوسرا رخ سنیے کہ زبیر بن باطا کو جب اپنے اور اپنے اہل و عیال کی آزادی اور اپنے مال و متاع سب واپس مل جانے کا اطمینان ہو چکا تو اس نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے قبائل یہود کے سرداروں کے متعلق سوال کیا، اور پوچھا کہ ابن ابی الحقیق کا کیا ہوا جس کا چہرہ چینی آئینہ جیسا تھا۔ انھوں نے بتلایا کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ پھر پوچھا کہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن قریظہ اور عمرو بن قریظہ کا کیا انجام ہوا؟ انھوں نے بتلایا کہ یہ دونوں بھی قتل کر دیے گئے، پھر دو جماعتوں کے متعلق سوال کیا اس کے جواب میں ان کو خبر دی گئی کہ وہ سب قتل کر دیے گئے۔

یہ سن کر زبیر بن باطا نے حضرت ثابت بن قیس سے کہا کہ آپ نے اپنے احسان کا بدلہ پورا کر دیا، اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا، مگر میں اپنی زمین جائیداد کو ان لوگوں کے بعد آباد نہیں کروں گا، مجھے بھی انھی لوگوں کے ساتھ شامل کر دو، یعنی

Marfat.com

قتل کر ڈالو۔ ثابت بن قیسؓ نے اس کو قتل کرنے سے انکار کر دیا' پھر اس کے اصرار پر کسی دوسرے مسلمان نے اس کو قتل کیا۔ (قرطبی)

یہ ایک کافر کی غیرت قومی تھی جس نے سب کچھ ملنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے بغیر زندہ رہنا پسند نہ کیا، ایک مومن ایک کافر کے یہ دونوں عمل ایک تاریخی یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بنو قریظہ کی یہ فتح ہجرت کے پانچویں سال میں ماہ ذیقعدہ کے آخر اور ذی الحجہ کے شروع میں ہوئی ہے۔ (قرطبی)

حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ کا سفر بصرہ

صدیقہ عائشہؓ اور ان کے ساتھ حضرت ام سلمہ اور صفیہ رضی اللہ عنہما یہ سب حج کے لیے تشریف لے گئیں تھیں۔ وہاں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اور بغاوت کے واقعات سنے تو سخت غمگین ہوئیں اور مسلمانوں کے باہمی افتراق سے نظام مسلمین میں خلل اور فتنہ کا اندیشہ پریشان کیے ہوئے تھا۔ اسی حالت میں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور نعمان بن بشیرؓ اور کعب بن عجرہؓ اور چند دوسرے صحابہ کرامؓ مدینہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ پہونچے' کیونکہ قاتلان عثمانؓ ان کے بھی قتل کے درپے تھے۔ یہ حضرات اہل بغاوت کے ساتھ شریک نہیں تھے بلکہ انکو ایسے افعال سے روکتے تھے حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کے بعد وہ ان کے بھی درپے تھے، اس لیے یہ لوگ جان بچا کر مکہ معظمہ پہونچ گئے' اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشورہ طلب کیا۔ حضرت صدیقہؓ نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ آپ لوگ اس وقت تک مدینہ طیبہ نہ جائیں جب تک کہ باغی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گرد جمع ہیں اور وہ ان سے قصاص لینے سے مزید فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں تو آپ لوگ کچھ روز ایسی جگہ جا کر رہیں جہاں اپنے آپ کو مامون سمجھیں' جب تک کہ امیر المومنین انتظام

Marfat.com

پر قابو نہ پالیں اور تم لوگ جو کچھ کوشش کر سکتے ہو اسکی کرو کہ یہ لوگ امیر المؤمنین کے گرد سے متفرق ہو جائیں اور امیر المومنینؓ ان سے قصاص یا انتقام لینے پر قابو پالیں۔

یہ حضرات اس پر راضی ہو گئے اور ارادہ بصرہ چلے جانے کا کیا۔ کیونکہ اس وقت وہاں مسلمانوں کے لشکر جمع تھے۔ ان حضرات نے وہاں جانے کا قصد کر لیا تو ام المومنینؓ سے بھی درخواست کی کہ انتظام حکومت برقرار ہونے تک آپ بھی ہمارے ساتھ بصرہ میں قیام فرمائیں۔

اور اس وقت قاتلان عثمانؓ اور مفسدین کی قوت و شوکت اور حضرت علیؓ کا ان پر حد شرعی جاری کرنے سے بے قابو ہونا خود نہج البلاغہ کی روایت سے واضح ہے۔ یاد رہے کہ نہج البلاغہ کو شیعہ حضرات مستند مانتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیر سے ان کے بعض اصحاب و رفقاء نے خود کہا کہ اگر آپ ان لوگوں کو سزا دیدیں جنھوں نے عثمان غنیؓ پر حملہ کیا تو بہتر ہوگا۔ اس پر حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے بھائی! میں اس بات سے بے خبر نہیں جو تم کہتے ہو' مگر یہ کام کیسے ہو جبکہ مدینہ پر یہی لوگ چھائے ہوئے ہیں اور تمھارے غلام اور آس پاس کے اعراب بھی ان کے ساتھ لگ گئے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کی سزا کے احکام جاری کر دوں تو نافذ کس طرح ہوں گے۔

حضرت صدیقہؓ کو ایک طرف حضرت علیؓ کی مجبوری کا اندازہ تھا دوسری طرف یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے مسلمانوں کے قلوب زخمی ہیں' اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینے میں تاخیر جو امیر المومنین علیؓ کی طرف سے مجبوری دیکھی جا رہی تھی اور مزید یہ کہ قاتلان عثمانؓ امیر المومنینؓ کی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے۔ جو لوگ حضرت امیر المومنین کی مجبوری سے واقف نہ تھے' ان کو اس معاملہ میں ان سے بھی شکایت پیدا ہو رہی تھی۔ ممکن تھا کہ یہ

Marfat.com

شکوہ و شکایت کسی دوسرے فتنے کا آغاز نہ بن جائے' اس لیے لوگوں کو فہمائش کر کے صبر کرنے اور امیر المومنینؓ کو قوت پہنچا کر نظم مملکت کو مستحکم کرنے اور باہمی شکوہ و شکایت کو رفع کر کے اصلاح بین الناس کے قصد سے بصرہ کا سفر اختیار کر لیا' جس میں ان کے محرم بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ ان کے ساتھ تھے اپنے اس سفر کا مقصد خود ام المومنینؓ نے حضرت قعقاعؓ کے سامنے بیان فرمایا تھا۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ اور ایسے شدید فتنہ کے وقت اصلاح بین المومنین کا کام جس قدر اہم دینی خدمت تھی وہ بھی ظاہر ہے۔ اس کے لیے اگر ام المومنینؓ نے بصرہ کا سفر محارم کے ساتھ اور پردہ کے آہنی ہودج میں اختیار فرمالیا تو اس کو جو شیعہ اور روافض نے ایک طوفان بنا کر پیش کیا ہے کہ ام المومنینؓ نے احکام قرآن کی خلاف ورزی کی اس کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔

آگے منافقین اور مفسدین کی شرارت نے جو صورت جنگ باہمی کی پیدا کر دی اس کا خیال کبھی صدیقہؓ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس آیت کی تفسیر کے لیے اتنا ہی کافی ہے آگے واقعہ جنگ جمل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' مگر اختصار کے ساتھ حقیقت واضح کرنے کے لیے چند سطور لکھی جاتی ہیں۔

باہمی فتنوں اور جھگڑوں کے وقت جو صورتیں دنیا میں پیش آیا کرتی ہیں ان سے کوئی اہل بصیرت و تجربہ غافل نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی صورت یہ پیش آئی کہ مدینہ سے آئے ہوئے صحابہ کرامؓ کی معیت میں حضرت صدیقہؓ کے سفر بصرہ کو منافقین اور مفسدین نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے سامنے صورت بگاڑ کر اس طرح پیش کیا کہ یہ سب اس لیے بصرہ جا رہے ہیں کہ وہاں سے لشکر ساتھ لے کر آپ کا مقابلہ کریں' اگر آپ امیر وقت ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ اس فتنہ کو آگے بڑھنے سے پہلے وہیں جا کر روکیں۔ حضرت حسن و حسین و عبداللہ بن جعفر' عبداللہ بن عباس

Marfat.com

رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرامؓ نے اس رائے سے اختلاف بھی کیا اور مشورہ یہ دیا کہ آپ ان کے مقابلہ پر لشکر کشی اس وقت تک نہ کریں جب تک صحیح حال معلوم نہ ہو جائے، مگر کثرت دوسری طرف رائے دینے والوں کی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی طرف مائل ہو کر لشکر کے ساتھ نکل آئے' اور یہ شریر اہل فتنہ و بغاوت بھی آپ کے ساتھ نکلے۔

جب یہ حضرات بصرہ کے قریب پہونچے تو حضرت قعقاعؓ کو ام المومنین کے پاس دریافت حال کے لیے بھیجا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے ام المومنینؓ آپ کے یہاں تشریف لانے کا کیا سبب ہوا؟ تو صدیقہ نے فرمایا: ای نبی الاصلاح بین الناس یعنی "میرے پیارے بیٹے! میں اصلاح بین الناس کے ارادہ سے یہاں آئی ہوں" پھر حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی قعقاعؓ کی مجلس میں بلالیا قعقاعؓ نے ان سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ قاتلان عثمانؓ پر حد شرعی جاری کرنے کے سوائے ہم کچھ نہیں چاہتے حضرت قعقاعؓ نے سمجھایا کہ یہ کام تو اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مسلمانوں کی جماعت منظم اور مستحکم نہ ہو جائے اس لیے آپ حضرات پر لازم ہے کہ اس وقت آپ مصالحت کی صورت اختیار کرلیں۔

ان بزرگوں نے اس کو تسلیم کیا۔ حضرت قعقاعؓ نے جاکر امیر المومنین کو اس کی اطلاع دیدی وہ بھی بہت مسرور ہوئے اور مطمئن ہو گئے اور سب لوگوں نے واپسی کا قصد کر لیا' اور تین روز اس میدان میں قیام اس حال پر رہا کہ کسی کو اس میں شک نہیں تھا کہ اب دونوں فریقوں میں مصالحت کا اعلان ہو جائے گا' اور چوتھے دن صبح کو یہ اعلان ہونے والا تھا اور حضرت امیر المومنینؓ کی ملاقات طلحہؓ و زبیر کے ساتھ ہونے والی تھی جس میں یہ قاتلان عثمان غنیؓ شریک نہیں تھے۔ یہ چیز ان لوگوں پر سخت گراں گزری' اور انھوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ تم اول حضرت عائشہؓ کی

Marfat.com

جماعت میں پہونچ کر قتل و غارت گری شروع کر دو' تاکہ وہ اور ان کے ساتھی یہ سمجھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی' اور یہ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت علیؓ کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں ان کی یہ شیطانی چال چل گئی' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں شامل ہونے والے مفسدین کی طرف سے جب حضرت صدیقہ ؓ کی جماعت پر حملہ ہو گیا تو وہ یہ سمجھنے میں معذور ہو گئے کہ یہ حملہ امیر المومنینؓ کے لشکر کی طرف سے ہوا ہے' اس کی جوابی کاروائی شروع ہو گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ ماجرا دیکھا تو قتال کے سوا چارہ نہ رہا اور جو حادثہ باہمی قتل و قتال کا پیش آنا تھا آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ واقعہ ٹھیک اسی طرح طبری اور دوسرے ثقات مورخین نے حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے نقل کیا ہے۔ (روح المعانی)

غرض مفسدین و مجرمین کی شرارت اور فتنہ انگیزی کے نتیجہ میں ان دونوں مقدس گروہوں میں غیر شعوری طور پر قتال کا واقعہ پیش آ گیا' اور جب فتنہ فرو ہوا تو دونوں ہی حضرات اس پر سخت غمگین ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ واقعہ یاد آجاتا تو اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کو بھی اس واقعہ پر سخت صدمہ پیش آیا۔ فتنہ فرو ہونے کے بعد مقتولین کی لاشوں کو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر یہ فرماتے کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر کر نسیاً منسیاً ہو گیا ہوتا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام المومنینؓ جب قرآن میں یہ آیت پڑھتیں وقرن فی بیوتکن تو رونے لگتیں' یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ (رواہ عبداللہ بن احمد فی زوائد الزہد وابن المنذر وابن شیبۃ عن مسروق' روح)

آیت مذکورہ پڑھنے پر رونا اس لیے نہ تھا کہ قرار فی البیوت کی خلاف ورزی ان کے

Marfat.com

نزدیک گناہ تھی یا سفر ممنوع تھا بلکہ گھر سے نکلنے پر جو واقعہ ناگوار اور حادثہ شدیدہ پیش آ گیا اس پر طبعی رنج و غم اس کا سبب تھا۔

(یہ سب روایات اور پورا مضمون تفسیر روح المعانی سے لیا گیا ہے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ

امام بخاری نے کتاب التفسیر اور کتاب الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیاء کرنے والے اور اپنے بدن کو چھپانے والے تھے ان کے بدن کو کوئی نہ دیکھتا تھا جب غسل کی ضرورت ہوتی تو پردہ کے اندر غسل کرتے تھے انکی قوم بنی اسرائیل میں عام طور پر یہ رواج تھا کہ مرد سب کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے تو بعض بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام جو کسی کے سامنے نہیں نہاتے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے یا تو برص ہے یا خصیتین بہت بڑھے ہوئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس طرح کے عیوب سے برأت کا اظہار فرما دیں۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے خلوت میں غسل کرنے کے لیے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینا چاہا تو یہ پتھر (بحکم خداوندی حرکت میں آ گیا) اور کپڑے لے کر بھاگنے لگا۔ موسیٰ اپنی لاٹھی اٹھا پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلے ثوبی حجر ثوبی حجر یعنی "اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے" مگر پتھر چلتا رہا یہاں تک کہ یہ پتھر ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں بنی اسرائیل کا ایک مجمع تھا، اس وقت بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو سر سے پاؤں تک ننگا دیکھا تو بہترین صحیح سالم بدن دیکھا (جس میں ان کا منسوب کیا ہوا کوئی عیب نہ تھا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برأت ان عیوب سے سب کے سامنے

Marfat.com

ظاہر فرمادی۔ پتھر یہاں پہونچ کر ٹھہر گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اٹھا کر پہن لیے' پھر موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاٹھی سے مارنا شروع کیا۔ خدا کی قسم! اس پتھر میں موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے تین یا چار یا پانچ اثر قائم ہو گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں امام حدیث حافظ ابن عساکر کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی خلافت و سلطنت کے زمانہ میں بھیس بدل کر بازاروں وغیرہ میں جاتے اور مختلف اطراف سے آنے والے لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت میں عدل و انصاف عام تھا اور سب انسان آرام و عیش کے ساتھ گذارہ کرتے تھے' کسی کو حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی' اس لیے جس سے سوال کرتے وہ داؤد علیہ السلام کی مدح و ثناء اور عدل وانصاف پر اظہار شکر کرتا تھا۔

حق تعالیٰ نے ان کی تعلیم کے لیے اپنے ایک فرشتے کو بشکل انسان بھیج دیا' جب داؤد علیہ السلام اس کام کے لیے نکلے تو یہ فرشتہ ان سے ملا۔ حسب عادت اس سے بھی وہی سوال کیا' فرشتے نے جواب دیا کہ داؤد بہت اچھا آدمی ہے اور سب آدمیوں سے وہ اپنے نفس کے لیے بھی اور اپنی امت و رعیت کے لیے بھی بہتر ہے، مگر اس میں ایک عادت ایسی ہے کہ وہ نہ ہوتی تو وہ بالکل کامل ہوتا۔ داؤد علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا عادت ہے؟ فرشتے نے کہا کہ وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل و عیال کا گذارہ مسلمانوں کے مال یعنی بیت المال میں سے لیتے ہیں۔

یہ بات سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف الحاح اور زاری اور دعاء کا اہتمام کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام سکھا دیں جو میں اپنے ہاتھ کی

Marfat.com

مزدوری سے پورا کروں، اور اس کی اجرت سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا گذارہ کروں' اور مسلمانوں کی خدمت اور سلطنت کے تمام کام بلا معاوضہ کروں۔ ان کی دعاء کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا' ان کو زرہ سازی کی صنعت سکھادی، اور پیغمبرانہ اعزاز یہ دیا کہ لوہے کو ان کے لیے موم بنادیا تاکہ یہ صنعت بہت آسان ہو جائے، اور تھوڑے وقت میں اپنا گذارہ پیدا کر کے باقی وقت عبادت اور امور سلطنت میں لگا سکیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا عجیب واقعہ

اس واقعہ میں بہت سی ہدایات ہیں، مثلاً یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کو ایسی بے مثل حکومت و سلطنت حاصل تھی کہ صرف ساری دنیا پر ہی نہیں بلکہ جنات اور طیوز اور ہوا پر بھی ان کی حکومت تھی، مگر ان سب سامانوں کے باوجود موت سے ان کو بھی نجات نہ تھی۔ اور یہ کہ موت تو مقررہ وقت پر آنی تھی، بیت المقدس کی تعمیر جو حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تکمیل فرمائی' اس میں کچھ کام تعمیر کا باقی تھا' اور یہ تعمیر کا کام جنات کے سپرد تھا' جن کی طبیعت میں سرکشی غالب تھی' حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے کام کرتے تھے' ان کی وفات کا جنات کو علم ہو جائے تو فوراً کام چھوڑ بیٹھیں اور تعمیر رہ جائے۔ اس کا انتظام حضرت سلیمان علیہ السلام نے باذن ربانی یہ کیا کہ جب موت کا وقت آیا تو موت کی تیاری کر کے اپنی محراب میں داخل ہو گئے' جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی، باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں اور اپنے معمول کے مطابق عبادت کے لیے ایک سہارا لے کر کھڑے ہو گئے کہ روح پرواز کرنے کے بعد بھی جسم اس عصا کے سہارے اپنی جگہ جما رہے۔ سلیمان علیہ السلام کی روح وقت مقرر پر قبض کر لی گئی' مگر وہ اپنے عصا کے سہارے اپنی جگہ جمے ہوئے باہر سے ایسے نظر

Marfat.com

آتے کہ عبادت میں مشغول ہیں' جنات کی یہ مجال نہ تھی کہ پاس آ کر دیکھ سکتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر کام میں مشغول رہے' یہاں تک کہ سال بھر گذر گیا' اور تعمیر بیت المقدس کا بقیہ کام پورا ہو گیا' تو اللہ تعالیٰ نے گھن کے کیڑے کو جس کو فارسی میں دیوک اور اردو میں دیمک کہا جاتا ہے' اور قرآن کریم نے اس کو دابتہ الارض کے نام سے موسوم کیا ہے' عصائے سلیمانی پر مسلط کر دیا۔ دیمک نے عصاء کی لکڑی کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا' عصا کا سہارا ختم ہوا تو سلیمان علیہ السلام گر گئے' اس وقت جنات کو ان کی موت کی خبر ہوئی۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے دور دراز کی مسافت چند لمحات میں قطع کر لینے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ بہت سے ایسے حالات وواقعات سے واقف ہوتے تھے جن کو انسان نہیں جانتے' جب وہ انسانوں کو ان واقعات کی خبر دیتے تو انسان یہ سمجھتے تھے کہ یہ غیب کی خبر ہے اور جنات کو بھی علم غیب حاصل ہے، خود جنات کو بھی علم غیب کا دعویٰ ہو تو بعید نہیں' موت کے اس عجیب واقعہ نے اس کی بھی حقیقت کھول دی۔ خود جنات کو بھی پتہ چل گیا اور سب انسانوں کو بھی کہ جنات عالم الغیب نہیں ہیں' کیونکہ ان کو غیب کا علم ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت سے ایک سال پہلے ہی باخبر ہو جاتے۔

سیل عرم اور سد مآرب کا واقعہ

واقعہ اس بند (ڈیم) کا حسب بیان ابن کثیرؒ یہ ہے کہ ملک یمن میں اس کے دارالحکومت صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر مآرب تھا' جس میں قوم سباء آباد تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں شہر آباد تھا' دونوں پہاڑوں کے درمیان

Marfat.com

سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا' یہ شہر ہمیشہ ان سیلابوں کی زد میں رہتا تھا۔ ایک شہر کے بادشاہوں نے (جن میں ملکہ بلقیس کا نام خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے) ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک بند (ڈیم) نہایت مستحکم مضبوط تعمیر کیا' جس میں پانی اثر نہ کر سکے۔ اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنا دیا' پہاڑوں کی بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہونے لگا' اس بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کے لیے تین دروازے رکھے گئے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں کے اور ان کی زمین وباغ کی آب پاشی کے کام آوے۔ پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر اس سے پانی لیا جاتا تھا، جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے کا اور اس کے بعد سب سے نیچے کا تیسرا دروازہ کھولا جاتا تھا، یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آ کر پھر پانی اوپر تک بھر جاتا۔ بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا تھا' جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف اطراف میں پہونچائی گئی تھیں، اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا اور شہر کی ضرورتوں میں کام آتا تھا۔ (مظہری)

شہر کے داہنے بائیں جو دو پہاڑ تھے ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں' یہ باغات ایک دوسرے کے متصل مسلسل دو رویہ پہاڑوں کے کناروں پر تھے' یہ باغات اگرچہ تعداد میں بہت تھے' مگر قرآن کریم نے ان کو جنتان یعنی دو باغ کے لفظ سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ ایک رخ کے تمام باغوں کو بوجہ اتصال کے ایک باغ اور دوسرے رخ کے تمام باغوں کو دوسرا باغ قرار دیا ہے۔

ان باغوں میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ ائمہ سلف قتادہ وغیرہ کے بیان کے مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے خود

Marfat.com

خود بھر جاتی تھی، اس کو ہاتھ بھی لگانا نہ پڑتا تھا۔ (ابن کثیر)

ایک کاہن کا قصہ اور قوم سبا کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا

ابن کثیر وغیرہ مفسرین نے اس جگہ طویل قصہ ایک کاہن کا نقل کیا ہے' کہ سیلاب کا عذاب آنے سے کچھ پہلے اس کاہن کو اس کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے ایک عجیب تدبیر کے ذریعہ پہلے تو اپنی زمین جائیداد مکان وغیرہ سب فروخت کر دیا' جب رقم اس کے ہاتھ آگئی تو اس نے اپنی قوم کو آنے والے سیلاب و عذاب سے باخبر کیا' اور کہا کہ جس کو اپنی جان سلامت رکھنا ہے وہ فوراً یہاں سے نکل جائے۔ اس نے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ تم میں جو لوگ سفر بعید اختیار کر کے محفوظ مقام کا ارادہ کریں' وہ عمان چلے جائیں اور جو لوگ شراب اور خمیری روٹی اور پھل وغیرہ چاہیں وہ ملک شام کے مقام بصریٰ میں چلے جائیں' اور جو لوگ ایسی سواریاں چاہیں جو کیچڑ میں ثابت قدم رہیں اور قحط کے زمانے میں کام آئیں اور جلدی سفر کی ضرورت کے وقت ساتھ دیں تو وہ یثرب (مدینہ منورہ) چلے جائیں جس میں کھجور کثرت سے ہے۔ اس کی قوم نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ قبیلہ ازد عمان کی طرف چلے گئے اور غسان بصریٰ ملک شام کی طرف اور اوس و خزرج اور بنو عثمان یثرب ذات النخل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ بطن مرہ کے مقام پر پہونچ کر بنو عثمان نے تو اسی جگہ کو پسند کر لیا اور یہیں رہ پڑے' اور اسی انقطاع کی وجہ سے بنو عثمان کا لقب خزاعہ ہو گیا۔ یہ بطن مرہ میں جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے رہ پڑے' اور اوس و خزرج یثرب پہونچ کر مقیم ہو گئے۔ ابن کثیر میں طویل قصہ کے بعد لوگوں کے متفرق مقامات میں منتشر ہو جانے کی یہی تفصیل بسند سعید عن قتادہ عن الشعبی نقل کر کے فرمایا کہ اس طرح یہ قوم سبا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی' جس کا ذکر مزقنا ھم کل ممزق میں آیا ہے۔

Marfat.com

گوشہ شہر سے آنے والے شخص کا قصہ

وہب بن منبہ کی روایت میں ہے کہ یہ شخص جذامی تھا، اور ان کا مکان شہر کے سب سے آخری دروازہ پر تھا۔ اپنے مفروضہ معبودوں سے دعا کرتا تھا کہ مجھے تندرست کر دیں جس پر ستر سال گذر چکے تھے۔ یہ رسول شہر انطاکیہ میں اتفاقاً اسی دروازے سے داخل ہوئے تو اس شخص سے پہلے پہل ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کو بت پرستی سے باز آنے اور ایک خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دی۔ اس نے کہا کہ آپ کے پاس آپ کے دعویٰ کی کوئی دلیل وعلامت صحت بھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں ہے' اس نے اپنی جذام کی بیماری بتلا کر پوچھا کہ آپ یہ بیماری دور کر سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں ہم اپنے رب سے دعا کریں گے، وہ تمھیں تندرست کر دے گا۔ اس نے کہا کہ کیا عجیب بات کہتے ہو' میں ستر سال سے اپنے معبودوں سے دعاء مانگتا ہوں کچھ فائدہ نہیں ہوا' تمھارا رب کیسے ایک دن میں میری حالت بدل دے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہمارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جن کو تم نے خدا بنا رکھا ہے ان کی کوئی حقیقت نہیں' یہ کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ سن کر یہ شخص ایمان لے آیا' اور ان بزرگوں نے اس کے لیے دعاء کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا تندرست کر دیا کہ بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اب تو اس کا ایمان پختہ ہو گیا' اور اس نے عہد کیا کہ دن بھر میں جو کچھ کمائے گا اس کا آدھا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ جب ان رسولوں پر شہر کے لوگوں کی یلغار کی خبر پائی تو یہ دوڑ کر آیا اور اپنی قوم کو سمجھایا اور اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ پوری قوم اس کی دشمن ہو گئی' اور سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ لاتوں اور ٹھوکروں سے سب نے مل کر اس کو شہید کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس پر پتھر برسائے گئے اور اس وقت بھی ان سب کی بے تحاشا

Marfat.com

مار پڑنے کے وقت وہ کہتا جاتا تھا رب اھد قومی ''اے پروردگار! میری قوم کو ہدایت کردے''

بعض روایات میں ہے کہ ان لوگوں نے تینوں رسولوں کو بھی شہید کردیا مگر کسی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ ان کا کیا حال رہا بظاہر وہ مقتول نہیں ہوئے۔ (قرطبی)

ایک جنتی اور اس کا کافر ملاقاتی

علامہ سیوطیؒ نے متعدد تابعین سے اس شخص کی تعیین کے لیے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار میں شریک تھے، ان کو آٹھ ہزار دینار کی آمدنی ہوئی' اور دونوں نے چار چار ہزار دینار آپس میں بانٹ لیے۔ ایک شریک نے اپنی رقم میں سے ایک ہزار دینار خرچ کر کے زمین خریدی۔ دوسرا ساتھی بہت نیک تھا، اس نے یہ دعاء کی کہ ''یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک زمین خریدی ہے' میں آپ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین خریدتا ہوں'' اور ایک ہزار دینار کا صدقہ کردیا۔ پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک گھر بنوایا' تو اس شخص نے کہا ''یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک گھر تعمیر کیا ہے، میں ایک ہزار دینار میں آپ سے جنت کا ایک گھر خریدتا ہوں'' یہ کہہ کر اس نے مزید ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے۔ اس کے بعد اس کے ساتھی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیئے۔ تو اس نے کہا ''یا اللہ فلاں نے ایک عورت سے شادی کر کے اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیئے ہیں اور میں جنت کی عورتوں میں سے کسی کو پیغام دیتا ہوں اور یہ ایک ہزار دینار نذر کرتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ ایک ہزار بھی صدقہ کر دیئے۔ پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار میں کچھ

Marfat.com

غلام اور سامان خرید اتو اس نے پھر ایک ہزار صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے عوض جنت کے غلام اور جنت کا سامان طلب کیا۔

اس کے بعد اتفاق سے اس مومن بندے کو کوئی شدید حاجت پیش آئی' اسے خیال ہوا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاؤں تو شاید وہ نیکی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے اپنی ضروریات کا ذکر کیا' ساتھی نے پوچھا' تمھارا مال کیا ہوا؟ اس کے جواب میں اس نے پورا قصہ سنادیا۔ اس پر اس نے حیران ہو کر کہا کہ "کیا واقعی تم اس بات کو سچا سمجھتے ہو کہ ہم جب مر کر خاک ہو جائیں گے تو ہمیں دوسری زندگی ملے گی' اور وہاں ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ جاؤ میں تمھیں کچھ نہیں دوں گا" اس کے بعد دونوں کا انتقال ہو گیا۔ مذکورہ آیات میں جنتی سے مراد وہ بندہ ہے جس نے آخرت کی خاطر اپنا سارا مال صدقہ کر دیا اور اس کا جہنمی ملاقاتی وہی شریک کاروبار ہے جس نے آخرت کی تصدیق کرنے پر اس کا مذاق اڑایا تھا۔

(تفسیر الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وغیرہ ص ۱۶۵ ج ۵)

حضرت الیاس علیہ السلام کا واقعہ

مروجہ تفاسیر میں حضرت الیاس علیہ السلام کا سب سے مبسوط تذکرہ تفسیر مظہری میں علامہ بغویؒ کے حوالہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں جو واقعات مذکور ہیں وہ تقریباً تمام تر بائبل سے ماخوذ ہیں' دوسری تفسیروں میں بھی ان واقعات کے بعض اجزاء حضرت وہب بن منبہؒ اور کعب الاحبارؒ وغیرہ کے حوالہ سے بیان ہوئے ہیں جو اکثر اسرائیلی روایات نقل کرتے ہیں۔

ان تمام روایات سے خلاصہ کے طور پر جو قدر مشترک نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے اسرائیل کے بادشاہ اخی اب اور اس کی رعایا کو بعل

Marfat.com

نامی بت کی پرستش سے روک کر توحید کی دعوت دی‘ مگر دو ایک حق پسند افراد کے سوا کسی نے آپ کی بات نہیں مانی‘ بلکہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اخی اب اور اس کی بیوی ایزبل نے آپ کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے۔ آپ نے ایک دور افتادہ غار میں پناہ لی، اور عرصہ دراز تک وہیں مقیم رہے، اس کے بعد آپ نے دعاء فرمائی، کہ اسرائیل کے لوگ قحط سالی کا شکار ہو جائیں‘ تاکہ اس قحط سالی کو دور کرنے کے لیے آپ ان کو معجزات دکھائیں تو شاید وہ ایمان لے آئیں‘ چنانچہ انھیں شدید قحط میں مبتلا کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اخی اب سے ملے اور اس سے کہا کہ یہ عذاب اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہے، اور اگر تم اب بھی باز آجاؤ تو یہ عذاب دور ہو سکتا ہے۔ میری سچائی کے امتحان کا بھی یہ بہترین موقع ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسرائیل میں تمھارے معبود بعل کے ساڑھے چار سو نبی ہیں، تم ایک دن ان سب کو میرے سامنے جمع کر لو‘ وہ بعل کے نام پر قربانی پیش کریں‘ اور میں اللہ کے نام پر قربانی کروں گا‘ جس کی قربانی کو آسمانی آگ آکر بھسم کر دے گی‘ اس کا دین سچا ہو گا‘ سب نے اس تجویز کو خوشی سے مان لیا۔

چنانچہ کوہ کرمل کے مقام پر یہ اجتماع ہوا‘ بعل کے جھوٹے نبیوں نے اپنی قربانی پیش کی‘ اور صبح سے دوپہر تک بعل سے التجائیں کرتے رہے‘ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی، اس پر آسمان سے آگ نازل ہوئی، اور اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کی قربانی کو بھسم کر دیا‘ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے، اور ان پر حق واضح ہو گیا‘ لیکن بعل کے جھوٹے نبی اب بھی نہ مانے‘ اس لیے حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو وادی قیشون میں قتل کرا دیا۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد موسلادھار بارش بھی ہوئی اور پورا خطہ پانی سے نہال ہو گیا' لیکن اخی اب کی بیوی ایزبل کی اب بھی آنکھ نہ کھلی' وہ حضرت الیاس پر ایمان لانے کے بجائے الٹی ان کی دشمن ہو گئی اور اس نے آپ کو قتل کرانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام یہ سن کر پھر سامریہ سے روپوش ہو گئے، اور کچھ عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کے دوسرے ملک یہودیہ میں تبلیغ شروع کر دی' کیونکہ رفتہ رفتہ بعل پرستی کی وبا وہاں بھی پھیل چکی تھی۔ وہاں کے بادشاہ یہورام نے بھی آپ کی بات نہ سنی یہاں تک کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی پیشن گوئی کے متعلق تباہ و برباد ہوا چند سال بعد آپ دوبارہ اسرائیل تشریف لائے اور یہاں پھر اخی اب اور اس کے بیٹے اخزیاہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر وہ بدستور اپنی بداعمالیوں میں مبتلا رہے' یہاں تک کہ انھیں بیرونی حملوں اور مہلک بیماریوں کا شکار بنا دیا گیا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو واپس بلا لیا۔

دو عجیب واقعے

حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ کوفے کے علاقہ میں تھا۔ میں ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے نماز سے پہلے حمٓ المومن کی آیتیں الیہ المصیر تک پڑھیں' اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے۔ جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غافر الذنب کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو' یاغافر الذنب اغفرلی یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کر دے اور جب تم پڑھو قابل التوب تو یہ دعا کرو یا قابل التوب اقبل توبتی یعنی اے توبہ کے قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما' پھر جب پڑھو شدید العقاب تو یہ دعا کرو یا

Marfat.com

شدید العقاب لا تعاقبنی یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجئے۔ اور جب ذی الطول پڑھو تو یہ دعا کرو یاذا الطول طل علی بخیر یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانیؒ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اسکی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گذرا ہے، سب نے کہا کہ ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانیؒ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ الیاس علیہ السلام تھے، دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ (ابن کثیرؒ)

ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک اہل شام میں سے بڑا با رعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظمؓ کے پاس آیا کرتا تھا' کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظمؓ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھیے وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو۔

من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان ـ سلام علیك فانی احمد الیك اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو غافر الذنب و قابل التوب شدیدالعقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر ط

منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں۔ سلام علیک، اس کے بعد میں تمھارے لیے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کو معاف کرنے والا' توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب والا' بڑی قدرت والا' اس کے سوا

Marfat.com

کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے' اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظمؓ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک کہ وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔ جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ پھر رونے لگا اور شراب خوری سے باز آ گیا۔ تو ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لیے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے۔ اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔ یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہو گی۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار مکہ کی طرف سے ایک پیش کش

محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا بڑا سردار مانا جاتا تھا، ایک دن قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے گوشہ میں اکیلے بیٹھے تھے۔ عتبہ نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر آپ لوگوں

Marfat.com

کی رائے ہو تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کروں اور ان کے سامنے کچھ ترغیب کی چیزیں پیش کروں کہ اگر وہ ان میں سے کسی کو قبول کرلیں تو ہم وہ چیزیں انھیں دیدیں تاکہ وہ ہمارے دین ومذہب کے خلاف تبلیغ کرنا چھوڑدیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی قوت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ عتبہ کی پوری قوم نے بیک زبان کہا کہ اے ابو الولید (یہ اس کی کنیت ہے) ضرور ایسا کریں اور ان سے گفتگو کرلیں۔

عتبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ گفتگو شروع کی کہ اے ہمارے بھتیجے آپ کو معلوم ہے کہ ہماری قوم قریش میں آپ کو ایک مقام بلند نسبت اور شرافت کا حاصل ہے۔ آپ کا خاندان وسیع اور ہم سب کے نزدیک مکرم و محترم ہے۔ مگر آپ نے قوم کو ایک بڑی مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ آپ ایک ایسی دعوت لے کر آئے، جس نے ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا، ان کو بے وقوف بنایا، ان کے معبودوں پر اور ان کے دین پر عیب لگایا اور ان کے جو آباء و اجداد گزر چکے ہیں ان کو کافر قرار دیا۔ اس لیے آپ میری بات سنیں، میں چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، تاکہ آپ ان میں سے کسی کو پسند کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو الولید کہیئے جو کچھ آپ کو کہنا ہے، میں سنوں گا۔

عتبہ ابو الولید نے کہا کہ اے بھتیجے، آپ نے جو تحریک چلائی ہے اگر اس سے آپ کا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ ساری قوم سے زیادہ مالدار ہو جائیں۔ اور اگر مقصد اقتدار اور حکومت ہے تو ہم آپ کو سب قریش کا سردار تسلیم کرلیں گے اور آپ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کریں گے۔ اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور اگر یہ صورت ہے کہ آپ کے پاس آنے والا کوئی جن یا شیطان ہے جو آپ کو ان

Marfat.com

کاموں پر مجبور کرتا ہے اور آپ اس کو دفع کرنے سے عاجز ہیں تو ہم آپ کے لیے ایسے معالج بلوائیں گے جو آپ کو اس تکلیف سے نجات دلا دیں اس کے لیے ہم اپنے اموال خرچ کریں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی جن انسان پر غالب آجاتا ہے جس کا علاج کیا جاتا ہے۔ عتبہ یہ طویل تقریر کرتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ابو الولید آپ اپنی بات پوری کر چکے؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا کہ اب میری بات سنئے۔ عتبہ نے کہا کہ بے شک میں سنوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی جواب دینے کے بجائے سورہ فصلت کی تلاوت شروع فرمادی۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo حمٓo تنزیل من الرحمن الرحیم o

کتب فصلت ایتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون بزار اور بغوی کی روایت میں ہے کہ جب آپ اس سورت کی آیات پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچ گئے، فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمودo تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے نسب اور رشتہ کی قسم دی کہ ان پر رحم کیجئے۔ آگے کچھ نہ فرمایئے۔ اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھنا شروع کیں تو عتبہ خاموشی کے ساتھ سننے لگا اور اپنے ہاتھوں کی پیٹھ پیچھے ٹیک لگالی تاکہ غور سے سن سکے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی آیت سجدہ پر پہونچ گئے اور آپ نے سجدہ کیا۔ پھر عتبہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

اے ابو الولید۔ تو نے سن لیا، جو کچھ سنا' اب تجھے اختیار ہے جو چاہو کرو۔ عتبہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر اپنی مجلس کی طرف چلا تو یہ لوگ دور سے عتبہ کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ خدا کی قسم ابو الولید کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔ اب اس کا وہ چہرہ نہیں جس میں یہاں

Marfat.com

سے گئے تھے۔ جب عتبہ اپنی مجلس میں پہنچا تو لوگوں نے پوچھا کہو ابوالولید کیا خبر لائے۔ عتبہ ابوالولید نے کہا کہ میری خبر یہ ہے کہ

انی سمعت قولا و اللّٰہ ماسمعت مثلہ قط واللّٰہ ماھو بالسحر ولا بالشعر ولا بالکھانۃ یا معشر قریش اطیعونی واجعلوھا لی خلوا بین الرجل و بین ماھوفیہ فاعتزلوہ فواللّٰہ لیکونن لقولہ الذی سمعت نباء فان تصبہ العرب فقد کفیتموہ بغیرکم و ان یظھر علی العرب نملکہ ملککم وعزہ عزکم وکنتم اسعد الناس بہ۔

(ابن کثیر ص ۹۱ ج ۴)

میں نے ایسا کلام سنا کہ خدا کی قسم اس سے پہلے کبھی ایسا کلام نہیں سنا تھا' خدا کی قسم نہ تو یہ جادو کا کلام ہے نہ شعر یا کاہنوں کا کلام ہے (جو وہ شیاطین سے حاصل کرتے ہیں)۔ اے میری قوم قریش تم میری بات مانو' اور اس معاملہ کو میرے حوالے کر دو' میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ ان کے مقابلہ اور ایذاء سے باز آجاؤ اور ان کو ان کے کام پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے اس کلام کی ضرور ایک خاص شان ہونیوالی ہے۔ تم ابھی انتظار کرو' باقی عرب لوگوں نے ان کو شکست دیدی تو تمھارا مطلب بغیر تمھاری کسی کوشش کے حاصل ہو گیا اور اگر وہ عرب پر غالب آگئے تو ان کی حکومت تمھاری حکومت ہو گی، ان کی عزت سے تمھاری عزت ہو گی اور اس وقت تم ان کی کامیابی کے شریک ہو گے۔

Marfat.com

اس کے ساتھی قریشیوں نے جب اس کا یہ کلام سنا تو کہنے لگے کہ اے ابو الولید تم پر تو محمد ﷺ نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ میری رائے تو یہی ہے جو کچھ کہہ چکا آگے تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

جنات کے ایمان لانے کا واقعہ

واقعہ جنات کے قرآن سننے اور ایمان لانے کا احادیث صحیحہ میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جب جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا تو آپ کی نبوت وبعثت کے بعد جو جن آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جاتا تو اس پر شہاب ثاقب پھینک کر دفع کر دیا جانے لگا۔

جنات میں اس کا تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے کہ کونسا نیا واقعہ دنیا میں ہوا ہے جس کی وجہ سے جنات کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا۔ جنات کے مختلف گروہ دنیا کے مختلف خطوں میں اس کی تحقیقات کے لیے پھیل گئے، ان کا ایک گروہ حجاز کی طرف بھی پہنچا اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ مقام بطن نخلہ میں تشریف فرما تھے اور سوق عکاظ کی طرف جانے کا قصد تھا۔ (عرب کے لوگ تجارتی اور معاشرتی امور کے لیے مختلف مقامات پر خاص خاص ایام میں بازار لگاتے تھے جس میں ہر خطے کے لوگ جمع ہوتے دکانیں لگتیں اور اجتماعات اور جلسے ہوتے تھے جیسے ہمارے زمانے میں اسی طرح کی نمائشیں جابجا ہوتی ہیں، انھیں میں سے ایک بازار مقام عکاظ میں لگتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالباً دعوت و تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے) اس مقام بطن نخلہ میں آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ وہ جنات یہاں پہنچے' قرآن سن کر کہنے لگے کہ بس وہ نئی بات یہی ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے۔

(رواہ الامام احمد، والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وجماعۃ عن ابن عباسؓ)

Marfat.com

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنات جب یہاں آئے تو باہم کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اسلام کی حقانیت پر یقین وایمان لا کر اپنی قوم کے پاس واپس آگئے اور ان کو اس واقعہ کے اصلی سبب کی اور اس کی خبر دی کہ ہم مسلمان ہو گئے تم کو بھی چاہیے کہ ایمان لے آؤ' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جنات کے آنے جانے اور قرآن سن کر ایمان لے آنے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ سورہ جن کا نزول ہوا جس میں آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔

(رواہ ابن المنذر عن عبدالملک)

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ جنات مقام نصیبین کے رہنے والے تھے اور کل نو یا بعض روایات کے مطابق سات تھے۔ جب انھوں نے اپنی قوم کو یہ خبر سنائی اور ایمان لانے کی ترغیب دی تو پھر ان میں سے تین سو اشخاص اسلام لانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ (رواہ ابونعیم والواقدی عن کعب الاحبار والروایات کلها فی الروح)

واقعہ حدیبیہ

حدیبیہ' ایک مقام مکہ مکرمہ سے باہر حدود حرم کے بالکل قریب ہے۔ جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس مقام پر پیش آیا ہے۔

اس واقعہ کا ایک جزو بروایت عبد بن حمید و ابن جریر و بیہقی وغیرہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپؐ مکہ مکرمہ میں مع صحابہ کرامؓ کے امن واطمینان کے ساتھ داخل ہوئے اور احرام سے فارغ ہو کر کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سر کا حلق کرایا' بعض نے بال کٹوا لیے اور یہ کہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی چابی آپ کے ہاتھ آئی (انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لیے اس صورت کا واقع ہونا یقینی ہو گیا مگر خواب میں اس واقعہ کے لیے کوئی

Marfat.com

سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا' اور در حقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خواب سنایا تو وہ سب کے سب مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے ایسے مشتاق تھے کہ ان حضرات نے فوراً ہی تیاری شروع کر دی اور جب صحابہ کرامؓ کا ایک مجمع تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارادہ فرمالیا کہ کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں تھا تو احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

(کذافی بیان القرآن بحوالہ روح المعانی)

ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے عمرہ کا ارادہ فرمالیا تو آپ کو یہ خطرہ سامنے تھا کہ قریش مکہ ممکن ہے کہ ہمیں عمرہ کرنے سے روکیں اور ممکن ہے کہ مدافعت کے لیے جنگ کی صورت پیش آ جائے اس لیے آپ نے مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات میں اعلان کر کے ان لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی، ان میں سے بہت سے اعراب (دیہات) نے ساتھ چلنے سے عذر کر دیا اور کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں جو ساز و سامان والے اور طاقتور ہیں ان کا انجام تو یہ ہونا ہے کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔ (مظہری)

امام احمد و بخاری' ابو داؤد و نسائی وغیرہ کی روایت کے مطابق روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے' اُم المومنین حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور دیہات کے آنے والوں کا بڑا مجمع تھا جن کی تعداد اکثر روایات میں چودہ سو بیان کی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کیوجہ سے ان میں کسی کو شک نہیں تھا کہ مکہ اسی وقت فتح ہو جائے گا' حالانکہ بجز تلواروں کے ان کے ساتھ اور کچھ اسلحہ نہ تھا۔

Marfat.com

آپؐ مع صحابہ کرامؓ کے شروع ماہ ذیقعدہ میں پیر کے دن روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام باندھا۔ (مظہری ملخصا)

دوسری طرف جب اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑی جماعت صحابہ کیساتھ مکہ کے لیے روانہ ہونے کی خبر ملی تو جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے آرہے ہیں اگر ہم نے ان کو مکہ میں آنے دیا تو تمام عرب میں یہ شہرت ہو جائے گی کہ وہ ہم پر غلبہ پاکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حالانکہ ہمارے اور ان کے درمیان کئی جنگیں ہو چکی ہیں سب نے عہد کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور آپؐ کو روکنے کے لیے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں ایک جماعت کو مکہ سے باہر مقام کراع انعمیم پر بھیج دیا اور آس پاس کے دیہات والوں کو بھی ساتھ ملالیا اور طائف کا قبیلہ بنو ثقیف بھی ان کے ساتھ لگ گیا' انھوں نے مقام بلدح پر اپنا پڑاؤ ڈال لیا' ان سب نے آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے اور آپ کے مقابلے میں جنگ کرنے کا عہد کر لیا۔

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے یہ انتظام کیا کہ مقام بلدح سے لیکر اس مقام تک جہاں آنحضرت ﷺ پہنچ چکے تھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کچھ آدمی بٹھادیے تاکہ آپ کے پورے حالات دیکھ کر آپ کے متصل پہاڑ والا آواز بلند دوسرے پہاڑ والے تک وہ تیسرے تک وہ چوتھے تک پہنچادے اس طرح چند منٹوں میں آپ کی نقل و حرکت کا بلدح والوں کو علم ہو جاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشرؓ ابن سفیان کو آگے مکہ مکرمہ بھجدیا تھا کہ وہ خفیہ اہل مکہ کے حالات جا کر دیکھیں اور آپ کو اطلاع کریں۔ وہ مکہ سے واپس آئے تو اہل مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور مکمل مزاحمت کے واقعات کی خبر دی۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے قریش پر کہ متعدد جنگوں نے ان کو کھا لیا ہے پھر بھی وہ جنگ سے باز نہیں آتے، ان کے لیے تو اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہل عرب کو آزاد چھوڑ دیتے اگر یہ عرب لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو ان کی مراد گھر بیٹھے حاصل تھی اور میں ان پر غالب آجاتا تو یا تو پھر وہ بھی اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر یہ نہ کرتے اور جنگ ہی کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ تازہ اور قوی ہوتے اور پھر وہ میرے مقابلے پر آجاتے، معلوم نہیں کہ یہ قریش کیا سمجھ رہے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ میں اس حکم پر جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے ہمیشہ ان کے خلاف جہاد کرتا رہونگا یہاں تک کہ تنہا میری گردن رہ جائے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور مشورہ لیا کہ اب ہمیں یہیں سے ان عربوں کے خلاف جہاد شروع کر دینا چاہیے یا ہم بیت اللہ کی طرف بڑھیں، پھر جو ہمیں روکے اس سے قتال کریں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپؐ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں کسی سے جنگ کے لیے نہیں نکلے اس لیے آپ اپنے قصد پر رہیں ہاں اگر کوئی ہمیں مکہ سے روکے گا تو ہم اس سے قتال کریں گے، اس کے بعد حضرت مقداد بن اسود اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہدیں اذھب انت و ربك فقاتلا (یعنی جائیے آپ اور آپ کا رب لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا، بس اب اللہ کے نام پر مکہ کی طرف چلو۔ جب آپؐ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے اور خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے آپؐ کو مکہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی صفوف جانب قبلہ کی طرف مستحکم کر کے کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباد بن بشر کو ایک دستہء فوج کا امیر بنا کر آگے کیا، انھوں نے خالد بن ولید

Marfat.com

کے لشکر کے بالمقابل صفوف بنالیں، اسی حالت میں نماز ظہر کا وقت آ گیا حضرت بلال نے اذان کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی۔ خالد بن ولید اور ان کے سپاہی دیکھتے رہے۔ بعد میں خالد بن ولید نے کہا کہ ہم نے بڑا اچھا موقع ضائع کر دیا۔ جب یہ لوگ سب نماز میں تھے اس وقت ہم ان پر ٹوٹ پڑتے مگر کچھ بات نہیں اب ان کی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے اس کا انتظار کرو مگر جبرئیل علیہ السلام صلوۃ الخوف کے احکام لے کر نازل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر کے نماز کے وقت لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ بتلادیا اور ان کے شر سے محفوظ رہے۔

مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے قریب پہنچے تو آپ کی اونٹنی کا ہاتھ پھسل گیا وہ بیٹھ گئی صحابہ کرامؓ نے اٹھانا چاہا تو نہ اٹھی لوگوں نے کہا کہ قصویٰ بگڑ گئی، آپ نے فرمایا قصویٰ کا قصور نہیں نہ اس کی ایسی عادت ہے بلکہ اس کو تو اس ذات نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کو روک دیا تھا (غالباً اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ ہو گیا کہ جو واقعہ خواب میں دکھلایا گیا ہے اس کا یہ وقت نہیں ہے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے آج کے دن قریش مجھ سے جو بات بھی ایسی کہیں گے جس میں شعائر الہیہ کی تعظیم ہو تو میں اس کو ضرور مان لوں گا۔ پھر آپؐ نے اونٹنی پر ایک آواز لگائی تو اٹھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کی جانب سے ہٹ کر حدیبیہ کی دوسری جانب قیام فرمایا جہاں پانی بہت ہی کم تھا۔ پانی کے مواقع پر خالد بن ولید اور بلدح والے قابض ہو چکے تھے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک کنواں جس میں پانی کچھ کچھ رستا تھا اس میں آپ نے کلی کر دی اور اپنا ایک تیر دیا کہ اس کے اندر گاڑ دو' یہ عمل ہوتے ہی اس کا پانی جوش مار کر کنویں کی من کے قریب پہنچ گیا

Marfat.com

کنویں کے اوپر والوں نے اپنے برتنوں سے پانی نکالا اور سیراب ہو گئے۔

اس طرح سب صحابہؓ مطمئن ہو کر یہاں مقیم ہوئے اور اہل مکہ سے بواسطہ وفود بات چیت شروع ہوئی۔ پہلے بدیل بن ورقاء (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) اپنے ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہانہ عرض کیا کہ قریش مکہ پوری قوت کیساتھ مقابلے کے لیے نکل آئے ہیں اور پانی کی جگھوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ وہ ہرگز آپؐ کو نہ چھوڑیں گے کہ آپ مکہ میں داخل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے البتہ اگر کوئی ہمیں عمرہ کرنے سے روکے گا تو ہم قتال کریں گے پھر آپ نے اسی بات کا اعادہ فرمایا جو پہلے جاسوس بشرؓ کے سامنے کہی تھی کہ قریش کو متعدد جنگوں نے کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو کسی معین مدت تک کے لیے ہم سے صلح کر لیں تاکہ وہ بے فکر ہو کر اپنی تیاری میں لگ جائیں اور ہمیں اور باقی عرب کو چھوڑ دیں، اگر وہ مجھ پر غالب آگئے تو انکی مراد گھر بیٹھے پوری ہو جائیگی اور اگر ہم غالب آگئے اور وہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو ان کو اختیار ہو گا کہ وہ بھی اسلام میں داخل ہو جاویں یا ہمارے خلاف جنگ کریں اور اس عرصہ میں وہ اپنی قوت محفوظ رکھ کر بڑھا چکے ہوں گے اور اگر قریش اس بات سے انکار کریں تو بخدا ہم اپنے معاملہ پر ان سے جہاد کرتے رہیں گے جبتک کہ میری تنہا گردن باقی ہے۔ بدیل یہ کہہ کر واپس ہو گئے کہ میں جاکر قریشی سرداروں سے آپ کی بات کہدیتا ہوں۔ وہاں پہنچے تو کچھ لوگوں نے تو ان کی بات ہی سننا نہ چاہا بلکہ جنگ کے جوش میں رہے پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ بات تو سن لیں' یہ کہنے والے عروہ بن مسعود اپنی قوم کے سردار تھے' جب بات سنی تو عروہ بن مسعود نے قریشی سرداروں سے کہا کہ محمد ﷺ نے جو بات پیش کی ہے وہ درست ہے اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں جاکر ان سے بات کروں' چنانچہ دوسری مرتبہ عروہ بن مسعود گفتگو کے لیے حاضر

Marfat.com

ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اگر اپنی قوم قریش کا صفایا ہی کر دیں تو یہ کونسی اچھی بات ہو گی، کبھی دنیا میں آپ نے سنا ہے کہ کوئی شخص اپنی ہی قوم کو ہلاک کر دے۔ پھر صحابہ کرامؓ سے ان کی نرم وگرم باتیں ہوتی رہیں، اسی حال میں عروہ صحابہ کرام کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو صحابہؓ نے اس کو اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنے چہروں سے مل لیا۔ اور جب آپ نے وضو کیا تو وضو کے گرنے والے پانی پر صحابہ کرامؓ ٹوٹ پڑتے اور اپنے چہروں کو ملتے تھے اور جب آپؐ گفتگو فرماتے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے۔ عروہ نے واپس جاکر قریشی سرداروں سے یہ حال بیان کیا کہ میں بڑے بڑے شاہی درباروں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے پاس جاچکا ہوں، خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا جس کی قوم اسپر اس طرح فدا ہو جیسے اصحاب محمد ﷺ ان پر فدا ہیں اور وہ ایک صحیح بات کہہ رہے ہیں میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ان کی بات مان لو، مگر لوگوں نے کہا ہم یہ بات نہیں مان سکتے بجز اس کے کہ اس سال تو آپ لوٹ جائیں پھر اگلے سال آجائیں۔ جب عروہ کی بات نہ مانی گئی تو وہ اپنی جماعت کو ساتھ لے کر واپس ہو گئے اس کے بعد ایک صاحب جلیس بن علقمہ جو اعراب کے سردار تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابہ کرامؓ کو احرام کی حالت میں قربانی کے جانور ساتھ لیے دیکھا تو واپس ہو کر اس نے بھی اپنی قوم کو سمجھایا کہ یہ لوگ بیت اللہ کے عمرہ کے لیے آئے ہیں ان کو روکنا کسی طرح درست نہیں" لوگوں نے اس کا کہنا نہ سنا تو یہ بھی اپنی جماعت کو لیکر واپس ہو گیا۔ پھر ایک چوتھا آدمی آپ سے بات کرنے کے لیے آیا اور آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اپنی وہی بات پیش کر دی جو اس سے پہلے بدیل اور عروہ ابن مسعود کے سامنے پیش کی تھی اس نے جاکر آپ کا جواب قریش کو سنا دیا۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں پہنچ کر قیام فرمایا تو قریش گھبرا گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ان کے پاس اپنا کوئی آدمی بھیج کر بتلادیں کہ ہم جنگ کرنے نہیں عمرہ کرنے آئے ہیں ہمارا راستہ نہ روکو۔ اس کام کے لیے حضرت عمرؓ کو بلایا انھوں نے عرض کیا کہ یہ قریش میرے سخت دشمن ہیں۔ کیونکہ ان کو میری عداوت وشدت کا حال معلوم ہے اور میرے قبیلہ کا کوئی آدمی ایسا مکہ میں نہیں جو میری حمایت کرے اس لیے میں آپکے سامنے ایک ایسے شخص کا نام پیش کرتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں اپنے قبیلہ وغیرہ کی وجہ سے خاص قوت وعزت رکھتے ہیں یعنی عثمان بن عفانؓ، آپؐ نے حضرت عثمان کو اس کام کے لیے مامور فرما کر بھجدیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو ضعفاء مسلمین مرد اور عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت نہیں کر سکے اور مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے پاس جاکر تسلی کر دیں کہ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر تمھاری مشکلات کے ختم ہونیکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ پہلے ان لوگوں کے پاس پہنچے جو مقام بلدح میں حضور کا راستہ روکنے اور مقابلے کے لیے جمع ہوئے تھے ان سے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی بات سنادی جو آپ نے بدیل اور عروہ ابن مسعود وغیرہ کے سامنے کہی تھی' ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے پیغام سن لیا آپ جاکر اپنے بزرگ سے کہدو کہ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کا جواب سن کر آپ مکہ مکرمہ کے اندر جانے لگے تو ابان بن سعید کی (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) ان سے ملاقات ہوئی انھوں نے حضرت عثمانؓ کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور اپنی پناہ میں لیکر ان سے کہا کہ مکہ میں اپنا پیغام لے کر جہاں چاہیں جاسکتے ہیں اس میں آپ کوئی فکر نہ کریں پھر اپنے گھوڑے پر حضرت عثمانؓ کو سوار کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کیونکہ ان کا قبیلہ بنو سعید مکہ مکرمہ میں بہت قوی اور عزت دار تھا' یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ میں قریش کے ایک ایک سردار کے پاس پہنچے اور حضور کا پیغام پہنچایا کہ

Marfat.com

ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے عمرہ کر کے واپس جائیں گے ہاں کوئی ہمارا راستہ روکے گا تو لڑیں گے اور قریش خود جنگوں سے نیم جاں ہو چکے ہیں اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ ہمیں اور دوسرے اہل عرب کو چھوڑ دیں قریش ہمارے مقابلہ پر نہ آئیں پھر دیکھیں اگر عرب ہم پر غالب آگئے تو ان کی مراد پوری ہو جائے گی اور ہم غالب آئے تو انھیں پھر بھی اختیار باقی ہوگا اس وقت قتال کر سکتے ہیں اور اس عرصہ میں ان کو اپنی طاقت بڑھانے اور محفوظ رکھنے کا موقع بھی ملجائے گا مگر ان سب نے آپ کی بات کو رد کر دیا۔ پھر عثمان غنیؓ ضعفاء مسلمین سے ملے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا وہ بہت خوش ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا۔ جب حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامات پہنچانے سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو طواف کر سکتے ہیں۔ عثمان غنیؓ نے کہا کہ میں اس وقت تک طواف نہیں کرونگا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں، عثمان غنیؓ مکہ میں تین رات رہے اور روساء قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کی طرف دعوت دیتے رہے۔

اسی عرصہ میں قریش نے اپنے پچاس آدمی اس کام پر لگائے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر موقع کا انتظار کریں اور موقع ملنے پر (معاذ اللہ) آپ کا قصہ ختم کر دیں۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی پر مامور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قید کر کے حاضر کر دیا، دوسری طرف حضرت عثمانؓ جو مکہ میں تھے اور ان کے ساتھ تقریباً دس مسلمان اور مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے تھے۔ قریش نے جب اپنے پچاس آدمیوں کی گرفتاری کا حال سنا تو حضرت عثمان سمیت ان سب مسلمانوں کو روک لیا اور قریش کی ایک جماعت مسلمانوں کے

Marfat.com

لشکر کی طرف نکلی اور مسلمانوں کی جماعت پر تیر اور پتھر پھینکے اس میں مسلمانوں میں سے ایک صحابی ابن زنیمؓ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے ان قریشیوں کے دس سواروں کو گرفتار کر لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر صحابہ کرامؓ کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا کہ سب جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیعت کریں، سب صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی احادیث صحیحہ میں ان لوگوں کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان غنیؓ چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اس لیے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپؐ نے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہے یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کی تھی کہ آپؐ نے اپنے ہی ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی۔

دوسری طرف اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب مسلط کر دیا اور خود مصالحت پر آمادہ ہو کر انھوں نے اپنے تین آدمی سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص کو عذر معذرت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' ان میں سے پہلے دو حضرات بعد میں مسلمان بھی ہو گئے - سہیل بن عمرو نے آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ آپؐ تک جو خبر پہنچی ہے کہ عثمان غنیؓ اور ان کے ساتھی قتل کر دیئے یہ بالکل غلط ہے ہم ان کو آپ کے پاس بھیجتے ہیں ہمارے قیدیوں کو آزاد کر دیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا' مسند احمد اور مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ اس سورت میں جو آگے آیت آنیوالی ہے ھوالذی کف ایدیھم عنکم یہ اسی واقعہ سے متعلق ہے اب سہیل اور ان کے ساتھیوں نے جا کر بیعت

Marfat.com

رضوان میں صحابہ کرامؓ کی مسارعت اور جاں نثاری کے عجیب و غریب منظر کا حال قریش کے سامنے بیان کیا تو قریش کے اصحاب رائے لوگوں نے آپس میں کہا کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کرلیں کہ وہ اس سال تو واپس چلے جائیں تاکہ پورے عرب میں یہ شہرت نہ ہو جائے کہ ہم نے ان کو روکنا چاہا وہ زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے' اور اگلے سال عمرہ کے لیے آجائیں اور تین روز مکہ میں قیام کریں، اس وقت اپنے جانور قربانی کے ذبح کر ڈالیں اور احرام کھولدیں چنانچہ یہی سہیل بن عمرو یہ پیغام لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے صلح کا ارادہ کرلیا ہے کہ سہیل کو پھر بھیجا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہار زانو بیٹھ گئے اور صحابہ میں سے عباد بن بشرؓ اور سلمہؓ ہتھیاروں سے مسلح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ سہیل حاضر ہوئے تو ادب کے ساتھ حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور قریش کا پیغام آپؐ کو پہنچایا۔ صحابہ کرامؓ عموماً اس پر راضی نہ تھے کہ اسوقت اپنے احرام بغیر عمرہ کیے کھولدیں' انھوں نے سہیل سے سخت گفتگو کی' آوازیں کبھی بلند ہو گئیں کبھی پست ہوئیں، عباد بن بشرؓ نے سہیل کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے سامنے آواز بلند نہ کر' طویل گفتگو کے بعد آپؐ اس شرط کو قبول کر کے صلح کر لینے پر راضی ہو گئے، سہیل نے کہا کہ لایئے ہم اپنے اور آپکے درمیان صلح نامہ لکھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے یہیں سے بحث شروع کر دی اور کہا کہ لفظ رحمٰن اور رحیم ہمارے محاورات میں نہیں ہے آپؐ یہاں وہی لفظ لکھیں جو پہلے لکھا کرتے تھے یعنی باسمک اللھم۔ آپ نے اس کو بھی مان لیا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھ دو۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ یہ لکھو کہ یہ وہ عہد نامہ ہے جس کا فیصلہ محمد

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ سہیل نے اس پر بھی ضد کی کہ اگر ہم آپؐ کو رسول مانتے تو آپؐ کو ہر گز بیت اللہ سے نہیں روکتے (صلح نامہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہونا چاہیئے جو کسی فریق کے عقیدہ کے خلاف ہو) آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھوائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منظور فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اس کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھدو۔ حضرت علی نے باوجود سراپا اطاعت ہونے کے عرض کیا میں تو یہ نہیں کر سکتا کہ آپکے نام کو مٹادوں۔ حاضرین میں سے حضرت اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ اس کو نہ مٹائیں اور بجز محمد رسول اللہ کے اور کچھ نہ لکھیں اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور کچھ آوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ کا کاغذ خود اپنے دست مبارک میں لیا اور باوجود اس کے کہ آپؐ امی تھے پہلے کبھی لکھا نہیں تھا مگر اس وقت خود اپنے قلم سے آپ نے یہ لکھ دیا

هذا ما قاضى محمد بن عبدالله و سهيل بن عمر و اصلحا على وضع الحرب عن الناس عشر سنين يامن فيه الناس و يكف بعضهم عن بعض

یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے دس سال کے لیے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے جس میں سب لوگ مامون رہیں ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری ایک شرط یہ ہے کہ اس وقت ہمیں طواف کرنے سے نہ روکا جائے' سہیل نے کہا کہ بخدا یہ نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

آپ نے اس کو بھی قبول فرمالیا اس کے بعد سہیل نے اپنی ایک شرط یہ لکھی کہ جو شخص مکہ والوں میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس جائیگا اس کو واپس کر دیں گے۔ اگرچہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو اور مسلمانوں میں سے جو کوئی قریش کے پاس مکہ چلا آوے اس کو ہم واپس نہ کریں گے۔ اس پر عام مسلمانوں کی آواز اٹھی سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کو مشرکین کی طرف لوٹا دیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی قبول فرمالیا اور یہ فرمایا کہ ہم میں سے کوئی آدمی اگر ان کے پاس گیا تو اس کو اللہ ہی نے ہم سے دور کر دیا اس کی ہم کیوں فکر کریں اور ان میں کوئی آدمی ہمارے پاس آیا اور ہم نے لوٹا بھی دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ سہولت کا نکالدیں گے۔ حضرت براءؓ نے اس صلح نامہ کا خلاصہ تین شرطیں بیان کیا ہے' ایک یہ کہ ان کا کوئی آدمی ہمارے پاس آجائیگا تو ہم اس کو واپس کر دیں گے' دوسرے یہ کہ ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس چلا جائیگا تو وہ واپس نہ کریں گے۔ تیسرے یہ کہ اب آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں گے اور تین روز مکہ میں قیام کریں گے اور زیادہ ہتھیار لیکر نہیں آئیں گے اور آخر میں لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ اہل مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک محفوظ دستاویز ہے۔ جس کی کوئی خلاف ورزی نہ کریگا اور باقی سب عرب آزاد ہیں جس کا جی چاہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد میں داخل ہو جائے اور جس کا جی چاہے قریش کے عہد میں داخل ہو جائے۔ یہ سن کر قبیلہ خزاعہ اچھل پڑا اور کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں داخل ہیں اور بو بکر نے آگے بڑھ کر کہا کہ ہم قریش کے عقد و عہد میں داخلؓ ہیں۔

جب یہ شرائط صلح طے ہو گئیں تو عمر بن خطابؓ سے نہ رہا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں' آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر

Marfat.com

نہیں ہیں' آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں' پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کیا ہمارے مقتولین جنت اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں' آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں' اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر ہم کیوں اس ذلت کو قبول کریں کہ بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں جب تک جنگ کیساتھ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کر دیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ہرگز اس کے حکم کے خلاف نہیں کرونگا اور اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہ فرمائیگا وہ میرا مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ' کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے' آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ کام اسی سال ہوگا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ بس یہ واقعہ جیسا کہ میں نے کہا تھا ہو کر رہے گا کہ آپؐ بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے۔

حضرت عمر بن خطاب خاموش ہو گئے مگر غم وغصہ نہیں گیا' آپ کے پاس سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو حضورؐ کے سامنے کی تھی' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کے حکم کیخلاف کوئی کام نہ کریں گے اور اللہ ان کا مددگار ہے اس لیے تم مرتے دم تک آپؐ کی رکاب تھامے رہو' خدا کی قسم وہ حق پر ہیں' غرض حضرت فاروق اعظمؓ کو ان شرائط صلح سے سخت رنج و غم پہنچا' خود انھوں نے فرمایا کہ واللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا مجھے کبھی شک پیش نہیں آیا' بجز اس واقعہ کے (رواہ البخاری) حضرت ابو عبیدہؓ نے سمجھایا اور فرمایا کہ شیطان کے شر سے پناہ مانگو' فاروق اعظمؓ نے کہا میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو میں برابر صدقہ خیرات کرتا اور روزے رکھتا اور غلام آزاد کرتا رہا کہ

Marfat.com

میری یہ خطا معاف ہو جائے۔

ابھی ابھی یہ شرائط صلح طے ہوئی تھیں اور صحابہ کرامؓ کی ناگواری اس پر ہو رہی تھی کہ اچانک اسی سہیل بن عمرو کا جو صلح نامہ کا فریق منجانب قریش تھا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور باپ نے اس کو قید کر رکھا تھا اور سخت ایذائیں ان کو دیتا تھا وہ کسی طرح بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا اور آپؐ سے پناہ مانگی، کچھ مسلمان بڑھے اور اس کو اپنی پناہ میں لے لیا مگر سہیل چلا اٹھا کہ یہ پہلی عہد نامہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اگر اس کو واپس نہ کیا گیا تو میں صلح کی کسی شرط کو نہ مانوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کر کے پابند ہو چکے تھے اس لیے ابو جندلؓ کو آواز دیکر فرمایا کہ اے ابو جندل تم چند روز اور صبر کرو اللہ تمھارے لیے اور ضعفاء مسلمین کے لیے جو مکہ میں محبوس ہیں جلد رہائی اور فراخی کا انتظام کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں پر ابو جندلؓ کے اس واقعہ نے اور زیادہ نمک پاشی کی وہ تو یقین کر کے آئے تھے کہ اسی وقت مکہ فتح ہو گا اور یہاں یہ حالات دیکھے تو ان کے رنج و غم کی انتہا نہ رہی قریب تھا کہ وہ ہلاکت میں پڑ جاتے مگر معاہدہ صلح مکمل ہو چکا تھا اس صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے ابو بکر و عمر عبد الرحمٰن بن عوف اور عبد اللہ بن سہیل بن عمر سعد بن ابی وقاص محمد بن مسلمہ اور علی بن ابی طالب وغیرہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے اسی طرح مشرکین کی طرف سے سہیل کے ساتھ چند دوسرے لوگوں کے بھی دستخط ہو گئے۔

جب صلح نامہ کی کتابت سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قرار داد صلح کے مطابق اب ہمیں واپس جانا ہے) سب لوگ اپنی قربانی کے جانور جو ساتھ ہیں ان کی قربانی کر دیں اور سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیں۔ صحابہ کرامؓ کی مسلسل رنج و غم کی وجہ سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کے

Marfat.com

فرمانے کے باوجود کوئی اس کام کے لیے نہیں اٹھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغموم ہوئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا' ام المومنینؓ نے بہت مناسب اور اچھا مشورہ دیا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو اس پر کچھ نہ کہیں' ان کو اس وقت سخت صدمہ اور رنج شرائط صلح اور بغیر عمرہ کے واپسی کی وجہ سے پہنچا ہوا ہے' آپؐ سب کے سامنے حجام کو بلا کر خود اپنا حلق کر کے احرام کھول دیں اور اپنی قربانی کر دیں۔ آپؐ نے مشورہ کے مطابق ایسا ہی کیا' صحابہ کرامؓ نے جب یہ دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے اور قربانی کے جانوروں کی قربانی کرنے لگے' آپ نے سب کے لیے دعا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مقام حدیبیہ میں انیس اور بعض روایات کے اعتبار سے بیس دن قیام فرمایا تھا' اب یہاں سے واپسی شروع ہوئی اور آپ صحابہ کرامؓ کے مجمع کے ساتھ پہلے مر ظہران پھر عسفان پہنچے' یہاں پہنچکر سب مسلمانوں کا زاد راہ تقریباً ختم ہو چکا تھا' کھانے کے لیے بہت کم سامان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستر خوان بچھایا اور سب کو حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے لا کر یہاں جمع کر دے اس طرح جو کچھ باقیماندہ کھانے کا سامان تھا سب اس دستر خوان پر جمع ہو گیا۔ چودہ سو حضرات کا مجمع تھا' رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی اور سب کو کھانا شروع کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ پورے چودہ سو حضرات نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا پھر اپنے برتنوں میں بھر لیا اس کے بعد اتنا ہی کھانا باقی تھا اس مقام پر یہ دوسرا معجزہ ظاہر ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔

واقعہ فاروق اعظمؓ و جبیر بن مطعم

حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک روز سورہ طور پڑھی جب اس آیت پر

Marfat.com

پہونچے تو ایک آہ سرد بھری، جس کے بعد بیس روز تک بیمار رہے، لوگ عیادت کو آتے، مگر یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ بیماری کیا ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لیے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں، میں پہونچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہونچ رہی تھی، جب یہ آیت پڑھی ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا، مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا، کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔ (قرطبی)

معجزہ شق القمر

کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوت ورسالت کے لیے کوئی نشانی معجزہ کی طلب کی، حق تعالیٰ نے آپؐ کی حقانیت کے ثبوت کے لیے یہ معجزہ شق القمر ظاہر فرمایا، اس معجزہ کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت میں بھی موجود ہے وانشق القمر اور احادیث صحیحہ جو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی روایت سے آئی ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ جبیر بن مطعم، ابن عباسؓ انس بن مالک وغیرہ شامل ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود اپنا اس وقت میں موجود ہونا اور معجزہ کا مشاہدہ کرنا بھی بیان فرماتے ہیں، امام طحاویؒ اور ابن کثیرؒ نے واقعہ شق القمر کی روایات کو متواتر قرار دیا ہے، اس لیے اس معجزہ نبوی کا وقوع قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے مقام منیٰ میں تشریف رکھتے تھے، مشرکین مکہ نے آپؐ سے نبوت کی نشانی طلب کی، یہ

Marfat.com

واقعہ ایک چاندنی رات کا ہے' حق تعالیٰ نے یہ کھلا ہوا معجزہ دکھلا دیا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو کر ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف چلا گیا' اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ حائل نظر آنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو اور شہادت دو' جب سب لوگوں نے صاف طور پر یہ معجزہ دیکھ لیا تو یہ دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے' اس کھلے ہوئے معجزہ کا انکار تو کسی آنکھوں والے سے ممکن نہ ہو سکتا تھا' مگر مشرکین کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان پر جادو نہیں کر سکتے، اطراف ملک سے آنے والے لوگوں کا انتظار کرو وہ کیا کہتے ہیں، بیہقی اور ابو داؤد طیالسی کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے کہ بعد میں تمام اطراف سے آنے والے مسافروں سے ان لوگوں نے تحقیق کی تو سب نے ایسا ہی چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اعتراف کیا۔

مرض وفات میں عبداللہ بن مسعودؓ کی ہدایات

ابن کثیر نے بحوالہ ابن عساکر ابوظبیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرضِ وفات میں حضرت عثمان غنیؓ عیادت کے لیے تشریف لے گئے' حضرت عثمانؓ نے پوچھا ماتشتکی (تمھیں کیا تکلیف ہے) تو فرمایا، ذنوبی (یعنی اپنے گناہوں کی تکلیف ہے) پھر پوچھا ماتشتھی (یعنی آپ کیا چاہتے ہیں) تو فرمایا رحمة ربی (یعنی اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں' پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کسی طبیب (معالج) کو بلاتا ہوں تو فرمایا الطبیب امرضن (یعنی مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے) پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیجدوں تو فرمایا لا حاجة لی فیھا (مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ عطیہ لے لیجئے وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا

Marfat.com

تو فرمایا کہ کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں فکر ہے کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی، مگر مجھے یہ فکر اس لیے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

من قرأ سورة الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة ابدا (ابن کثیر)

"جو شخص ہر رات میں سورہ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا"۔

اموال بنو نضیر کی تقسیم کا واقعہ

جب بنو نضیر اور بنو قینقاع کے اموال بطور فئے کے مسلمانوں کو حاصل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کے سردار ثابت بن قیس بن شماسؓ کو بلا کر فرمایا کہ اپنی قوم انصار کو میرے پاس بلا دو، انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ انصار کے اپنے قبیلہ خزرج کو یا سب انصار کو؟ آپؐ نے فرمایا سب ہی کو بلانا ہے، یہ حضرات سب جمع ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد انصار مدینہ کی اس بات پر مدح و ثناء فرمائی کہ انھوں نے جو سلوک اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ کیا وہ بڑے عزم و ہمت کا کام تھا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے اموال آپ لوگوں کو دیدیئے ہیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان اموال کو مہاجرین و انصار سب میں تقسیم کر دوں، اور مہاجرین بدستور سابق آپ کے مکانوں میں رہائش پذیر رہیں، اور آپ چاہیں تو ایسا کیا جائے کہ یہ بے گھر و بے زر لوگ ہیں، یہ اموال صرف ان میں تقسیم کر دیئے جائیں اور یہ لوگ آپ کے گھروں کو چھوڑ کر الگ اپنے اپنے گھر بسالیں۔

یہ سن کر انصار مدینہ کے دو بڑے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کھڑے

Marfat.com

ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ سب اموال بھی صرف مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیجئے اور وہ پھر بھی ہمارے مکانوں میں بدستور مقیم رہیں' ان کی بات سن کر تمام حاضرین انصار بول اٹھے کہ ہم اس فیصلے پر راضی اور خوش ہیں' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار اور ابناء انصار کو دعاء دی' اور ان اموال کو صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیا' انصار میں سے صرف دو حضرات کو جو بہت حاجتمند تھے اس میں سے حصہ عطاء فرمایا' یعنی سہل بن حنیفؓ اور ابودجانہؓ' اور سعد بن معاذؓ کو ایک تلوار عطاء فرمائی جو ابن ابی الحقیق کی ایک ممتاز تلوار تھی۔

(مظہری بحوالہ سبیل الرشاد محمد بن یوسف الصالحی)

حضرات صحابہؓ خصوصاً انصار کے ایثار کے چند واقعات

موطاء امام مالکؒ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسکین نے ان سے سوال کیا' ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی اور ان کا اس روز روزہ تھا' آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس کو دیدو خادمہ نے کہا کہ اگر یہ دیدی گئی تو شام کو آپ کے افطار کرنے کے لیے کوئی چیز نہ رہے گی، حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ پھر بھی دیدو' یہ خادمہ کہتی ہیں کہ جب شام ہوئی تو ایک ایسے شخص نے جس کی طرف سے ہدیہ دینے کی کوئی رسم نہ تھی ایک سالم بکری بھنی ہوئی اور اس کے اوپر آٹے میدے کا خول چڑھا ہوا پختہ' جو عرب میں سب سے بہترین کھانا سمجھا جاتا ہے' ان کے پاس بطور ہدیہ بھیجدیا' حضرت صدیقہؓ نے خادمہ کو بلایا کہ آؤ یہ کھاؤ یہ تمھاری اس روٹی سے بہتر ہے۔

اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بیمار تھے' اور انگور کو جی چاہا ان کے لیے ایک درہم میں ایک خوشہ انگور کا خرید کر لایا گیا' اتفاق

Marfat.com

سے ایک مسکین آ گیا اور سوال کیا آپ نے فرمایا کہ یہ خوشہ اس کو دیدو حاضرین میں سے ایک شخص خفیہ طور پر اس کے پیچھے گیا اور خوشہ اس مسکین سے خرید کر پھر ابن عمر کو پیش کر دیا' مگر یہ سائل پھر آیا اور سوال کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے پھر اس کو دیدیا' پھر کوئی صاحب خفیہ طور پر گئے اور اس مسکین کو ایک درہم دے کر خوشہ خرید لائے اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا' وہ سائل پھر آنا چاہتا تھا لوگوں نے منع کر دیا' اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ اطلاع ہوتی کہ یہ وہی خوشہ ہے جو انھوں نے صدقہ میں دیدیا تھا، تو وہ ہرگز نہ کھاتے، مگر ان کو یہ خیال ہوا کہ لانے والا بازار سے لایا ہے اس لیے استعمال فرمالیا۔

اور ابن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں بھر کر تھیلی غلام کے سپرد کی کہ ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس لیجاؤ کہ ہدیہ ہے قبول کر کے اپنی ضرورت میں صرف کریں اور غلام کو ہدایت کر دی کہ ہدیہ دینے کے بعد کچھ دیر گھر میں ٹھہر جانا اور یہ دیکھنا کہ ابو عبیدہ اس رقم کو کیا کرتے ہیں' غلام نے حسب ہدایت یہ تھیلی حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں پیش کر دی اور ذرا ٹھہر گیا' ابو عبیدہؓ نے تھیلی لے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو یعنی عمر بن خطابؓ کو اس کا صلہ دے اور ان پر رحمت فرمائے اور اسی وقت اپنی کنیز کو کہا کہ لو یہ سات فلاں شخص کو پانچ فلاں کو دے آؤ' یہاں تک کہ پورے چار سو دینار اسی وقت تقسیم کر دیئے۔

غلام نے واپس آ کر واقعہ بیان کر دیا' حضرت عمر بن خطابؓ نے اسی طرح چار سو دینار کی ایک دوسری تھیلی تیار کی ہوئی غلام کو دے کر ہدایت کی کہ معاذ بن جبلؓ کو دے آؤ' اور وہاں بھی دیکھو وہ کیا کرتے ہیں' یہ غلام لے گیا' انھوں نے تھیلی لے کر حضرت عمرؓ کے حق میں دعاء دی رحمہ اللہ و وصلہ "یعنی اللہ ان پر رحمت فرمائے اور

Marfat.com

ان کو صلہ دے" اور یہ بھی تھیلی لے کر فوراً تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور اس کے بہت سے حصے کر کے مختلف گھروں میں بھیجتے رہے' حضرت معاذؓ کی بیوی یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھیں' آخر میں بولیں کہ ہم بھی تو بخدا مسکین ہی ہیں' ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیئے' اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے وہ ان کو دیدیئے' غلام یہ دیکھنے کے بعد لوٹا اور حضرت عمرؓ سے بیان کیا' تو آپ نے فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں' سب کا مزاج ایک ہی ہے۔

اور حذیفہ عدوی ؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش شہداء کی لاشوں میں کرنے کے لیے نکلا اور کچھ پانی ساتھ لیا کہ اگر ان میں کچھ جان ہوئی تو پانی پلادوں گا' ان کے پاس پہنچا تو کچھ رمق زندگی کی باقی تھی' میں نے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلادوں' اشارہ سے کہا کہ ہاں' مگر فوراً ہی قریب سے ایک دوسرے شہید کی آواز آہ آہ کی آئی تو میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی ان کو دیدو' ان کے پاس پہونچا اور پانی دینا چاہا تو تیسرے آدمی کی آواز ان کے کان میں آئی' اس نے بھی اس تیسرے کو دینے کے لیے کہہ دیا' اسی طرح یکے بعد دیگرے سات شہیدوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا' جب ساتویں شہید کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے' یہاں سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔

کینہ اور حسد سے پاک ہونا جنتی ہونیکی علامت ہے

ابن کثیر نے بحوالہ امام احمد حضرت انسؓ سے یہ روایت کیا ہے :-

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے
آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تمھارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے
جو اہل جنت میں سے ہے' چنانچہ ایک صاحب انصار میں سے

Marfat.com

آئے، جن کی ڈاڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لیے ہوئے تھے، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اسی حالت کے ساتھ سامنے آیا، تیسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اپنی مذکورہ حالت میں داخل ہوا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اس شخص کے پیچھے لگے (تاکہ اس کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دیدیں، انھوں نے منظور فرما لیا، عبداللہ بن عمروؓ نے یہ تین راتیں ان کے ساتھ گذاریں، تو دیکھا کہ رات کو تہجد کے لیے نہیں اٹھتے، البتہ جب سونے کے لیے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح کی نماز کے لیے اٹھ جاتے تھے، البتہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا، جب تین راتیں گذر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روز تک سنتا رہا کہ تمھارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے اور اس کے بعد تینوں دن آپ ہی آئے، اس لیے میں نے چاہا کہ میں آپ کے

Marfat.com

ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی، مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا' تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا' انھوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے' میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے بلا کر کہا کہ ہاں ایک بات ہے کہ "میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ اور برائی نہیں پاتا' اور کسی پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطاء فرمائی ہو' عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے"۔

ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس کو نسائی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح علیٰ شرط الشیخین ہے۔"

بنو قینقاع کی جلاوطنی

واقعہ یہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کے آس پاس جتنے قبائل یہود کے تھے سب کے ساتھ ایک معاہدہ صلح کا ہو گیا تھا' جس کی شرائط میں یہ داخل تھا کہ ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کسی مخالف کی امداد نہ کرے گا' ان معاہدہ کرنے والوں میں قبیلہ بنو قینقاع بھی شامل تھا' مگر اس نے چند مہینوں کے بعد ہی غدر و عہد شکنی شروع کر دی اور غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے ساتھ خفیہ سازش و امداد کے کچھ

Marfat.com

واقعات سامنے آئے، اس وقت یہ آیت قرآن نازل ہوئی (واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سوآء) یعنی اگر (معاہدہ اور صلح کے بعد) کسی قوم کی خیانت کا خطرہ لاحق ہو تو آپ ان کا معاہدہ صلح ختم کر سکتے ہیں"۔ بنو قینقاع اس معاہدہ کو اپنی غداری سے خود توڑ چکے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور علم جہاد حضرت حمزہؓ کو عطا فرمایا اور مدینہ طیبہ کے شہر پر حضرت ابو لبابہؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے آنحضرت ﷺ خود بھی تشریف لے گئے یہ لوگ مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر اپنے قلعہ میں بند ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا' پندرہ روز تک یہ لوگ محصور ہو کر صبر کرتے رہے' بالآخر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' اور یہ سمجھ گئے کہ مقابلہ سے کام نہ چلے گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا' اور کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں جو آپ ہمارے بارے میں نافذ کریں۔

آپؐ کا فیصلہ ان کے مردوں کے قتل کا ہونے والا تھا' کہ عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد اصرار و الحاح کیا کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے' بالآخر آپؐ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ لوگ بستی خالی کر کے جلاوطن ہو جائیں' اور ان کے اموال مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گے' اس قرار داد کے مطابق یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر ملک شام کے علاقہ اذرعات میں چلے گئے' اور ان کے اموال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کے قانون کے مطابق اس طرح تقسیم فرمایا کہ ایک خمس بیت المال کا رکھ کر باقی چار خمس غانمین میں تقسیم کر دیئے۔

غزوۂ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو بیت المال میں داخل ہوا' یہ واقعہ بروز شنبہ ۱۵ شوال ۲ھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے بیس ماہ بعد پیش آیا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے ایک راہب کا واقعہ

بنی اسرائیل کا ایک راہب عبادت گذار جو اپنے صومعہ میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا' اور روزے اس طرح رکھتا کہ دس دن میں صرف ایک مرتبہ افطار کرتا تھا' ستر سال اس کے اسی حال میں گذرے' شیطان لعین اس کے پیچھے پڑا' اور اپنے سب سے زیادہ مکار' ہوشیار شیطان کو اس کے پاس بصورت راہب عبادت گذار بنا کر بھیجا جس نے اس کے پاس جا کر اس راہب سے بھی زیادہ عبادت گذاری کا ثبوت دیا' یہاں تک کہ راہب کو اس پر اعتماد ہو گیا۔

بالآخر یہ مصنوعی راہب شیطان اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ اس راہب کو کچھ دعائیں ایسی سکھلائے جس سے بیماروں کو شفاء ہو جائے' پھر اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے اثر سے بیمار کر کے ان کو خود ہی اس راہب کا پتہ دیا' جب یہ راہب ان پر دعاء پڑھتا تو یہ شیطان اپنا اثر اس سے ہٹا دیتا' وہ شفایاب ہو جاتا' اور عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رکھنے کے بعد اس نے ایک اسرائیلی سردار کی حسین لڑکی پر اپنا یہ عمل کیا اور اس کو بھی راہب کے پاس جانے کا مشورہ دیا' یہاں تک کہ اس کو راہب کے صومعہ تک پہونچانے میں کامیاب ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس لڑکی کے ساتھ زنا میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہوا جس کے نتیجے میں اس کو حمل ہو گیا' تو رسوائی سے بچنے کے لیے اس کو قتل کرنے کا مشورہ دیا' قتل کرنے کے بعد شیطان ہی نے سب کو واقعہ قتل وغیرہ بتلا کر راہب کے خلاف کھڑا کر دیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کا صومعہ ڈھا دیا اور اس کو قتل کر کے سولی دینے کا فیصلہ کیا' اس وقت شیطان اس کے پاس پھر پہونچا کہ اب تو تیری جان بچنے کی کوئی صورت نہیں' ہاں اگر تو مجھے سجدہ کر لے تو میں تجھے بچا سکتا ہوں' راہب سب کچھ گناہ پہلے کر چکا تھا' کفر کا راستہ ہموار ہو چکا تھا' اس نے سجدہ بھی

Marfat.com

کر لیا' اس وقت شیطان نے صاف کہہ دیا کہ تو میرے قبضہ میں نہ آتا تھا میں نے یہ سب مکر تیرے مبتلائے کفر کرنے کے لیے کیے تھے، اب میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ واقعہ تفسیر قرطبی اور مظہری میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حضرت جویریہؓ کا قبول اسلام

اس کا واقعہ مسند احمد ابوداؤد وغیرہ میں یہ منقول ہے کہ جب بنوالمصطلق کو شکست ہوئی تو مال غنیمت کے ساتھ ان کے کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے، اسلامی قانون کے مطابق سب قیدی اور مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے، قیدیوں میں حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہؓ بھی تھیں، یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آگئیں، انھوں نے جویریہ کو بصورت کتابت آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا، جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام یا کنیز پر کچھ رقم مقرر کر دی جائے اور اس کو محنت مزدوری یا تجارت کی اجازت دیدی جائے وہ مقرر رقم کما کر مالک کو ادا کر دے تو آزاد ہو جائے۔

جویریہؓ پر جو رقم مقرر تھی وہ بڑی رقم تھی جس کی ادائیگی ان کے لیے آسان نہ تھی وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں' شہادت دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر اپنا واقعہ سنایا کہ ثابت بن قیس جن کے حصہ میں میں آئی ہوں انھوں نے مجھے مکاتب بنادیا ہے، مگر رقم کتابت کی ادائیگی میرے بس میں نہیں، آپ اس میں میری کچھ مدد فرمادیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ساتھ ہی ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا، جویریہ کے لیے یہ بہت بڑی نعمت تھی وہ کیسے قبول نہ کرتیں، بخوشی خاطر قبول کیا، اور یہ ازواج مطہراتؓ

Marfat.com

میں داخل ہو گئیں، ام المومنین حضرت جویریہؓ کا بیان ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ یثرب کی طرف سے چاند چلا اور میری گود میں آ کر گر گیا، اس وقت تو میں نے یہ خواب کسی سے ذکر نہ کیا تھا اب اس کی تعبیر آنکھوں سے دیکھ لی۔

یہ سردار قوم کی بیٹی تھیں' ان کے ازواج مطہراتؓ میں داخل ہونے سے پورے قبیلہ پر بھی اچھے اثرات مرتب ہوئے اور ایک فائدہ ان تمام عورتوں کو پہونچا جو ان کے ساتھ گرفتار ہوئی تھیں' اور ان کی رشتہ دار تھیں' کیونکہ ان کا ام المومنین ہو جانا معلوم کرنے کے بعد جس جس مسلمان کے پاس ان کی رشتہ دار کوئی کنیز تھی سب نے ان کو آزاد کر دیا' کہ ان کی عزیز کسی عورت کو کنیز بنا کر اپنے پاس رکھنا ادب کے خلاف سمجھا' اس طرح سو کنیزیں ان کے ساتھ آزاد ہو گئیں اور پھر ان کے والد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف

اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بے یار و مددگار رہ گئے تو آپ نے تن تنہا طائف کا سفر کیا کہ وہاں کے قبیلہ بنی ثقیف سے اپنی قوم کے مظالم کے مقابلہ میں کچھ مدد اور معاونت حاصل کر سکیں محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے تین بھائیوں کے پاس گئے جو قبیلہ کے سردار اور شریف سمجھے جاتے تھے' یہ تین بھائی عمیر کے بیٹے عبد یالیل اور سعود اور حبیب تھے' ان کے گھر میں ایک عورت قریش کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اپنی قوم کے مظالم کا ذکر کر کے ان سے معاونت کے لئے فرمایا۔ مگر ان تینوں نے بڑا

Marfat.com

سخت جواب دیا اور آپ سے اور کچھ کلام نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ قبیلہ بنو ثقیف کے یہی تین آدمی ایسے شریف سمجھے جاتے تھے جن سے کسی معقول جواب کی امید تھی' ان سے بھی مایوسی ہو گئی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اچھا اگر آپ لوگ مدد نہیں کرتے تو کم از کم میرے آنے کو میری قوم پر ظاہر نہ کرنا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کو خبر ملے گی تو اور زیادہ ستاویں گے' مگر ان ظالموں نے یہ بات بھی نہ مانی بلکہ اپنے قبیلہ کے بے وقوف لوگوں اور غلاموں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا کہ آپؐ کو گالیاں دیں اور شور مچائیں۔ ان کے شور و شغب سے بہت سے شریر جمع ہو گئے۔ آپؐ نے ان کے شر سے بچنے کے لیے ایک باغ میں جو عتبہ اور شیبہ دو بھائیوں کا باغ تھا اس میں پناہ لی اور یہ دونوں بھی اس باغ میں موجود تھے۔ اس وقت یہ شریر لوگ آپؐ کو چھوڑ کر واپس ہوئے اور آپ انگوروں کے باغ کے سائے میں بیٹھ گئے یہ دونوں بھائی آپؐ کو دیکھ رہے تھے اور یہ بھی دیکھا کہ ان کی قوم کے بے وقوفوں کے ہاتھوں آپؐ کو کیا تکلیف اور اذیت پیش آئی۔ اسی درمیان وہ قریشی عورت بھی آنحضرت ﷺ سے ملی جو ان ظالموں کے گھر میں تھی۔ آپؐ نے اس سے شکایت کی کہ تمھاری سسرال کے لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا

جب اس باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اطمینان حاصل ہوا تو آپؐ نے اللہ جل شانہ' کی بارگاہ میں دعا مانگنی شروع کی' اس دعاء کے الفاظ بھی عجیب و غریب ہیں اور کسی موقع پر آپؐ سے ایسے الفاظ دعا منقول نہیں' وہ دعا یہ ہے :-

الھم انی اشکوا الیك ضعف قوتی و قلة حیلتی و ھوانی
علے الناس و انت ارحم الراحمین و انت رب
المستضعفین فانت ربی الے عد و ملکته امری ان لم تکن
ساخطا علی فلا ابالی ولکن عافیتك ھے اوسع لی۔ اعوذ

Marfat.com

بنور وجهك الذی اشرقت له الظلمات و صلح علیه امر الدنیا و الاخرۃ من ان تنزل بی غضبك لك العتبی حتے ترضے ولا حول ولا قوۃ الا بك

(مظہری باختصار)

یا اللہ میں آپ سے شکایت کرتا ہوں اپنی قوت کے ضعف اور کمی کی اور اپنی تدبیر کی ناکامی کی اور لوگوں کی نظروں میں اپنی خفت و بے توقیری کی اور آپ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں اور آپ کمزوروں کی پرورش فرمانے والے ہیں آپ ہی میری رب ہیں' آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں کیا ایک غیر آدمی کے جو مجھ پر حملہ کرے یا کسی دشمن کے جس کو آپ نے میرے معاملہ کا مالک بنادیا ہے (کہ جو چاہے کرے) اگر آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں تو مجھے ان سب چیزوں کی بھی پرواہ نہیں لیکن آپ کی عافیت میرے لیے زیادہ بہتر ہے (اس کو طلب کرتا ہوں) میں آپ کی ذات مبارک کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو جاتی ہیں اور اس کی بنا پر دنیا و آخرت کے سب کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے کہ مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائیں۔ ہمارا کام ہی یہ ہے کہ آپ کو راضی کرنے اور منانے میں لگے رہیں جب تک کہ آپ راضی نہ ہو جائیں اور ہم تو کسی برائی سے بچ سکتے نہیں نہ کسی بھلائی کو حاصل کر سکتے ہیں بجز آپ کی مدد کے۔

جب ربیعہ کے دونوں بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے یہ حال دیکھا تو ان کے دل

Marfat.com

میں رحم آیا اور اپنے ایک نصرانی غلام عداس نامی کو بلا کر کہا کہ انگور کا ایک خوشہ لو اور ایک طبق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو یہ کھائیں۔ عداس نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر انگور کا یہ طبق آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عداس یہ دیکھ رہا تھا کہنے لگا واللہ یہ کلام یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اس شہر کے لوگ نہیں بولتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا عداس تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا کیا مذہب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نصرانی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو اللہ کے نیک بندے یونس بن متی علیہ السلام کی بستی کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ کو یونس بن متی کی کیا خبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ کے نبی تھے میں بھی نبی ہوں۔

یہ سن کر عداس آپؐ کے قدموں میں گر پڑا اور آپؐ کے سر مبارک اور ہاتھوں پاؤں کا بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے' ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس نے ہمارے غلام کو تو خراب کر دیا۔ جب عداس لوٹ کر ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا عداس تجھے کیا ہوا کہ اس شخص کے پاؤں کو بوسہ دینے لگا۔ اس نے کہا کہ میرے سردارو۔ اس وقت زمین پر اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتلائی جو نبی کے سوا کوئی نہیں بتلا سکتا۔ انھوں نے کہا کم بخت ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی تجھے تیرے مذہب سے پھیر دے۔ کیونکہ تیرا دین بہر حال اس کے دین سے بہتر ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ گئے جبکہ ثقیف کی ہر خیر سے مایوس ہو گئے۔ واپسی میں آپؐ نے مقام نخلہ پر قیام فرمایا اور آخر شب میں نماز تہجد پڑھنے لگے۔ تو ملک یمن نصیبین کے جنات کا یہ وفد بھی وہاں پہنچا ہوا تھا اس نے قرآن سنا اور سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کی طرف واپس

Marfat.com

جا کر واقعہ بتلایا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیات مذکورہ میں نازل فرمایا۔ (مظہری)

ایک صحابی جن کا واقعہ

ابن جوزی نے کتاب الصفوہ میں ایک سند کے ساتھ حضرت سہل بن عبداللہ سے نقل کیا کہ انھوں نے ایک مقام پر ایک بوڑھے جن کو دیکھا کہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے اور اون کا جبہ پہنے ہوئے تھا جس پر بڑی رونق معلوم ہوتی تھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سہل کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا اور انھوں نے سلام کا جواب دے کر بتلایا کہ تم اس جبہ کی رونق سے تعجب کر رہے ہو یہ جبہ سات سو سال سے میرے بدن پر ہے۔ اسی جبہ میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، پھر اسی جبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور میں ان جنات میں سے ہوں جن کے بارہ میں سورہ جن نازل ہوئی ہے۔ (مظہری)

حضرت رافع بن عمیرؓ کا اسلام بسبب جنات

تفسیر مظہری میں ہے کہ ہواتف الجن میں سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیرؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ رافع بن عمیر صحابیؓ نے اپنے اسلام قبول کرنے کا ایک واقعہ یہ بتلایا ہے کہ میں ایک رات ایک ریگستان میں سفر کر رہا تھا۔ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا میں اپنی اونٹنی سے اترا اور سو گیا اور سونے سے پہلے میں نے اپنی قوم کی عادت کے مطابق یہ الفاظ کہہ لیے انی اعوذ بعظم ھذا الوادی من الجن یعنی میں پناہ لیتا ہوں اس جنگل کے جنات کے سردار کی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے اس کو وہ میری ناقہ کے سینہ پر رکھنا چاہتا ہے' میں گھبرا کر اٹھا اور دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ شیطانی خیال ہے خواب اصلی

Marfat.com

نہیں اور پھر سو گیا اور بالکل غافل ہو گیا۔ تو پھر وہی خواب دیکھا پھر میں اٹھا اور ناقہ کے چاروں طرف پھرا کچھ نہ پایا مگر ناقہ کو دیکھا کہ وہ کانپ رہی ہے۔ میں پھر جا کر اپنی جگہ سو گیا' تو پھر وہی خواب دیکھا' میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری ناقہ تڑپ رہی ہے اور پھر دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کے ہاتھ میں حربہ ہے یہ وہی شخص تھا جس کو خواب میں ناقہ پر حملہ کرتے دیکھا تھا اور ساتھ ہی یہ دیکھا کہ ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے جو ناقہ پر حملہ کرنے سے روک رہا ہے۔ اسی عرصہ میں تین گورخر سامنے آ گئے تو بوڑھے نے اس نوجوان سے کہا ان تینوں میں سے جس کو تو پسند کرے وہ لے لے اور اس انسان کے ناقہ کو چھوڑ دے۔ وہ جوان ایک گورخر لے کر رخصت ہو گیا۔ پھر اس بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے بے وقوف جب تو کسی جنگل میں ٹھہرے اور وہاں کے جنات و شیاطین سے خطرہ ہو تو یہ کہا کر اعوذ باللہ رب محمد من ھذا الوادی یعنی میں پناہ پکڑتا ہوں رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جنگل کے خوف اور شر سے اور کسی جن سے پناہ نہ مانگا کر۔ کیونکہ وہ زمانہ چلا گیا جب انسان جنوں کی پناہ لیتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ نبی عربیؐ ہیں، نہ شرقی نہ غربی' پیر کے روز یہ مبعوث ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کہاں رہتے ہیں' اس نے بتلایا کہ وہ یثرب میں رہتے ہیں جو کھجوروں کی بستی ہے۔ میں نے صبح ہوتے ہی مدینہ کا راستہ لیا اور سواری کو تیز چلایا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرا سارا واقعہ مجھے سنا دیا اس سے پہلے کہ میں آپؐ سے کچھ ذکر کروں اور مجھے اسلام کی دعوت دی میں مسلمان ہو گیا۔

ایک نصرانی راہب کا واقعہ

حضرت حسن بصریؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جب

Marfat.com

ملک شام میں تشریف لے گئے تو ایک نصرانی راہب آپ کے پاس آیا جو بوڑھا تھا اور اپنے مذہب کی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و محنت میں لگا ہوا تھا۔ محنت سے اس کا چہرہ بگڑا ہوا' بدن خشک لباس خستہ وبد ہیئت تھا' جب فاروق اعظمؓ نے اس کو دیکھا تو آپ رو پڑے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ مجھے' اس بوڑھے کے حال پر رحم آیا کہ اس بیچارے نے ایک مقصد کے لیے بڑی محنت و جانفشانی کی مگر وہ اس مقصد یعنی رضائے الٰہی کو نہیں پا سکا اور اس پر حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وجوہ یومئذ خاشعة ○ عاملة ناصبة○ (قرطبی)

چند عجیب واقعات

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کا طائف میں انتقال ہوا' جنازہ تیار ہونے کے بعد ایک عجیب و غریب پرندہ جس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی آیا اور جنازہ کی نعش میں داخل ہو گیا پھر کسی نے اس کو نکلتے ہوئے نہیں دیکھا جس وقت نعش قبر میں رکھی جانے لگی تو قبر کے کنارے ایک غیبی آواز نے یہ آیت پڑھی یآ یتھا النفس المطمئنة سب نے تلاش کیا کون پڑھ رہا ہے کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔ (ابن کثیر)

اور امام حافظ طبرانی نے کتاب العجائب میں اپنی سند سے فتان بن رزین ابی ہاشم سے ان کا اپنا واقعہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمیں بلاد روم میں قید کر لیا گیا اور وہاں کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اس کافر بادشاہ نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اس کا دین اختیار کریں' اور جو اس سے انکار کریگا اس کی گردن مار دی جائے گی۔ ہم چند آدمی تھے ان میں سے تین آدمی جان کے خوف سے مرتد ہو گئے بادشاہ کا دین اختیار کر لیا۔ چوتھا آدمی پیش ہوا اس نے کفر کرنے اور اس کے دین کو اختیار کرنے

Marfat.com

سے انکار کیا' اسکی گردن کاٹ کر سر کو ایک قریبی نہر میں ڈالدیا گیا' اس وقت تو وہ سر پانی کی تہ میں چلا گیا' اس کے بعد پانی کی سطح پر ابھرا اور ان لوگوں کی طرف دیکھ کر ان کے نام لے کر آواز دی کہ فلانے فلانے اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی اس کے بعد پھر پانی میں غوطہ لگا دیا۔

یہ عجیب واقعہ حاضرین نے دیکھا اور سنا اور وہاں کے نصاریٰ یہ دیکھ کر تقریباً سب مسلمان ہو گئے اور بادشاہ کا تخت ہل گیا' یہ تین آدمی جو مرتد ہو گئے تھے یہ سب پھر مسلمان ہو گئے اور پھر خلیفہ ابو' جعفر منصور نے ہم سب کو ان کی قید سے رہا کرایا۔ (ابن کثیر)

حسن انسانی کا ایک عجیب واقعہ

قرطبی نے ایک نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ جو خلیفہ ابو جعفر کے دربار کے مخصوص لوگوں میں سے تھے اور اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتے تھے ایک روز چاندنی رات میں بیوی کے ساتھ بیٹھے ہوئے بول اٹھے انت طالق ثلاثاً ان لم تکونی احسن من القمر یعنی تم پر تین طلاق ہیں، اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو' یہ کہتے ہی بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی کہ آپ نے مجھے طلاق دیدی' بات ہنسی دل لگی کی تھی مگر طلاق کا حکم یہی ہے کہ کسی طرح بھی طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہدیا جائے تو طلاق ہو جاتی ہے خواہ ہنسی دل لگی ہی میں کہا جائے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے یہ رات بڑی بے چینی اور رنج و غم میں گزاری صبح کو خلیفہ وقت ابو جعفر منصور کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ منصور نے شہر کے فقہاء اہل فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا سب نے ایک ہی جواب دیا کہ طلاق ہو گئی کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی

Marfat.com

انسان کے لیے امکان ہی نہیں، مگر ایک عالم جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے خاموش بیٹھے رہے۔ منصور نے پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں تب یہ بولے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ تین تلاوت کی اور فرمایا کہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا احسن تقویم میں ہونا بیان فرمایا ہے، کوئی شے اس سے زیادہ حسین نہیں۔ یہ سن کر سب علما فقہاء حیرت میں رہ گئے کوئی مخالفت نہیں کی اور منصور نے حکم دے دیا کہ طلاق نہیں ہوئی۔

اصحاب فیل کا واقعہ

امام حدیث و تاریخ ابن کثیر نے اس طرح نقل فرمایا ہے کہ یمن پر ملوک حمیر کا قبضہ تھا یہ لوگ مشرک تھے ان کا آخری بادشاہ ذونواس ہے جس نے اس زمانے کے اہل حق یعنی نصاریٰ پر شدید مظالم کیے، اسی نے ایک طویل عریض خندق کھدوا کر اس کو آگ سے بھر ا اور جتنے نصرانی بت پرستی کے خلاف ایک اللہ کی عبادت کرنیوالے تھے سب کو اس آگ کی خندق میں ڈال کر جلا دیا جن کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔ یہی وہ خندق کا واقعہ ہے جس کا ذکر اصحاب الاخدود کے نام سے سورہ بروج میں گزرا ہے۔ ان میں دو آدمی کسی طرح گرفت سے نکل بھاگے اور انھوں نے قیصر ملک شام سے جاکر فریاد کی کہ ذونواس ملک حمیر نے نصاریٰ پر ایسا ظلم کیا ہے آپ ان کا انتقام لیں قیصر ملک شام نے بادشاہ حبشہ کو خط لکھا یہ بھی نصرانی تھا اور یمن سے قریب تھا کہ آپ اس ظالم سے ظلم کا انتقام لو اس نے اپنا عظیم لشکر دو کمانڈر (امیر) ارباط اور ابرہ کی قیادت میں یمن کے اس بادشاہ کے مقابلے پر بھیج دیا، لشکر اس کے ملک پر ٹوٹ پڑا اور پورے یمن کو قوم حمیر کے قبضہ سے آزاد کرا لیا۔ ملک حمیر ذوالنواس بھاگ نکلا اور دریا میں غرق ہو کر مر گیا اس طرح ارباط و ابرہہ کے ذریعہ یمن پر بادشاہ

Marfat.com

حبشہ کا قبضہ ہو گیا' پھر ارباط اور ابرہہ میں باہمی جنگ ہو کر ارباط مقتول ہو گیا ابرہہ غالب آ گیا اور یہی بادشاہ حبشہ نجاشی کی طرف سے ملک یمن کا حاکم (گورنر) مقرر ہو گیا' اس نے یمن پر قبضہ کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ یمن میں ایسا شاندار کنیسہ بنائے جس کی نظیر دنیا میں نہ ہو۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ یمن کے عرب لوگ جو حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں یہ لوگ اس کنیسہ کی عظمت و شوکت سے مرعوب ہو کر کعبہ کے بجائے کنیسہ میں جانے لگیں' اسی خیال پر اس نے بہت بڑا عالیشان کنیسہ اتنا اونچا تعمیر کیا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا اور اس کو سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع کیا اور پوری مملکت میں اعلان کرا دیا کہ اب یمن سے کوئی کعبہ کے حج کے لیے نہ جائے اس کنیسہ میں عبادت کرے۔ عرب میں اگرچہ بت پرستی غالب آگئی تھی مگر دین ابراہیم اور کعبہ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں پیوست تھی اس لیے عدنان اور قحطان اور قریش کے قبائل میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے رات کے وقت کنیسہ میں داخل ہو کر اس کو گندگی سے آلودہ کر دیا اور بعض روایات میں ہے کہ ان میں سے مسافر قبیلہ کنیسہ کے قریب اپنی ضروریات کے لیے آگ جلائی اس کی آگ کنیسہ میں لگ گئی اور اس کو سخت نقصان پہنچ گیا۔

ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی اور بتلایا گیا کہ کسی قریش نے یہ کام کیا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رہوں گا، ابرہہ نے اس کی تیاری شروع کی اور اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت مانگی اسنے اپنا خاص ہاتھی کہ جسکا نام محمود تھا ابرہہ کے لیے بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے بعض روایات میں ہے کہ یہ سب سے بڑا عظیم الشان ہاتھی تھا جس کی نظیر نہیں پائی جاتی تھی اور اس کے ساتھ آٹھ ہاتھی دوسرے بھی اس لشکر کے لیے بادشاہ حبشہ نے بھجد یئے

Marfat.com

تھے۔ ہاتھیوں کی یہ تعداد بھیجنے کا منشاء یہ تھا کہ بیت اللہ کعبہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے۔ تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور طویل زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور انکو ہنکادیں تو سارا بیت اللہ (معاذاللہ) فوراً ہی زمین پر آ گرے گا۔

عرب میں جب اس کے حملے کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اسنے عربوں کی قیادت اختیار کی اور عرب لوگ اسکے گرد جمع ہو کر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور ابرہہ کے خلاف جنگ کی مگر اللہ کو تو یہ منظور تھا کہ ابرہہ کی شکست اور اس کی رسوائی نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے آئے اس لیے یہ عرب مقابلے میں کامیاب نہ ہوئے، ابرہہ نے ان کو شکست دیدی اور ذونفر کو قید کر لیا اور آگے روانہ ہو گیا اس کے بعد جب وہ قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلہ کے سردار نفیل بن حبیب نے پورے قبیلےکے ساتھ ابرہہ کا مقابلہ کیا مگر ابرہہ کے لشکر نے ان کو بھی شکست دیدی اور نفیل بن حبیب کو بھی قید کر لیا اور ارادہ ان کے قتل کا کیا مگر پھر یہ سمجھ کر ان کو زندہ رکھا کہ ان سے ہم راستوں کا پتہ معلوم کر لیں گے، اس کے بعد جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو طائف کے باشندے قبیلہ ثقیف پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے انھوں نے اپنی خیر منانے کا فیصلہ کیا اور یہ کہ طائف میں جو ہم نے ایک عظیم الشان بت خانہ لات کے نام سے بنا رکھا ہے یہ اس کو نہ چھیڑے تو ہم اس کا مقابلہ نہ کریں، انھوں نے ابرہہ سے مل کر یہ بھی طے کر لیا کہ ہم تمھاری امداد اور رہنمائی کے لیے اپنا ایک سردار ابو رغال تمھارے ساتھ بھیج دیتے ہیں ابرہہ اس پر راضی ہو کر ابو رغال کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام مغمس پر پہنچ گیا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے ابرہہ کے لشکر نے سب سے پہلے ان پر حملہ کر کے اونٹ گرفتار کر لیے جن میں دو

Marfat.com

سو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبد المطلب رئیس قریش کے بھی تھے ابرہہ نے یہاں پہنچ کر اپنا ایک سفیر حناطہ حمیری کو شہر مکہ میں بھیجا کہ وہ قریش کے سرداروں کے پاس جاکر اطلاع کر دے کہ ہم تم سے جنگ کے لیے نہیں آئے، ہمارا مقصد کعبہ کو ڈھانا ہے اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی تو تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ حناطہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو سب نے اس کو عبدالمطلب کا پتہ دیا کہ وہ سب سے بڑے سردار قریش کے ہیں حناطہ نے عبدالمطلب سے گفتگو کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچا دیا۔ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق عبدالمطلب نے یہ جواب دیا کہ ہم بھی ابرہہ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، نہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ البتہ میں یہ بتائے دیتا ہوں کہ یہ اللہ کا گھر اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے وہ خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اللہ سے جنگ کا ارادہ تو جو چاہے کرے پھر دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ تو پھر آپ میرے ساتھ چلیں میں آپکو ابرہہ سے ملاتا ہوں۔ ابرہہ نے جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ بڑے وجیہ آدمی ہیں تو ان کو دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے اتر کر بیٹھ گیا اور عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھایا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے پوچھے کہ وہ کس غرض سے آئے ہیں، عبدالمطلب نے کہا کہ میری ضرورت تو اتنی ہے کہ میرے اونٹ جو آپ کے لشکر نے گرفتار کر لیے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ ابرہہ نے ترجمان کے ذریعہ عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں نے آپ کو اول دیکھا تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت و عزت ہوئی مگر آپ کی گفتگو نے اس کو بالکل ختم کر دیا کہ آپ مجھ سے صرف اپنے دو سو اونٹوں کی بات کر رہے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ میں آپ کا کعبہ جو آپ کا دین ہے اس کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں اس کے متعلق آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک تو میں ہوں مجھے ان کی فکر ہوئی اور بیت اللہ کا

Marfat.com

میں مالک نہیں بلکہ اس کا مالک ایک عظیم ہستی ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمھارا خدا اس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ اور بھی قریش کے چند سردار گئے تھے اور انھوں نے ابرہہ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے مگر ابرہہ نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ نے واپس کر دیئے وہ اپنے اونٹ لے کر واپس آئے تو بیت اللہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر دعاء میں مشغول ہوئے اور قریش کی ایک بڑی جماعت ساتھ تھی سب نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ ابرہہ کے عظیم لشکر کا مقابلہ ہمارے تو بس میں نہیں، آپ ہی اپنے بیت کی حفاظت کا انتظام فرما دیں' الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنے کے بعد عبدالمطلب مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر مختلف پہاڑوں پر پھیل گئے ان کو یہ یقین تھا کہ اس کے لشکر پر اللہ کا عذاب آئے گا' اسی یقین کی بنا پر انھوں نے ابرہہ سے خود اپنے اونٹوں کا مطالبہ کیا' بیت اللہ کے متعلق گفتگو کرنا اس لیے پسند نہ کیا کہ خود تو اس کے مقابلے کی طاقت نہ تھی اور دوسری طرف یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے بسی پر رحم فرما کر دشمن کی قوت اور اس کے عزائم کو خاک میں ملا دیں گے۔ صبح ہوئی تو ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تیاری کی اور اپنے ہاتھی محمود نامی کو آگے چلنے کے لیے تیار کیا۔ نفیل بن حبیب جن کو راستہ سے ابرہہ نے گرفتار کیا تھا اس وقت وہ آگے بڑھے اور ہاتھی کا کان پکڑ کر کہنے لگے تو جہاں سے آیا ہے وہیں صحیح سالم لوٹ جا، کیونکہ اللہ کے بلد امین (محفوظ شہر) میں ہے یہ کہہ کر اس کا کان چھوڑ دیا' ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا' ہاتھی بانوں نے اس کو اٹھانا چلانا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا' اس کو بڑے بڑے آہنی تبروں سے مارا

Marfat.com

گیا' اس کی بھی پرواہ نہ کی' اس کی ناک میں آنکڑا لوہے کا ڈالدیا پھر بھی وہ کھڑا نہ ہوا' اس وقت ان لوگوں نے اس کو یمن کی طرف لوٹانا چاہا تو فوراً کھڑا ہو گیا پھر شام کی طرف چلانا چاہا تو چلنے لگا پھر مشرق کی طرف چلایا تو چلنے لگا' ان سب اطراف میں چلانے کے بعد پھر اس کو مکہ مکرمہ کی طرف چلانے لگے تو بیٹھ گیا۔

قدرت حق جل شانہ' کا یہ کرشمہ تو یہاں ظاہر ہوا۔ دوسری طرف دریا کی طرف سے کچھ پرندوں کی قطاریں آتی دکھائی دیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ تین کنکریاں چنے یا مسور کے برابر تھیں ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں واقدی کی روایت میں ہے کہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے، جثہ میں کبوتر سے چھوٹے تھے ان کے پنجے سرخ تھے، ہر پنجے میں ایک کنکر اور ایک چونچ میں لیے آتے دکھائی دیتے اور فوراً ہی ابرہہ کے لشکر کے اوپر چھا گئے' یہ کنکریں جو ہر ایک کے ساتھ تھیں ان کو ابرہہ کے لشکر پر گرایا۔ ایک ایک کنکر نے وہ کام کیا جو ریوالور کی گولی بھی نہیں کر سکتی، کہ جس پر پڑتی اس کے بدن کو چھیدتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ یہ عذاب دیکھ کر ہاتھی سب بھاگ کھڑے ہوئے، صرف ایک ہاتھی رہ گیا تھا جو اس کنکری سے ہلاک ہوا اور لشکر کے سب آدمی اسی موقع پر ہلاک نہیں ہوئے بلکہ مختلف اطراف میں بھاگے ان سب کا یہ حال ہوا کہ راستہ میں مر مر کر گر گئے۔ ابرہہ کو چونکہ سخت سزا دینا تھی وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اسی حال میں اس کو واپس یمن لایا گیا، دار الحکومت صنعاء پہنچ کر اس کا سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہ گیا اور مر گیا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بان یہیں مکہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اور اپاہج ہو گئے تھے۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ

Marfat.com

اندھے اور لپاہج تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن اسماءؓ نے فرمایا کہ میں نے دونوں لپاہج اندھوں کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہے۔

تمت بالخیر

Marfat.com

بیت العلوم

قرآنِ مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز

Marfat.com